(الذین ان مکناهم فی الارض اقامواالصلوة وآتواالزکوة وامروا بالمعروف ونهواعن المنکر ولله عاقبت الامور) (۴۱-۲۲)

خلاصہ۔ حکمرانوں کے ذمہ جملہ افرادرعیت کے کئے یہ تین فرائض ہیں 1. نظام صلوۃ کی اقامت کرنا جس سے 2 سب کوسامان پرورش ملے 3 معاشرت وسماج کی اصلاح کے لئے نیکیوں کاحکم کرنااوررائیوں سے روکنا آیت کی ان تین چیزوں کی فرضیت عوام پرنہیں ہے۔

کیا علم حدیث قرآن کی تفسیر کرسکتا ہے؟

مصنف عزیزاللہ بوہیو

پبلشر۔عزیزاللہ بوہیو، پتہ، پوسٹ آفس ولیج خیرمحمد بوہیو

براستہ نوشہروفیروز سندھ

سندھ ساگراکیڈمی

قیمت ایک سوروپیہ

رائج زمانہ اسلامی نام کے مدرسوں میں قرآن دشمن نصاب پڑھایا جاتاہے

اس مضمون کے عنوان میں میں نے امت مسلمہ کے مدارس پرانکے ہاں پڑہائی جانے والی دین اسلام کے نام سے تعلیمات پرایک بہت بڑاالزام لگایا ہے، اورانکے خلاف بہت بڑی دعوی کی ہے، وہ یہ کہ عالم اسلام کی جامعہ از ہرمصر جامعہ ام القری مکہ المکرمہ جامعہ مدینۃ المنورہ یونیورسٹی، ایران، پاکستان ہندستان بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملائیشیا مطلب کہ پورے عالم اسلام کے مدارس دینیہ میں دین اسلام کے نام سے، جوبھی موضاعات ومضامین پڑہائے جاتے ہیں، وہ ٹوٹل دوقسم ہی، ایک قسم ہے فقھی مسلکوں کے جداجدا اماموں کے انکے مخصوص تقطۂ نظر سے انکے مذاہب کی تعبیریں دوسری قسم ہےعلوم روایات جوروایات ہر امامی فرقہ کی اپنی اپنی جداجداہیں کوئی ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی حدیثوں کونہیں مانتا، یہ دونوں قسم، روایات اور یہ امامی ناموں کی جملہ فقھیں، قرآن حکیم نے جومسائل حیات سمجھائے ہیں انکاردکرتے ہیں، قرآن نے الاتزوار وزر اخری ٥ وان لیس لِلانسان الاماسعی ٥ و قدرفیها اقواتها فی اربعه ایام سواء للسائلین ٥ یا ایهاالناس اتقواربکم الذی خلقکم من نفس واحدة ٥ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغوالنکاح ٥ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو ٥ ماکان لنبی ان یکون له اسریٰ ٥ معیشیت اورمعاشرت میں برابری، نابالغ بچوں کے نکاح پربندش، عورت اورمردمیں برابری، ذخیرہ اندوزی، ارتکاز دولت، استحصال اورغلام سازی پربندش کے جتنے بھی قوانین نافذکرنے کے احکام دیے ہیں، امت مسلمہ کے جملہ امامی فرقوں نے قرآن حکیم کے ان جملہ احکامات کوٹھکرایا ہواہے، اس چوری اورسینہ زوری کوچھپانے کیلئے ان فرقوں والوں نے قرآن حکیم کے اندرمعنوں میں تحریفات کی ہوئی ہیں، اوربعض احکامات کومنسوخ قراردیا ہواہے، میں دنیا بھرکے انسانوں کوانسانیت کے نام پراپیل کرتاہوں کہ یہ الکتاب قرآن حکیم جملہ ذات انسان کیلئے ھدی للناس ھدایت کی راہ بتانے والی کتاب ہے، اسلئے سارے انسان دوست لوگوں کواستدعاکرتاہوں کہ آئیں ہم اس مشترکہ میراث کو عالمی سرمایہ دارشاہی اورجاگیردارشاہی کی دام ہم رنگ والی سازشوں سے چھڑاکرقرآن کوروایات اورامامی سازشوں سے آزادکراکرخوداسکے بتائے ہوئے تصریف آیات والے ہنر سے قرآنی فقہ اورتفقہ حاصل کریں! انظر کیف نصرف الآیات لعلهم یفقهون ٥ اوپرلگائے ہوئے میرے الزام اوردعوی کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے مدارس میں سب کچھ پڑہاتے ہیں لیکن قرآن کوقرآنی اسلوب سے نہیں پڑہاتے'

خداکرے کوئی موسی ادھربھی آنکلے _ ذراساطورجلاؤبڑااندھیراہے

فہرست

انتساب

یہ کتاب میں جناب مہاتیر محمد صاحب (سابق وزیر اعظم ملائیشیا) کے نام سے منسوب کرتا ہوں۔

یہ اس وجہ سے کہ کچھ عرصہ پہلے دوران سفر انکے جہاز کو مرمت کی ضرورت پڑگئی، اسلئے قریبی ایئرپورٹ کراچی پر ریپئرنگ کیلئے اترا، اس دوران مہاتیر محمد صاحب جہاز میں بیٹھے رہے، ایئرپورٹ پر کسی اخباری صحافی کو اسکی خبر ہوئی تو اس نے جہاز کے پاس جاکر ملاقات کیلئے رابطہ کیا اسپر اسے مہاتیر محمد صاحب نے جہاز میں بلالیا ملاقات کے آخر میں صحافی نے گذارش کی کہ آپ پاکستان کے مسلمانوں کیلئے کوئی پیغام دیں، تو جواب میں جناب مہاتیر محمد صاحب نے کہا کہ جس مسلم امت والوں کا عقیدہ یہ ہو کہ انسان کی اصل زندگی اسکے مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے تو میرے پاس ایسے لوگوں کیلئے کیا پیغام ہوسکتا ہے!!! مجھے جناب مہاتیر محمد صاحب کے اس جواب پر بڑا تعجب ہوا کہ وہ اتنا مصروف اور دور رہتے ہوئے بھی کس طرح تو رائیونڈ والوں کے تبلیغی نصاب سے واقف ہیں۔

جب کہ دنیا کو حسنہ بنانے کے قرآنی تصور سے دستبرداری کا فلسفہ خودکش حملہ آورں کو ذہنی طور پر تیار کرنے میں بھی کام آتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

میری یہ کتاب بنام ''کیا علم حدیث، قرآن کی تفسیر کرسکتا ہے؟'' اس کے اندر کتاب کے نام میں جو ایک قسم کا سوال ہے، اس سوال کا جواب کتاب کے مضامین کو پڑھنے سے ملیگا، یہاں ایک وضاحت کرنی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں اس کتاب میں کچھ دیگر مضامین کے ساتھ بالخصوص پانچ مشہور فرائض اسلام جنہیں علم الحدیث والوں نے **بنی الاسلام علی خمس** کی حدیث سے ذکر کیا ہے (۱) توحید (۲) صلوۃ (۳) زکوۃ (۴) صوم (۵) حج میں نے اس کتاب میں ان پانچ مضامین کو چند دیگر مضامین کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے کہ علم الحدیث میں ان پانچ چیزوں کو دین اسلام کے ارکان ستون کے طور پر بنیادوں کے طور پر پیش کیا گیا ہے، سو موجود علم الاحادیث نے ان ارکان دین کی کیا تشریح کی ہے اور خود قرآن حکیم نے ان چیزوں کی کیا تشریح کی ہے، ان دونوں تشریحوں کو تقابل کے طریقہ سے میں نے لایا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو پہلے توحید، صلوۃ، زکوۃ، صوم اور حج سے متعلق قرآنی موقف اور مقصد معلوم ہوجائے، اس کے بعد ان ارکان کی جو علم الحدیث کے ذریعے تشریح کی گئی ہے، تعارف کرایا گیا ہے اسے بھی قارئین حضرات ملاحظہ فرمائیں، میں نے عرض کی کہ میں نے اس کتاب میں پانچ مضامین کو خصوصیت کے ساتھ کیوں لایا ہے؟ جناب قارئین! وہ اس لئے کہ جب آپ ان ارکان اسلام کا تعارف قرآن والا پھر اس کے مقابلہ میں مروج علم الحدیث کا تعارف پڑھینگے تو بہت ہی آسانی سے آپ فیصلہ کرسکینگے کہ یہ روایات بنام علم حدیث تخلیق کرنے والوں کی، قرآن رسول اللہ اور اسلام کے بارے میں کس قسم کی ذہنیت ہے، یہ حدیث ساز لوگ اسلام سے متعلق اپنے ذہنوں میں دلوں میں اندرونی سوچ کیا رکھتے ہیں، ان بنیادی ارکان اسلام پر قرآن کا انداز بیاں، ورڈنگ اور مقصدیت کی تفہیم کے لئے قرآنی بولی اور اسلوب کو نگارش کو بھی آپ ذہن میں رکھیں

پھر علم روایات کی عبارتوں کو قصوں کو بھی قرآن سے تیلی کریں پھر بتائیں کہ حقائق کیا ہیں کیا نہیں ہیں، سو جب آپ دیکھینگے کہ اتنے اہم مسائل جو اسلام کے ستون ہیں ان کا علم حدیث والوں نے کیا تو حشر کیا ہے، کتاب کے پانچ مضامین میں سے صرف پہلے ایک مضمون توحید پر بقیہ چار مضامین سے میری تحریر کا کچھ مختلف انداز ہے وہ یہ کہ توحید کی صرف قرآنی تفہیم پیش کی ہے اور مروج علم حدیث کے وکلا کو اپیل کی ہے کہ اگر آپ کے علم الروایات میں توحید سے متعلق قرآن کی طرح کی اگر تفسیر ہے تو میدا میں لا کر دکھاؤ

مفسر قرآن، اللہ عزوجل خود آپ ہیں

فرمان ربی ہے کہ "الر کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر" (۱۱-۱) یعنی اللہ علیم اور رحیم کی دعوی ہے کہ اس کی اس کتاب کی جملہ آیات محکم ہیں یعنی اپنی تعبیر اور تفسیر میں مستحکم لائی ہوئی ہیں جو کہ استحکام کے ساتھ تفصیل اور تفسیر کی ہوئی بھی ہیں، اور ان آیات کا تفسیر بھی من جانب اللہ کیا ہوا ہے یہ تفسیر بھی ایسے اللہ کا کیا ہوا ہے، جو حکمت والا بھی ہے اور باخبر بھی ہے"۔

محترم قارئین! اس آیت پر غور فرمائیں کہ قرآن کے تفصیل کے لئے اللہ نے کسی اور کے لئے کیا چھوڑا ہے، اگر کوئی اللہ کی اس دعوی اور اعلان کے رد میں سوسوال لے آئے کہ اللہ نے سال کے مہینوں کے نام قرآن میں نہیں لکھے، تو قرآن نے فرمایا کہ **"کذلک نفصل الآیات لقوم یتفکرون"** (۲۴-۱۰) یعنی ہم جو قرآن کا تفصیل کرتے ہیں وہ غور فکر اور جستجو کرنے والی قوم کے لئے کرتے ہیں، جب ہم نے عالمی کلینڈر کے لئے یہ بتا دیا ہے کہ **"ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر شھرا فی کتاب اللہ"** (۳۶-۹) اللہ کے ہاں سال کے لئے مہینوں کی گنتی بارہ عدد لکھی گئی ہے، چونکہ یہ کتاب **ھدی للناس** کتاب ہے یہ کسی ایک قوم اور مخصوص گروہ کے لئے نہیں ہے اس دھرتی کے گولے پر اس کے مختلف اطراف میں مختلف موسمیں ہوتی ہیں قرآن صرف عربوں کے لئے نازل نہیں ہوا، اس لئے اللہ

نے کسی مخصوص خطہ ارض کی قوم کی موسمی ثقافتی ضرورت کے پیش نظر تجویز کردہ ان کے نام نہ بتا کر اقوام عالم کو گویا کہ ایک پرمیشن دے دی کہ آپ بھی اپنی ثقافت اور موسموں کے حساب سے مہینوں کے نام ان کی مناسبت سے رکھ سکتے ہیں آپ کو پابندی صرف اس بات کی کرنی ہے کہ سال کے مہینے بارہ ہی رہنے دیں کمتی بڑھتی نہ کریں، جس طرح کہ ماضی میں ایک قوم کے پاس سال میں تیرہ مہینے بھی رہے ہیں"۔

حقیقت میں مجھے یہ بارہ مہینوں کے ناموں کے سوال کے جواب لکھنے کی بھی ضرورت نہیں تھی وہ اس لئے کہ ایسے جوابات ہر قرآن پڑھنے والے کو تھوڑے سے غور وفکر سے سمجھ میں آجانے والی چیز ہے میں نے بھی یہ جواب کسی امامی علم سے نہیں حاصل کیا، اور امامی علوم والے تو اس طرح کا تکلف یعنی قرآن پر غور فکر کر کے مسائل حیات کا استخراج کرنے کو جائز نہیں سمجھتے۔

محترم قارئین! اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں تین بار مبینات کے صیغہ سے سمجھایا ہے کہ میری یہ آیات آپ کی طرف بھیجتے وقت خود میری طرف سے کھول کر بیان کرنے والی نازل کی ہوئی ہیں (۲۴-۳۴) (۶۵-۱) اللہ نے قرآن کے شان میں بیسیوں بار اسے مبین کے لقب سے تعارف کرایا ہے۔ یہ مبینات اسم فاعل جمع مونث کا صیغہ ہے مبینات کی معنی کہ خود بیان کی ہوئی آیات، اور مبین کا صیغہ جو اسم فاعل ہے اس کی معنی ہے کہ یہ خود تو کھلا ہوا بیان کیا ہوا ہے لیکن دوسری چیزوں کو بھی کھول کھول کر کے بیان کرنے والا ہے، اس کے علاوہ بھی بیسیوں بار اللہ نے قرآن کے شان اور تعارف میں نور کے لفظ سے اسے متعارف کرایا ہے، اب کوئی بتائے کہ صاحب الکلام اللہ عزوجل جب خود اپنی بات اپنی طرف سے تفصیل کے ساتھ سمجھائے اور کھول کر سمجھائے اتنا کھولے اتنا تفصیل کرے کہ خود اس تفصیل کا نام بھی نور تجویز کرے تو اب کوئی بتائے کہ اس کتاب کے لئے یہود ہنود و مجوس کے دانشوروں کی بنائی ہوئی حدیثیں قرآن کو کیا کھولینگی"۔ جناب قارئین! میں نے تو یہ دعوی کی ہے الزام لگایا ہے کہ یہ حدیث ساز لوگ قرآن کے دشمن ہیں، انہوں نے تو قرآن کو گالیاں دی ہیں، قرآن اور رسول پر انہوں نے تبرائیں کی ہیں،

افسوس کہ صدیوں سے آج تک قرآن لاوارث ہے، یتیم ہے اسلام لاوارث ہے، یتیم ہے قرآن مظلوم ہے، دنیا میں مجھے ایسی کوئی عدالت معلوم نہیں ہے جس میں جاکر کوئی فریاد داخل کرسکوں کہ ان حدیث ساز اماموں اور ان کے پیروکاروں نے ہمارے رسول کو گالیاں دی ہیں، اور امت مسلمہ کی ماں سیدہ عائشہ صدیقہ کو گالیاں دی ہیں، اور امت کے مولوی لوگ ایسی حدیثیں بڑے ادب کے ساتھ وضو کر کے امت کی نئی نسل کو پڑھاتے ہیں، امام بخاری نے کتاب الصوم میں باب نمبر ۱۲۰۶ حدیث نمبر ۱۷۹۷ میں لکھا ہے کہ ''**عن الاسود عن عائشة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل و یباشر وھو صائم وکان املکم لاربه وقال قال ابن عباس مآرب حاجة قال طاؤس اولی الاربة الاحمق لاحاجة له فی النساء**'' یعنی کالے شیدی (حدیثوں کی طرح یہ بھی جعلی نام ہے) نے روایت کی عائشہ سے اس نے کہا کہ رسول اللہ بوسے دیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے اس حال میں کہ وہ روزے سے ہوتے تھے اور وہ تم سے زیادہ طاقت رکھتے تھے اپنی حاجت پر، راوی کہتا ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ مآرب کی معنیٰ حاجت ہے اور طاؤس نے کہا کہ اولی الاربہ اس بیوقوف کو کہتے ہیں جسے عورتوں سے کوئی رغبت نہ ہو'' محترم قارئین! مجھے نہیں معلوم کہ آپ لوگوں نے اس حدیث میں دی ہوئی گالی کو سمجھا یا نہیں، قرآن حکیم نے دو بار عربی زبان کا محاورہ ''مباشرۃ'' بمعنیٰ جماع اور ہم بستری کے لئے استعمال کیا ہے، بحوالہ آیت (۱۸۷۔۲) بخاری نے اس حدیث کے ترجمۃ الباب میں لکھا ہے کہ **باب المباشرة للصائم وقالت عائشة یحرم علیہ فرجھا** یعنی باب کا عنوان ہے کہ روزہ کے لئے مباشرۃ کرنا کیسا ہے پھر حدیث کے اندر بی بی عائشہ کی زبانی ہے رسول اللہ نے اس کے ساتھ مباشرت کی، لیکن امام بخاری نے باب کے عنوان میں عائشہ سے یہ قول گھڑ کر لکھا ہے کہ اس مباشرت میں رسول پر فرج حرام تھی، ان باتوں کے بعد حدیث میں جو امام بخاری نے طاؤس کا قول نقل کیا ہے کہ اولی الاربہ کی معنیٰ ہے کہ وہ بیوقوف آدمی جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو، غور کیا جائے کہ طاؤس کا یہ قول امام بخاری نے یہاں کس مقصد کے لئے منتخب کیا ہے، اس قول کے منتخب کرنے کی یہ معنیٰ نکلتی ہے کہ رسول اللہ نے روزے کے اندر جو مباشرت کی ہے اگر اس

میں عورتوں سے مباشرت والی معنیٰ قرآن والی نہ لی جائیگی تو کم سے کم حدیث پڑھنے والا حدیث کے ساتھ آلٹریشن کردہ طاؤس والے قول پر تو غور کریگا کہ اس قول کا مصداق امام بخاری کس کو بنانا چاہتا ہے، اگر امام بخاری اور اس کے عقیدتمندوں کے نزدیک اولی الاربہ یعنی وہ بیوقوف جو عورتوں کی حاجت نہ رکھتا ہو، یہ طاؤس کے قول کی گالی اگر حدیث میں اس جملہ کے استعمال کی وجہ سے اس کی معنیٰ سمجھانے کے لئے طاؤس کا قول لایا ہے تو اس کے عوض میں کیا جب قرآن حکیم عربوں کے محاورہ کو نقل کرتے ہوئے گھر والیوں سے ہمبستر ہونے کے مفہوم کو مباشرت کے محاورہ سے نقل کرتا ہے تو حدیث ساز لوگ حدیث کے اندر عربوں اور قرآن کے محاورہ کی خلاف ورزی پر اپنی طرف سے اس حدیث میں کوئی معذرت یا sorry لکھ دیتے کہ میں نے محاورہ کو چھوڑ کر لغوی معنیٰ کھال کا کھال سے رگڑنے والی معنیٰ مراد لی ہے، سو امام بخاری کی اس طرح معذرت نہ کرنا بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کی سوچ تبرا والی ہے وہ اس طرح کہ دنیا میں سارے لوگ تو عقل سے پیدل نہیں ہیں جو لفظ مباشرۃ کی معنیٰ عربی محاورہ والی اور قرآن والی کو اہمیت نہ دیں'' اور جہاں تک طاؤس کا قول لانا کہ اولی الاربہ کی معنیٰ وہ بیوقوف آدمی ہے جو عورتوں کی حاجت نہ رکھتا ہو۔ محترم قارئین! میں ضروری سمجھتا ہوں کہ ان حدیث ساز اماموں کا ذہنی ذوق اور کلچرل مائینڈ بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں پھر آپ ہی اندازہ لگائیں کہ کیا اس قسم کے لوگ جو رسول اللہ کے اسم گرامی سے منسوب کردہ حدیثیں دنیا والوں کو سنا رہے ہیں یہ کس قماش کے لوگ ہیں۔ اور یہ لوگ قرآن کا تفسیر کس قسم کا کرینگے۔ جناب عالی! امام بخاری کا یہ استاد طاؤس جس کا تبرا والا یہ قول آپ نے ابھی پڑھا، امام بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب البیوع کے باب نمبر ۱۳۸۵ بنام ھل یسافر بالجاریة قبل ان یستبرئھا'' کے اندر اپنے استاد امام طاؤس کا قول لایا ہے کہ ''**وقال عطاء لاباس ان یصیب من جاریته الحامل مادون الفرج**'' یعنی امام طاؤس نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں ہے کہ کوئی شخص اگر اپنی حاملہ لونڈی کو فرج کے سواء کسی دوسرے روٹ سے جماع کرے'' محترم قارئین! ہم پر جو سادہ ذہن نیکو کار نمازی مسلم لوگ ہمیں منکر حدیث کہکر ناراضگی کا اظہار کرتے

ہیں ان کی خدمت میں صرف اتنا عرض ہے کہ خدارا امام بخاری کو امام مسلم کو جو یہ دو امام ائمہ احادیث میں بڑے پارسا کے طور پر مشہور ہیں انہیں خود آپ پڑھیں، لیکن آپ کے لئے بھی میرا ایک شرط ہے کہ آپ کوئی دکاندار اور محنت مزدوری کرنے والے ہوں تو شاید صحیح مفہوم پا سکینگے لیکن جو مسجد اور مدرسوں کی تنخواہوں پر پل رہے ہیں ایسے لوگ شاید اپنی روزی بچانے کے لئے کم ہی اسلام قرآن، اور رسول پر رحم کرینگے، اصل میں ہمارے مذہبی پیشواؤں میں جو حقیقت پسند لوگ ہیں ان کا ذہن ان حقائق کی طرف اس لئے نہیں جارہا جو تاریخ کے مضمون سے ان کا تعلق کم ہی ہے اور خود تاریخ بھی بڑے پیمانے پر مکمل طور سے دشمنان قرآن اور امامی تحریک کے آدمیوں کی لکھی ہوئی ہے، اس کے باوجود میں نے اس مضمون کی طرف اس لئے توجہ مبذول کرائی ہے کہ ان کے جھوٹ بھی تضادات سے بھرے ہوئے ہیں اور تضادات سے ہی سچ نکالا جاسکے گا، قرآن حکیم نے علم سیکھنے کا ایک فن بتایا کہ ایک ایک ٹاپک پر مضمون پر اسکالر لوگ تیاری کریں پھر اسی مضمون پر اپنے اپنے مقالے لکھیں ان کے اوپر اور ان کے تضادات کے اوپر آپس میں مذاکرہ کریں (۵۰-۲۵) قرآن حکیم نے جو جو بھی احکام اذکر، یذکروں مطلب کہ ذکر کے مصدری منبع سے جتنے بھی مضامین کی طرف توجہ دلائی ہے یہ سب عالمی تاریخ کے مضامین ہیں، مریم، ابراہیم، موسیٰ، اسمٰعیل، ادریس، داؤد، ایوب، یسع، ذالکفل وغیرھم علیھم السلام کی تحریکوں پر ایم اے کی ڈگری کے ایم فل کے پی ایچ ڈی کے مقالے اور تھیسز تیار کرائی جائیں، علم سے صحیح نتائج اخذ کرنے کے لئے قرآن نے یکسوئی اور انہماک کی تلقین کی ہے (۸-۷۳) لیکن ہم امت مسلمہ والوں کے لئے ڈوبنے کا مقام ہے کہ حدیث ساز دشمنان اسلام نے قرآن کی اس بڑی تلقین ''ذکر'' کو رہبانی پھندوں میں منتقل کرکے ذکر کی معنیٰ دانوں والی مالہاؤں پر اللہ کے ناموں کی گنتی کرنا گنتی کے رٹے لگانے یا اجتماعی کورس میں بکھرے ہوئے بالوں والے جاہل لوگوں کے ذریعے بڑے شور وغل سے ھاھو کا شور مچانا اسے ذکر کہا گیا ہے، اس پاگل پن سے قرآن کا جو مقصد تھا تذکیر بالاء **اللہ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا** (۸-۷۳) اس کا سارا مقصد بذریعے علم حدیث فوت کرایا گیا

ہے، ثوابوں کی غلط معنیٰ کی رشوت اور چسکے دیکر۔

سال رواں سے حکومت سعودیہ نے اپنی عوام سے شہریوں پر سے ایران جاکر وہاں دفن شدہ اماموں کی ولادت اور وفات کے موقعوں کی تقریبات میں جاکر شرکت کرنے پر عائد کردہ پرانی پابندی کو ختم کردیا ہے اور ان کے شہری اب مشہد وغیرہ میں شریک ہو نے آئے تھے۔ جناب عالی! میں پہلی والی پابندی پر اعتراض کرتا ہوں کہ یہ کیا طریقہ ہے لوگوں کو اپنے خیالات میں جکڑے رکھنے کا تم فقہ جعفری کے مخالف مسلم لوگ، اپنی حکومت میں اپنے ملک کے مدارس میں پہلے ہی قرآن دشمن امامی علوم پڑہار ہے ہو، مکہ میں تمہاری یونیورسٹی جامعہ ام القریٰ، مدینہ المنورہ میں تمہاری جامعہ مدینہ یونیورسٹی مصر میں جامعہ ازھر یونیورسٹی ہندستان، پاکستان، انڈونیشیا، بنگلا دیش کے مطلب کہ سارے مسلم ممالک والے اپنے اپنے مذہبی تعلیم کے اداروں میں مخالف قرآن امامی علوم پڑہارہے ہیں، پھر ان خیالات والے لوگوں پر ایران جانے پر بندش لاگو کرنے کا کیا فائدہ جس امامیات کے علوم سے ڈر کر تم لوگوں کو ایران جانے نہیں دیتے یہ گناہ تو تم اپنے گھروں میں خود کررہے ہو این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند، ایران کے مرکز علمی قم میں جہاں تین سؤ یونیورسٹیاں ہیں امامی علوم اور عصری علوم کی تعلیم سے متعلق وہاں کم سے کم میری ناقص معلومات کے مطابق جناب آیت اللہ ڈاکٹر محمد صادقی بانی مرکز حوزہ علمی قم کا ادارہ اور شخصیت ایسی تو ہے جو علم قرآن کو جملہ امامی علوم پر فوقیت اور اولیت دیتے ہوئے اپنے طالب علموں کو قرآنی علوم سے مزین اور مسلح کرتے ہیں، آپ تو کعبۃ اللہ اور روضہ رسول میں بھی خلاف قرآن امامی علوم کی آبیاری کررہے ہیں، اب جب روضہ رسول پر بھی لوگوں کو یہ خلاف قرآن حدیثیں سنائی جائیں کہ رسول اللہ روزے کی حالت میں گھر والیوں سے مباشرت کرتے تھے، تو پھر لوگوں کو امام علی رضا کے روضہ شہر مشہد میں جانے سے ایسی کونسی چیز سے آپ ڈرتے ہیں جو آپ کے مراکز میں نہیں ہیں تبرا والی حدیثیں تو آپ باوضو ہوکر پڑھتے ہیں، سعودی حکومت والوں اور ایرانی حکومت والوں میں کوئی خاص فرق نہیں ہے سعودی والے رسول اللہ کی قبر کے مجاور ہیں ایران والے

اماموں کی قبروں کے مجاور ہیں یہ دونوں ایک جیسے ہوئے یوں لہ ابوالکلام ازادے للھا ہے
مجاوروں نے کبھی انقلاب تو نہیں لایا، ابھی آپ نے بخاری کی ایک تبرا والی حدیث نمبر ۱۹۰۰ عن
**عائشہ قالت اعتکفت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ من ازواجہ مستحاضۃ فکانت تری الحمرۃ
والصفرۃ فربما وضعنا الطست تحتھا وھی تصلی۔** باب کا نام ہے حیض والی عورت کا اعتکاف کرنا''
جناب عالی! اعتکاف کی اصطلاح قرآن حکیم نے حکومت چلانے کے امور سے متعلق طواف اور
اعتکاف حج اور عمرہ کی باتیں سمجھائی ہوئی ہیں ان کا تفصیل آپ کو اس کتاب کے اخیر میں ملیگی،
میں اس حدیث کے جملہ لوازمات پر تبصرہ بھی نہیں کرونگا، لیکن میں حدیث کے اس مخصوص حصہ کی
طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اس میں بی بی عائشہ کا قول نقل کیا گیا ہے کہ رسول
اللہ کی گھر والیوں میں سے ایک گھر والی مستحاضہ (حیض) سے ہوتی تھی، جسے وہ حیض سرخ اور زرد
رنگ والا نظر آتا تھا، کبھی تو اسے اتنا حیض آتا تھا جو اس کے نماز پڑھنے کے دوران ہم اس کے نیچے
سے ایک طشت رکھ دیتے تھے''۔ جناب قارئین! میں شہر سے دور اور مالی لحاظ غریبوں اور محنت کش
غریب کسانوں کے ماحول میں رہنے والا ہوں وہاں علاج کی وہ جملہ سہولتیں میسر نہیں جو شہروں
میں ہوتی ہیں، اور میرے مشاہدہ کے کئی مثال اور نام میرے سامنے ہیں جو کئی اموات علاج کی
سہولتیں میسر نہ ہونے کی وجہ سے ہوئے ہیں، میں نے اپنی سوسائٹی میں کوئی ایسا کیس نہیں سنا جو کسی
عورت کو اتنی ماہواری آتی ہو جو اسے کپڑوں اور کپاس سے اپنی جگہ تک محدود کرنے سے بھی اتنا
زیادہ خون آتا ہو جو اس عورت کے نیچے کوئی تغاری رکھنی پڑے''، یہ حدیث خالص جھوٹی ہے
ازواج رسول کی شوق عبادت کی آڑ میں ایسی تو ہان کی خست پیش کی گئی ہے جو رسول اللہ پر بھی
الزام آتا ہے کہ وہ اپنی گھر والیوں کے علاج معالجہ کی طرف بھی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ جناب
قارئین! غور فرمائیں اتنا زیادہ مقدار میں خون نکلنے سے آدمی کو اتنا تو اسے کمزور ہو جانا چاہیئے جو وہ
کسی بھی صورت میں نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا، اور اتنا زیادہ خون دینے والے آدمی کو دماغ
کے چکر بھی اتنے آئینگے جو اس سے اعتکاف اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنا سب بھول جائینگے۔

کیا ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ جناب رسول کی ہتک عزت کرنے والوں کا احتساب کریں

محترم قارئین! ان حدیث سازوں کی جناب رسول اللہ اور اس کی ازواج مطہرات
کی ہتک عزت والی یہ کوئی ایک دو حدیث نہیں ہے ساری مسلم بخاری ایسی حدیثوں سے بھری پڑی
ہیں، اور یہ جملہ روایات یقینی طور پر خلاف قرآن اور ان شیخ الحدیثوں نے جو مشہور کیا ہوا ہے کہ ان
کی حدیثیں قرآن کا تفسیر کرتی ہیں، قرآن ان کی حدیثوں کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا، تو آئے کوئی
منصف عادل جج ابھی اسی جگہ اس بات کا فیصلہ قرآن سے پوچھ کر بتا دیتے ہیں کہ قرآن جتنا
مفصل کوئی علم ہو ہی نہیں سکتا اور قرآن کے بتائے ہوئے مسئلہ پر جتنی بھی حدیثیں لائی گئی ہیں وہ
ایسی تو عبارتوں سے گھڑی ہوئی ہیں جو پڑھتے ہی شرم آتا ہے۔ محترم قارئین! اس ماہواری سے
متعلق کہ شوہر گھر والی کو کتنا قریب ہو سکتا ہے کتنا نہیں پہلے آئیں کہ قرآن حکیم سے یہ مسئلہ
پوچھیں، اس کے بعد امامی روایات کو پڑھیں قرآن حکیم میں ہے کہ'' **ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذی
فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ ان اللہ
یحب التوابین ویحب المطھرین**'' (۲۲۲_۲) یعنی اے نبی! آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں اپنی
بیویوں سے قربت کا حیض کی حالت میں، تو جواب میں آپ ان کو کہہ دیجیئے کہ ایسی حالت میں ان
کے ہاں جانا یہ باعث ایذاء ہے اس لئے اعتزال کیجیئے یعنی جدا رہیں عورتوں سے حیض کے مکان
کے حوالہ سے اور قریب نہ جائیں ان کو جب تک وہ طھارت والی نہ بن جائیں پھر جب طھارت
والی ہو جائیں تو آئیں ان کی طرف اس طریق پر جس کا اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے تحقیق اللہ پسند
فرماتا ہے ان لوگوں کو جو توابین ہوں'' (یعنی جن لوگوں نے اماموں کے کہنے پر اپنی بیویوں سے
غیر فطری راستہ سے جیسے کہ امام مالک امام طاؤس وغیرہ کا شوق اور نظریہ ہے کہ بغیر فرج کے
دوسرے راستہ بھی جایا جا سکتا ہے) تو جن لوگوں نے اس امامی روٹ سے جانے کی توبہ کی ہے ان
کو اور پاکباز لوگوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ جناب قارئین! اس آیت میں پھر اماموں کے بتائے
ہوئے روٹ سے عورتوں کی طرف جانے کی روش سے قرآن نے ممانعت فرمائی ہے کہ'' فاتوھن

من حیث امرکم اللہ" یعنی عورتوں کو اس طریق پر ملیں جس کا اللہ نے حکم کیا ہے۔ محترم قارئین! وہ اللہ کا بتایا ہوا حکم اور طریقہ کیا ہے؟ تو وہ بھی ساتھ والی آیت میں اللہ نے بتایا ہے کہ "**نساؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم**" یعنی عورتوں آپ کی ایک قسم کی کھیتی ہیں، پھر آیا کریں اپنی کھیتی کی طرف جس وقت چاہیں۔ جناب قارئین! اس آیت سے پہلی والی آیت میں اللہ نے فرمایا کہ ایام حیض میں "فاعتزلوا النساء فی المحیض" یعنی منع صرف جاء حیض کو قریب جانے کی ہے یعنی اس مخصوص مقام کے سوا ہر قسم کی مقاربہ پہلے کی طرح جائز ہے (محیض اسم ظرف مکانی ہے اس لئے منع کا تعلق آیت میں اس خاص محل سے ہے) پھر دوسری آیت میں فرمایا کہ "اللہ کا بتایا ہوا سکھایا ہوا حکم کردہ طریق یہ ہے عورتوں کی طرف حرث کے حوالہ سے یعنی کھیتی کے مقصد سے جائیں جس میں بیج بویا جاتا ہے یہ کنایہ ہے اولاد کے حصول کے بیج بونے سے تو اس قرآنی حکم کہ عورتوں کو کھیتی کے بیج بونے والے محل سے آؤ جب کہ فقہ ساز اور حدیث ساز اماموں کا بتایا ہوا راستہ فرث کا ہے جہاں سے پائخانہ کیا جاتا ہے، عربی میں فرث گوبر اور پائخانہ کو کہا جاتا ہے، تو اللہ نے بجائے فرث کے حرث کا لفظ استعمال فرمایا ہے، سو اگر اس کے بعد بھی امام لوگ حرث کو چھوڑ کر فرث کی طرف جانا چاہتے ہیں تو اس سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ان کے علم و عمل کا جملہ ذوق بھی فرث کے گرد گھومتا ہے۔ جس کے ہمارے پاس اور بھی مثال ہیں، جو فی الوقت نہیں لا رہے جب ضرورت ہوئی تو کھولے جائینگے امام ابن جوزی اور عینی کی اجازت سے۔

اعمال کی پرکھ

قرآن حکیم نے انسانوں کو ان کے اعمال کے درست اور کامیاب بنانے کیلئے جو تعلیم و تربیت دی ہے اس میں اس حقیقت پر بڑا زور دیا ہے اور توجہ مبذول کرائی ہے کہ آپ کا عمل صالح ہونا چاہیئے، آپ کے عمل کی رزلٹ صالح ہونی چاہیئے، فلاح اسے ملیگی جس کے اعمال صالح ہونگے۔ دخول جنت کا مدار اعمال صالحہ پر ہوگا برے اعمال کے نتائج آدمی کو بھگتنے ہونگے، دنیا کے ججوں کو عدالتوں کو گویا کہ قرآن نے تعلیم دی ہے کہ لوگوں کے اعمال کی پرکھ اس طرح کی جائے جو دیکھا

جائے کہ ان نے اپنی کارکردگی میں اپنے عمل کے اصلاح کی کس حد تک کوشش کی ہے" پورے قرآن حکیم کے اندر لفظ عمل اپنے مختلف صیغوں میں تقریبا کل تین سو ساٹھ بار استعمال ہوا ہے ان میں اندازا اور تقریبا ستر بار عمل لفظ کے ساتھ صالح کا لفظ لایا گیا ہے یعنی جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد عمل صالح کیا" ان کے لئے جنتیں ہیں، ان کے لئے مغفرت ہے، ان کے لئے فلاح ہے وغیرہ" پورے قرآن میں کہیں بھی عمل کے ساتھ نیت کا لفظ نہیں لایا گیا بلکہ پورے قرآن میں نیت کا لفظ ایک بار بھی کہیں استعمال نہیں کیا گیا، عمل کی کامیابی کیلئے قرآنی رہنمائی کہ صالح ہونا چاہیئے قرآن کا یہ نسخہ اعمال کے پرکھنے کے لئے ایک کسوٹی ہے، اعمال کو درست کرنے اور سدھارنے کا اکسیر نسخہ ہے۔

عمل کی کامیابی کیلئے علم حدیث کی رہنمائی

محترم قارئین! امام بخاری اور اس کے استادوں نے اصحاب رسول کے دین اسلام کیلئے ایک بہت بڑے کارنامے "ہجرت" کو داغدار بنانے کیلئے لوگوں کے ذہنوں میں شکوک اور ان سے نفرت ڈالنے کیلئے ایک حدیث کی گھڑاوت کی ہے کہ کچھ صحابہ کی ہجرت بعض ہجرت کرنے والی عورتوں سے شادی کرنے کے خیال سے تھی یا مدینۃ الرسول یثرب کی عورتوں سے جا کر شادی رچانے کیلئے تھی، اور اس خلاف قرآن حدیث کو امام بخاری نے اپنی کتاب بخاری میں شروع کتاب میں پہلے نمبر اور درجہ پر لایا ہے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ "**انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرأ مانوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوالی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجرالیہ**" یعنی اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملیگا جس کی اس نے نیت کی ہوگی" جس کی نیت دنیا کے لئے ہوگی وہ اسے ملے گی یا کسی عورت کیلئے ہوگی تو وہ اس سے نکاح کریگا پھر اس کی ہجرت اس چیز کی طرف شمار کی جائے گی جس کیلئے ہجرت کی ہوگی" خلاصہ ختم"

محترم قارئین! اس حدیث کے پڑھنے سے ہر کوئی آدمی یقین سے یہ سمجھے گا کہ زمانہ ہجرت میں ہجرت کرنے والوں کے خیالوں اور سوچوں کے پیش نظر رسول اللہ جیسی عظیم المرتبت

ہستی نے جو یہ فرمایا ہے کہ جیسی نیت ویسا پھل جس کی ہجرت حصول دنیا کیلئے ہوگی وہ اسے پائے گا اور جس کی نیت ہجرت کسی عورت کیلئے ہوگی تو وہ اس سے نکاح کریگا'' اس سے پھر اصحاب رسول کے عمل ہجرت کے متعلق ضرور قیامت تک آنیوالے لوگ اس حدیث کے حوالہ سے ان میں سے کچھ کو انقلاب کیلئے ہجرت، کرنے والے تسلیم نہیں کرینگے'' اب قارئین کرام آئیں کہ یہ معاملہ قرآن سے معلوم کریں اس کے بعد موازنہ کے طور پر پھر اس حدیث پر غور فرمائیں سورۃ بقرہ میں اللہ نے فرمایا کہ **ان الذین هاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ اولائک یرجون رحمت اللہ** (۲۱۸_۲) یعنی تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جھاد کیا، یہ لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں، متلاشی ہیں، خواہش مند ہیں، مزید فرمایا کہ **الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل اللہ باموالهم وانفسهم اعظم درجة عند اللہ واولایک هم الفائزون** (۲۰_۹) یعنی جو لوگ ایمان لے آئے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اپنے مالوں سے اور جانوں سے ان کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے اور یہ لوگ کامیاب ہیں'' محترم قارئین! ان دو آیتوں کے سوا بھی ہجرت کرنے والوں کی اللہ عزوجل نے تعریف فرمائی ہے اور کسی ایک بھی موقعہ پر ان کے ہجرت کے کارنامہ میں کوئی کردارکشی نہیں کی کیڑے نہیں نکالے تو پھر علم حدیث کی اس کردارکشی کو قرآن حکیم کا تفسیر کیوں کر مانا جائے گا، جو لوگ دعوے کرتے ہیں کہ علم حدیث کے سوا قرآن سمجھ میں نہیں آیگا، تو حدیث کی سمجھ اور تعبیر تو اصحاب رسول کو قرآن کے برعکس عورتوں اور پئسوں کیلئے ہجرت کرنے والا قرار دیتی ہے، یہ حدیثوں والا ہجرت کا تعارف مہاجرین اصحاب کا تعارف تو دشمن اصحاب ہوا، یہ حدیث ساز امام لوگ تو مفسرین قرآن کے عوض دشمنان قرآن و دشمنان اصحاب رسول ہوئے، ان کی اس تفسیر سے تو قرآن جھوٹا ثابت ہوتا ہے اور اس حدیثی تفسیر سے تو اصحاب رسول دنیا پرست اور شہوت پرست ثابت ہوتے ہیں، کیا ایسی حدیثیں قرآن کے تفسیر کے طور پر قبول کی جاسکتی ہیں؟ کیا ایسا علم حدیث قرآن کا خیر خواہ ہوسکتا ہے؟ قرآن میں کہیں بھی لفظ نیت کا ذکر نہیں کیا گیا کیوں؟

محترم قارئین! قرآن حکیم نے کسی بھی عمل اور کام کرنے کے حوالوں سے لفظ ارادہ کا استعمال کیا ہے، ویسے ارادہ کے معنوں میں علم حدیث بنانے والوں نے نیت کا لفظ بدل کے طور استعمال کیا ہے، جو کہ حقیقت میں لفظ ارادہ کی معنیٰ کا صحیح طور پر بدل اور قائم مقام نہیں ہوسکتا، اس لئے کہ لفظ نیت کی معنیٰ میں ایک قسم کا جبر ہے، تحکم ہے، تصنع ہے، جو کہ لفظ ارادہ کے مادہ میں نہیں ہے، بلکہ ارادہ کی معنیٰ و مفہوم میں برعکس لفظ نیت کے دلی چاہت ہے، **طبعی تقاضا والا مفهوم ہے،** **جیسے کہ ولقد راودته عن نفسه فاستعصم** (۳۲_۱۲) عزیز مصر کی بیوی نے کہا کہ میں نے اپنی نفس کی چاہت سے یوسف کو بلایا لیکن اس نے خود کو بچالیا، آگے ہے کہ **انا راودته عن نفسه وانه لمن الصادقین** (۵۱_۱۲) یعنی میں نے یوسف کو چاہا تھا، یوسف کا کوئی قصور نہیں وہ سچ کہتا ہے اور ہم نے اس پر جھوٹا الزام لگایا تھا مطلب کہ لفظ ارادہ کی معنیٰ میں طبعی اور نفسانی ذوق اور چاہت ہوتی ہے، وارفتگی ہوتی ہے، جو نیت میں نہیں ہوتی، تو اللہ عزوجل حساب وکتاب کے معاملہ میں ان اعمال پر جزا و سزا کا مدار رکھتا ہے جن کی تعمیل و عدم تعمیل میں جبر نہ ہو یعنی اللہ نے اپنے قانون میں ناانصافی کا ادنیٰ سا شائبہ تک نہیں آنے دیا، تو قارئین حضرات لفظ ارادہ اور لفظ نیت کے اندر اس معنوی تفاوت کو ذہن میں لاکر اندازہ کریں کہ اہل فارس کے حدیث ساز اماموں کی کیا مجال ہے جو قرآن کی عربی اور اللہ کے کلام کی تفسیر کرسکیں، یعنی لفظ ارادہ کی تفسیر لفظ نیت سے کرنا یہ ایک وسیع المعانی لفظ کی تعبیر محدود اور تنگ معنیٰ والے لفظ کے ساتھ تفسیر کرنا ہوئی، جس کو آپ تفسیر المفصل بالمبھم کہہ سکتے ہیں، اس لئے یہ والی حدیث یعنی الاعمال بالنیات اگر جناب رسول اللہ سلام علیہ کی فرمائی ہوئی ہوتی تو وہ ہرگز ایسی غلطی نہ کرتے جب کہ کئی سارے علماء اس حدیث کو متواتر حدیث بھی قرار دیتے ہیں سو اگر متواتر حدیث کا یہ حال ہے تو باقی احادیث کا فیصلہ بھی خود قارئین حضرات خود ہی فرمائیں اس مثال پر قیاس کرتے ہوئے ''قیاس کن زخزان این گلستان را''۔

علم الاحادیث کا قرآن کی اصطلاح میں ہیر پھیر کرنا

فرمان قرآن ہے کہ۔ **احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم هن لباس لکم وانتم لباس**

لهن، علم الله انکم تختانون انفسکم فتاب علیکم وعفا عنکم فالٰان باشروهن وابتغوا ما کتب الله لکم وکلو واشربوا حتی یتبین لکم الخیط لابیض من الخیط الاسود من الفجر ثم اتموا الصیام الی الیل ولا تباشروهن وانتم عاکفون فی المساجد تلک حدود الله فلا تقربوها کذالک یبین الله ایاتہ للناس لعلهم یتقون (۲_۱۸۷)

خلاصہ تمہارے لئے روزوں کی رات کو گھر والیوں سے جنسی میلاپ کو جائز اور حلال کیا گیا ہے، شوہر اور بیوی کا آپس کے ساتھ رشتہ لباس کی طرح کا ہوتا ہے جو ان کے بیچ میں کوئی اور حائل نہیں ہوسکتا، اللہ کو پتہ ہے کہ تم نے اپنے ساتھ خیانت کرتے ہوئے اپنے گھڑے ہوئے قوانین سے روزوں کی رات کو بیویوں سے ہم بستری کو حرام قرار دیا ہوا تھا، اللہ تمہارے اوپر اس قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی جسارت کو معاف کرتا ہے اور واپس اصلی فطری قانون کی طرف تمہیں لوٹانے کیلئے تمہاری خیانت کو معاف کیا ہے اب تمہیں اپنی بیویوں کے ساتھ روزوں کی رات میں مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مباشرت کرتے وقت میاں بیوی کے تعلقات میں اللہ کے مقرر کردہ فوائد کو ڈونڈھا کرو، نیز اس کے ساتھ رات سے صبح کے نمودار ہونے تک کھایا پیا کرو اس کے بعد روزوں کو مکمل کیا کرو رات کے آنے تک، اور اگر تمہارے اوپر ملکی مھمات کو حل کرنے کی کوئی مقررہ میعاد کیلئے ڈیوٹی لگی ہوئی ہے تو اس عرصہ کے دوران مساجد (آفیسوں میں، انسپکشن بنگلوں میں سرکٹ ہاؤسز میں) گھر والیوں سے ہم بستری نہ کیا کریں' یہ قوانین ہیں اللہ کی جانب سے ان کی حدود شکنی کے قریب بھی نہ جایا کریں، اس طرح سے اللہ کھول کھول کر کے اپنی آیات لوگوں کے سامنے لاتا ہے تاکہ وہ قانون شکنی سے بچ کے رہیں۔

محترم قارئین! اس آیت کریمہ میں باشروھن کا لفظ دوبار استعمال کیا گیا ہے ب ش ر تینوں حرفوں کے زیر کے ساتھ کی معنیٰ کھال اور چمڑی ہے اس لفظ کو جب باب مفاعلۃ کے وزن پر (مباشرۃ) کر کے لایا جائیگا تو اس باب کی خاصیت میں طرفین کا عمل میں اشتراک لازمی ہوتا ہے تو لفظ مباشرت کی اصطلاحی اور محاورہ کی معنیٰ جماع قرار دی گئی ہے کیوں کہ اس عمل میں دو کھالوں کا گھسنا ہوتا ہے، بہرحال اس عربی محاورہ کے مطابق جو نزول قرآن بھی مثل ما انکم تنطقون ہے

(۲۳_۵۱) قرآن نے عربوں کے محاورہ کے مطابق جب مباشرہ بمعنیٰ جماع کے باب مفاعلۃ کے حوالہ سے استعمال فرمایا ہے تو یہی لفظ صیغہ یعنی باب مفاعلۃ والا امام بخاری نے اپنی کتاب کے جلد اول کے کتاب الحیض میں باب نمبر ۲۰۷ کو مباشرہ الحائض کے عنوان سے لایا ہے جس کی معنیٰ ہے حیض والی عورت سے مباشرت کرنا''

جناب قارئین! اس باب میں امام بخاری صاحب نے تین حدیثیں لائی ہیں، جن کے نمبر ہیں (۲۹۲_۲۹۳_۲۹۴) پہلی حدیث قالت (عائشہ) **کنت اغتسل انا والنبی ﷺ من اناء واحد کلانا جنب وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض وکان یخرج رأسہ الی وھو معتکف فاغسلہ وانا حائض۔**

خلاصہ میں اور رسول اللہ ایک برتن سے غسل کرتے تھے اس حال میں کہ ہم دونوں جنب کی حالت میں ہوتے تھے، اور رسول اللہ مجھے حکم فرماتے تھے، پھر میں ازار (چادر) پہن لیتی تھی پھر آپ مجھ سے مباشرت کرتے تھے اس حال میں کہ میں حیض سے ہوتی تھی اور اپنا سر میری طرف نکال دیتے تھے اور میں اس کو دھو دیتی تھی اس حال میں کہ میں حائضہ ہوتی تھی اس حال میں کہ وہ اعتکاف کرنے والے ہوتے تھے (پہلی حدیث پوری ہوئی)

تبصرہ

جناب قارئین! اس حدیث میں حدیثیں پڑہانے والے مولوی حضرات بتاتے ہیں کہ تین حدیثیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ میں اور رسول اللہ جنبی ہونے کی وجہ سے جب غسل کرتے تھے ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے، دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ مجھے چادر پہنے کا حکم دیتے تھے پھر مجھ سے مباشرت کرتے تھے اس حال میں کہ میں حیض سے ہوتی تھی۔ تیسری حدیث کہ اپنا سر میری طرف نکال دیتے تھے اور میں اس کو دھو دیتی تھی اس حال میں کہ میں حیض سے ہوتی تھی۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاری صاحب نے تین حدیثوں کو جدا جدا لکھنے کے بجاء ایک ہی نمبر کی حدیث میں اکٹھے کیوں لکھا ہے؟ اس طرح ملا کر لکھنے سے تو پہلی دو حدیثوں کو ایک ہی قسم کا معمول سمجھنے کی طرف پڑہنے والے کو شبہ پڑسکتا ہے کہ جنبی عمل بھی دوران حیض میں ہوا ہوگا،

ہمارے دور کے علماء کرام تو نیک نیت لوگ ہیں ان کے ذہنوں اور دلوں میں احترام رسول اتم درجہ پر ہے لیکن مخالفین اسلام لوگ تو امام بخاری کی حدیثوں اور ترتیب سے جناب رسول اللہ کے شان پر اعتراضات کر سکتے ہیں بالخصوص اس پر کہ جب قرآن حکیم نے عربی زبان کے محاورہ میں مباشرۃ کی معنیٰ جماع کرنا بتائی ہے (۱۸۷۔۲) تو امام بخاری نے اپنی حدیث میں بی بی عائشہ کے ساتھ حیض کی حالت میں رسول اللہ کا مباشرت کرنا کیوں کر لکھا ہے" قرآن حکیم کے محاورہ میں جماع کیلئے مباشرۃ کے لفظ کو لانا یہ تو نہایت تہذیب اور اخلاق والی گفتگو کا یک اعلیٰ مثال ہے جو قرآن کی تعلیم دیتے وقت اپنی بیٹیوں کو بھی آدمی بغیر جھجھک کے یہ محاورہ والا لفظ استعمال کریگا، بمقابلہ لفظ جماع اور وطی کے، سو جب قرآن حکیم نے لفظ مباشرت کو جماع کی معنیٰ میں متعین فرمادیا تو امام بخاری نے حائضہ عورت کو چادر پہنانے کے بعد اس کے ساتھ مباشرت کرنے کا لفظ لایا ہے تو کیا یہ قرآن حکیم والی معنیٰ کے ساتھ جناب رسول اللہ کے شان کی بے ادبی نہیں ہوئی؟ اگر قرآن والی معنیٰ مراد نہیں تو اس حدیث میں لفظ مباشرت کے استعمال سے قرآنی تعلیم تہذیب واخلاق والی معنیٰ کی خلاف ورزی نہیں ہوئی؟ کیا اس قرآنی محاورہ کے استعمال سے مخالفین اسلام، مخالفین رسول، اور مخالفین رسالت کو موقع فراہم نہیں کیا گیا؟ اسکا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ رسول علیہ السلام کی کردار کشی کرنے والوں کو "رنگیلا رسول" جیسی کتابیں لکھنے والوں کو مواد فراہم کی جائے اور "شیطنک ورسز" جیسی بکواس اور واہیات کتاب لکھنے والوں کو حوالے فراہم کئے جائیں۔"

بہرحال اس حدیث کے حوالہ سے مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ قارئین حضرات نے آیۃ ۱۸۷۔۲ میں قرآن کی لائی ہوئی اصطلاح مباشرت کو بھی پڑہا اور سمجھا پھر اسی اصطلاح اور محاورہ کو بخاری کی حدیث نمبر ۲۹۲ میں کتاب الحیض کے اندر بھی پڑہا، اب ہر کوئی اپنے ضمیر سے دل ودماغ سے سوال کرے غور کرے پوچھے کہ قرآن کی تفسیر اس علم حدیث سے سمجھی جاسکتی ہے؟ کیا یہ موجودہ اور مروج علم حدیث قرآن کی تفسیر کرنے کے لائق ہے؟ آگے دو عدد حدیثوں ہر ایک نمبر ۲۹۳۔۲۹۴ میں یہی بات عائشہ کے سوا دوسری ازواج رسول سے متعلق لکھی گئی ہے ۲۹۳ نمبر حدیث کی عبارت

یہ ہے کہ **کانت احدنا اذا کانت حائضا فاراد رسول ﷺ ان یباشرھا امرھا ان تتزر فی فور حیضتھا ثم یباشرھا** یعنی ہم میں سے کسی کو اگر ماہواری کے دن ہوتے پھر ارادہ فرماتے رسول اللہ اس کے ساتھ مباشرت کرنے کا اسے حکم دیتے تھے اسے حیض کے جوش کے وقت ازار باندہنے کا پھر اس کے ساتھ مباشرت کرتے تھے" اس عبارت کے بعد حدیث سازوں نے اخیر میں یہ بھی فرمادیا کہ **ایکم یملک اربہ کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ** یعنی تم میں سے کون ہوسکتا ہے ایسا آدمی جو اپنی حاجت پر قابو ہوسکتا ہو جس طرح نبی علیہ السلام قدرت رکھتے تھے اپنی حاجت کو قابو کرنے میں" اس حدیث کے آخری جملہ یعنی اپنی حاجت پر قابو ہونے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہاں تینوں حدیثوں میں لائے ہوئے لفظ مباشرت کی وہ معنیٰ مراد نہیں ہے جو آیت ۱۸۷۔۲ کے اندر محاورہ کے طور پر جماع والی معنیٰ کی گئی ہے، تیسری حدیث ۲۹۴ کی عبارت ہے کہ **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یباشر امرأۃ من نساۂ امرھا فاتزرت وھی حائض** یعنی رسول اللہ جب اپنی بیویوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مباشرت کرنا چاہتے تو اسے چادر (ازار) پہننے کا حکم دیتے تھے ایسی حالت میں جب کہ وہ حیض سے ہوتی تھی۔"

جناب قارئین! ایک چیز بیچ والی حدیث سے ملی کہ رسول اللہ حیض والی بیوی کو چادر پہنانے کے بعد بھی اس سے مباشرت تو کرتے تھے لیکن اپنی حاجت پر کنٹرول کرتے تھے یعنی یہاں مباشرت کی معنیٰ قرآن والی معنیٰ نہیں ہے جسے صاف طور پر خلاف قرآن معنیٰ کہی جائیگی لیکن اس موضوع سے متعلق جملہ راویوں کی نیت میں جو روا نظر آتا ہے وہ صاف صاف یہ ہے کہ اگر یہ بتانا مقصود ہوتا کہ حائضہ عورت کے ساتھ بغیر جماع کرنے کے رات گذاری جاسکتی ہے تو اتنا کہہ دینا کافی ہوجاتا، کیوں کہ اس مسئلہ میں قرآن حکیم کی ججمنٹ نہایت ہی صاف طریقہ پر موجود ہے کہ **یسئلونک عن المحیض قل ھو اذی فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن حتی یطھرن** ۲۲۲۔۲ یعنی آپ سے سوال کرتے حیض کے وقت مقام حیض کو جانے کا تو آپ فرمائیں کہ یہ تو ایذاء والی بات ہوگی، اس لئے عورتوں کو ایام حیض میں مقام حیض سے جدا رہیں اور ان کو پاک ہونے تک مقام مخصوص

ے لحاظ سے قریب نہ جائیں۔"

جناب قارئین! اس مسئلہ میں قرآن حکیم کی دو آیتوں (۲_۱۸۷) اور (۲_۲۲۲) کے بعد تو کوئی ابہام نہیں رہتا۔ اگر قرآن کی ان دو آیتوں کے پڑھنے کے بعد بخاری کی یہ کتاب الحیض کی تین حدیثیں پڑھتے ہیں تو ان سے قرآن کا تفسیر ملنے کے بجاء قرآن سے حدیثوں کا تضاد نظر آتا ہے، بہر حال یہ ثابت ہوا کہ یہ احادیث قرآن کا تفسیر کرنے کے لائق نہیں ہیں۔

مسئلہ حرمت رضاعۃ،

قرآن کے بتائے ہوئے رضاعی رشتے

جناب قارئین! سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۳ میں تیرہ عدد رشتوں کو آپس میں حرام گنوایا گیا ہے نکاح کے لحاظ سے آیت نمبر ۲۴ میں ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا بھی حرام بتایا گیا ہے جو شادی شدہ کسی کے نکاح میں ہیں اس عرصہ میں بھی ان کے ساتھ نکاح کرنا حرام بتایا گیا ہے۔" جناب قارئین! آیت نمبر ۲۳ میں جو تیرہ عدد رشتے بتائے گئے ہیں ان میں کا آٹھواں رشتہ وہ تمہاری مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہو اور نواں رشتہ تمہاری دودھ پینے میں شریک بہنیں" یہ دو عدد رشتے رضاعۃ یعنی دودھ پینے کے حوالہ سے جو نکاح وشادی کے لحاظ سے حرام بتائے گئے ہیں، بقیہ جو گیارہ رشتے حرام گنوائے ہوئے ہیں ان کا تعلق رضاعۃ کے ساتھ نہیں ہے یعنی دودھ پینے کے ساتھ نہیں ہے۔ ہر کوئی جا کر اپنے گھر میں موجود قرآن کے اندر پڑھکر دیکھے۔ "ان محرمات یعنی حرام کردہ چودہ عدد رشتوں کے گنوانے کے بعد فرمان ربی ہے کہ **واحل لکم ماوراء ذالکم** (۴_۲۴) یعنی ان کے علاوہ بقیہ جملہ قسم کی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا حلال کیا جاتا ہے، اس کے بعد محترم قارئین! اب آئیں علم حدیث کی طرف کہ اس میں رضاعی رشتوں کے حوالے سے کیا تو تفسیر پیش کی گئی ہے۔ امام بخاری نے اپنی کتاب کے کتاب الشہادہ کے اندر ایک باب باندھا ہے **الشھادۃ علی الانساب والرضاع المستفیض والموت القدیم** کے نام سے باب کا نمبر ہے ۱۶۵۰۔ اس کے اندر چار عدد حدیثیں لایا ہے ۲۴۵۶ سے لیکر ۲۴۵۹ تک پہلی حدیث میں ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں کہ اجازت

طلب کی میرے پاس آنیکی افلح نے پھر میں نے اسے اجازت نہیں دی پھر اس نے کہا کہ آپ مجھسے پردہ کرتی ہیں جب کہ میں آپ کا چاچا ہوں پھر میں نے کہا کہ وہ کیسے؟ تو اس نے کہا کہ دودھ پلایا تجھے میری بھابھی نے میرے بھائی سے (بچہ جننے کے بعد) جو اسے دودھ ہوا" پھر کہا عائشہ نے کہ سوال کیا میں نے اس کے متعلق رسول سلام علیہ سے تو انہوں نے جواب۔ میں فرمایا کہ افلح نے سچ کہا اسے اجازت دیدو" (حدیث پوری ہوئی)۔

محترم قارئین! دیکھا آپ نے حدیث سازوں کی حرفت کو کہ اللہ عز وجل نے آیت (۴_۲۳) کے اندر رضاعت کے حوالہ سے صرف دو عدد رشتوں کو محرمات میں سے تسلیم کیا ایک رضاعی ماں اور دوسرا رضاعی بہن، سوچنے والوں کو یہ قرآنی فلسفہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ حرمت کا سبب اور علت یہ قرار پایا کہ ماں کا دودھ جو اس کے بدن کا جزو ہے وہ بچے کے پیٹ میں جب جاتا ہے تو بچے کے جسم کا جزو بن جاتا ہے پھر اجزاء کی وحدت کی بنیاد پر ماں اور بچوں کی آپس میں نکاح کی حرمت لاگو ہو جاتی ہے۔ تو اس حدیث میں لکھا ہے کہ افلح نے عائشہ سے کہا کہ دودھ پلایا ہے میری بھابھی نے تجھے جو دودھ اسے میرے بھائی سے ہوا تھا الفاظ عربی عبارت کے ہیں کہ **قد ارضعتک امراۃ اخی بلبن اخی**" یعنی میرے بھائی کی بیوی کو میرے بھائی کی وجہ سے دودھ ہوا تھا، محترم قارئین عورت کو بچہ جننے کے بعد چھاتی میں جو دودھ تیار ہوتا ہے قرآن کی فلاسفی اس دودھ کو خالص عورت کی مشنری کی پیداوار قرار دیتی ہے،، اس میں اس کے شوہر کے جزو کو شریک اور شامل قرار نہیں دیتی جب کہ عورت کے اولاد میں شوہر کے بیج کو اولاد کے اندر بطور جزو تسلیم کیا گیا ہے لیکن رضاعت یعنی عورت میں دودھ کے پیدا ہونے کے اندر اس کے شوہر کا کوئی حصہ نہیں ہوتا، بہر حال قرآن کے اس فلسفہ کو علم حدیث کے ذریعے سے اس روایت کی معرفت توڑا گیا ہے رد کیا گیا ہے، اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث سازوں کی نیت میں قرآنی افکار ومسائل کی تشریح وتفسیر کرنا مقصود نہیں بلکہ اس کے الٹ قرآن سے ٹکر کھا کر اس کے فلسفہ کو توڑ کر افکار قرآنی میں ترمیم اور تبدیل کرنا ہے جیسا کہ ابھی آپ نے آیت (۴_۲۳) کے رد میں بخاری کی حدیث

نمبر ۲۴۵۶ کو پڑھ کر دیکھا۔"

اس کے بعد حدیث نمبر ۲۴۵۷ میں نیا کرشمہ دکھایا وہ یہ کہ اس سے پہلے والی حدیث میں جناب عائشہ کو ایک عدد رضاعی چاچا دیکر حکم دیا گیا کہ وہ اس سے بے پردہ ملا کرے، پھر اس حدیث میں جناب رسول کو حمزہ نامی رضاعی بھائی دیکر اس کی بیٹی کو بھی محرمات میں سے بنا کر یعنی بھتیجی بنا کر رسول اللہ سے بغیر پردہ کے ملنے کی پرمنٹ دے دی جو کہ یہ رشتہ قرآن کے بتائے ہوئے رضاعی دو رشتوں میں سے نہیں ہے۔" کیا تو علم الحدیث سے قرآن کی تفسیر ایسی ہوتی ہے جو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ قرآن کو احادیث نبوی کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا۔"

آگے باب کی تیسری حدیث نمبر ۲۴۵۸ میں بی بی حفصہ کو ایک رضاعی چاچا فلان کے فرضی نام سے دیا گیا ہے جب حفصہ کے رضاعی چاچے فلان کا حفصہ کے دروازے پر بلانے کا آواز سنا گیا تو عائشہ نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے جناب رسول اللہ سے کہا کہ کاش جو میرا فلان رضاعی چاچا اگر آج زندہ ہوتا تو وہ بھی اس قانون کی روشنی میں میرے گھر داخل ہوسکتا تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ ہاں رضاعت سے وہ سب رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو ولادت سے (نسب سے) حرام ہوتے ہیں۔" جناب قارئین! کیا تو تک ہے جو اس خلاف قرآن قانون کے اطلاع اور اعلان سے بی بی عائشہ کو حدیث سازوں نے تمنا کرتے ہوئے دکھایا ہے کہ آج اگر میرا فلان ماضی میں مرا ہوا چاچا اگر زندہ ہوتا تو وہ بھی میرے پاس میرے گھر میں آجاتا، عجیب بات ہے کہ حدیث سازوں کو رسول اللہ کا جھوٹ موٹھ والا رضاعی بھائی کا نام: حمزہ تو مل گیا لیکن حفصہ اور عائشہ کے چاچوں کے لئے نام نہیں مل سکے، وہاں فلاں فلاں پر ہی گذارہ کیا۔"

اسی باب میں چوتھی حدیث ۲۴۵۹ نمبر والی ہے کہ **ان عائشہ قالت دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعندی رجل قال یا عائشہ من ھذا قلت اخی من الرضاعہ قال یا عائشہ انظرن من اخوانکن فانما الرضاعۃ من المجاعۃ** یعنی میرے پاس رسول اللہ تشریف لائے تو اس وقت میرے ہاں ایک رجل یعنی آدمی بیٹھا ہوا تھا آپ نے پوچھا کہ اے عائشہ یہ کون ہے میں نے عرض کیا کہ یہ میرا رضاعی

بھائی ہے آپ نے فرمایا کہ دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہیں؟ رضاعت تو وہ قابل اعتبار ہوتی ہے جو بھوک کی حالت میں پی جائے" محترم قارئین! اس چوتھی حدیث پر غور کرو!! کیا یہ شان عائشہ کے خلاف تبرا نہیں ہے جو خود رسول اللہ کی زبان مبارک سے عائشہ پر شک دکھایا جارہا ہے کہ آپ کہہ تو رہی ہیں کہ میرا رضاعی بھائی ہے لیکن ہر ایک رضاعی بھائی نہیں ہوتا، رضاعہ بھوک سے ہوا کرتی ہے اس کی توجیہ مترجمین نے یہ کی ہے کہ رضاعہ وہ قابل اعتبار ہے جو کم سنی میں ہو۔ جب کہ یہ توجیہ بھی بے تکی ہے بھوک کا تعلق عمر کے ہر دور سے ہوتا ہے صرف کم سنی کو بھوک لازم نہیں ہوتی، اور حدیث کے اندر جملہ **یا عائشہ انظرن من اخوانکن** یعنی دیکھ لیا کرو کہ تمہارے بھائی کون ہوسکتے ہیں، رسول اللہ کے اس سوال میں صاف صاف طور شک نظر آتا ہے کہ جو شخص عائشہ کے ساتھ بیٹھا ہے وہ اس کا بھائی نہیں ہوسکتا، اس لئے مترجمین کی توجیہ کے مطابق کہ رضاعہ کم سنی میں ہوا کرتی ہے سو رسول اللہ عائشہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے رجل کو اس کا ہم عمر تسلیم نہیں کر رہے تھے اسی لئے تو رضاعہ کے لئے کم سنی کو لازم فرمایا، جناب قارئین! اب غور فرمائیں کہ اہل بیت رسول کے لئے گالیاں دینے والی حدیثیں قرآن کا تفسیر کس طرح بن سکتی ہیں؟ اور اس طرح کی حدیث سازی صاف صاف بتا رہی ہے کہ یہ حدیث ساز گروہ فرضی اور جعلی ناموں سے حدیثیں بنام رسول بنا کر قرآنی انقلاب کے قوانین میں تحریف و تنسیخ کے تیر چلا کر دنیا سے اسلام کو ختم کرنے اور اس کی جڑیں اکھیڑنے کے درپے ہیں، غور فرمایا جائے کہ اس حدیث کی سند ہے کہ "**حدثنا محمد بن کثیر اخبرنا سفیان عن اشعث بن ابی شعثاء عن ابیہ عن مسروق**" یہاں پہلا راوی محمد بن کثیر ایک جعلی اور فرضی نام ہے اس میں جناب رسول اللہ کے نام کو گالی دی گئی ہے لفظ کثیر میں تعداد کی بہتات والی معنیٰ ہے اس جعلی نام سے یہ لوگ نام محمد کو گالی دیکر اپنی نفرت اور عداوت کو تسکین دے رہے ہیں، اور ان راویوں کا دور زندگی وہ دور ہے جو تازہ تازہ قرآنی تعلیم سے انہیں تربیت دی ہوئی ہے کہ "**بئس الاسم الفسوق بعد الایمان** یعنی ایمان لانے کے بعد برے نام نہ رکھا کرو تو پھر ایسے دور میں اس طرح کے نام کسی نے کیوں رکھے ہونگے۔" جناب قارئین اس حدیث کی سند کا دوسرا نام دیکھیں

اشعث بن شعثاء ہے اشعث اور شعثا کی معنی ہے جس کے بال بکھرے ہوئے ہوں، اس نام کے رشتے اس طرح ہوئے کہ اشعث اور شعثا دونوں بھائی ہیں، ان کا ایک باپ ہے جو حدیثیں روایت کرنے والا عالم ہے، اس عالم آدمی نے دونوں بیٹوں کا نام ایک کا اشعث اور دوسرے کا شعثا رکھا ہوا ہے، اگر اشعث اور شعثا نام کے عوض ان کے حال کے مطابق کے لقب ہیں تو یہ لوگ تو بڑی عمر کے بعد ایسے ہوئے ہونگے یعنی آوارہ اور منشیات زدہ لوگ ہوئے، ورنہ پیدا ہونے کے وقت تو اکثر لوگوں کے بال ایک ہی طرح کے ہوتے ہیں، بہرحال حدیثوں کی تعداد نہایت ہی بے شمار ہے اس لئے ناموں کی کھپت کے موافق ہی نام ایجاد کرنے کی ضرورت ہے ان لوگوں نے جناب صدیق اکبر کے ایک رشتہ دار کا نام بھی زبیر بن العوام رکھا ہوا ہے اس نام سے تو زبیر کی ماں کو گالی ہوئی زبیر جو نواسہ صدیق اکبر ہے اسے ان حدیث سازوں نے ولد العوام مشہور کر کے اپنے اندر کی بھڑاس نکالی ہے اس تبرائی نام کو تسلیم کرنے والے جملہ اہل سنت و اہل حدیث ایسے ہی تبرائی ہوئے جس طرح کہ یہ حدیث ساز لوگ تبرائی ہیں، اس صورت حال کا اصل پس منظر یہ ہے کہ موجودہ مروج فرقوں کے لوگوں کو امامی تحریک کی شخصیتوں کا جو تعارف کرایا گیا ہے وہ کچھ اس طرح کا ہے کہ یہ امام لوگ روزانہ رات کی نفلی عبادت میں ختم قرآن پورا کرتے تھے عشاء کی نماز کیلئے کئے ہوئے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے امام بخاری ایک ایک حدیث کیلئے طواف کعبہ کر کے وہاں نفل نماز پڑھکر کے مراقبہ کرتے تھے مراقبہ میں رسول سے اس کی ملاقات ہو جاتی تھی تو ان سے ملی ہوئی حدیث کے متعلق تصدیق کرا کے بعد میں اسے اپنی کتاب میں درج کرتے تھے، سو کئی لوگ تو سادہ ذہنی کی وجہ سے اس طرح کے جھانسوں کے فریب میں مبتلا ہو گئے اور امامی تحریک کے اسلام دشمن قرآن دشمن تحریک کے باطنی لوگوں کو پرکھ نہ سکے، اور کچھ لوگ تو ان میں سے واقعی اس باطنی تحریک کے دل سے خود بھی ممبر ہیں اور تھے اس تحریک اور ممبر شپ کی لسٹوں پر اگر پی ایچ ڈی کے تھیسز تیار کرائے جائیں تو کئی سارے خانقاہی خانوادے اور شیوخ الحدیث لوگ آپ کو یہود مجوس و نصاریٰ کے ایجنٹ ملینگے، میں آپ کی خدمت میں ڈرتے ہوئے نہایت مختصر اشارہ کر رہا

ہوں کہ ناظم جمعیۃ علماء ہند مولانا محمد میاں کی کتاب حیات شیخ الہند نام یا تحریک شیخ الہند، اس کا مواد مولانا موصوف نے انڈیا آفیس لندن جا کر آؤٹ کیے ہوئے رازوں سے ترتیب دیا ہے: جس کے اندر بڑے بڑے شیخ التفسیر والحدیث آپ کو آستین کے سانپ نظر آئینگے" اور شاہ اسمٰعیل شہید اور سید احمد شہید کی تحریکوں اور ان کی ناکامی اور اس میں بھرتی کردہ سپاہ اور شکست کے اسباب کو اور اس کے بعد کے حالات پر اگر ریسرچ کرائی جائے گی تو جھنگل کی حویلی کے کئی کرداروں سے آپ کی ملاقات ہو جائیگی" جیسے کہ شیخ سعدی کا قول ہے کہ "پیچھے سے سنگ باری کرنے والوں کو جو مڑ کر دیکھا تو اپنے ہی شاگردوں سے ملاقات ہوگئی"

مسئلہ شہادت میں علم قرآن سے علم حدیث کا ٹکراء

جناب قارئین! آپ نے ابھی ابھی ملاحظہ فرمایا کہ مسئلہ رضاعت میں قرآن حکیم کی فلاسفی نے، حرمت کیلئے عورت کے دودھ کو خالص عورت کے جسم کی پیداوار قرار دیا ہے اور اسے پینے والے بچہ کو عورت کے شوہر کے ساتھ مسئلہ حرمت میں شریک تسلیم نہیں کر رہا، جب کہ علم حدیث کی فلاسفی قرآن کے فلسفہ کو توڑ کر عورت کے دودھ کے پیدا ہونے میں اس کے شوہر کو دخیل قرار دے رہی ہے" اب آئیں شہادت کے مسئلہ میں دیکھیں کہ قرآن کا فرمان کیا ہے اور علم حدیث پر غور فرمائیں کہ وہ قرآن کا تفسیر کرتا ہے یا رد کرتا ہے۔

میرا خیال ہے کہ اس مسئلہ میں پہلے قرآن کے موقف کو سمجھا جائے۔ مطلق اختلافی قضیوں اور مقدموں کے اندر قرآن حکیم نے شاہدوں کا عدد اور نصاب جو مقرر فرمایا ہے، وہ ہے دو عدد، عادل لوگ جس کے لئے فرمایا کہ **"شهادة بينكم اذا حضر احدكم الموت حين الوصية اثنان ذوا عدل"** (۵_۱۰۶) یعنی جب تم میں سے کسی ایک کو موت کی گھڑی آن پہنچے پھر شاہد بنیں تم میں سے دو عادل لوگ۔ اسی مسئلہ میں دوسرے مقام پر قرآن نے فرمایا کہ **"فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او فارقوهن بمعروف واشهدوا ذوى عدل منكم واقيموا الشهادة لله"** (۶۵_۲) یعنی جب طلاق شدہ عورتیں اپنی میعاد عدت کو پہنچیں تو اس کے بعد انہیں قانون کے ذریعے روکیں اپنے

پاس یا جدا کریں بھی تو قانون کی روشنی میں اور ایسے فیصلہ پر دو عدد عادل لوگوں کو آپس میں سے شاہد بنائیں، شہادت کے مسئلہ کو تو قائم رکھنا ہی ہے۔''

اسی معاملہ میں یعنی لین دین جیسے معاملات میں گواہوں کے دو عدد ہونے کی بات تیسرے مقام پر فرمائی کہ'' **یاایھا الذین آمنوااذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ**'' یعنی'' اے ایمان والو! جب تم آپس میں قرضہ کی لین دین کرو کسی مقرر میعاد تک کی تو اسے لکھ لیا کرو'' اس مسئلہ میں قرآن حکیم مختلف ہدایات دیتے دیتے فرماتا ہے کہ'' **واستشھدو اشھیدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشھداء ان تضل احدٰھما فتذکر احدٰھما الاخریٰ**'' (۲۸۲۔۲) یعنی'' شاہد بناؤ اپنی لکھت والی دستاویز پر دو شاہد، تم اپنے مردوں میں سے پھر اگر دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد اور دو عورتیں جن کی شاہدی دینے پر شاہدوں میں سے تم لوگ رضامند ہو'' (عورتوں کے دو ہونے کا سبب یہ ہے کہ) ان میں کی کوئی ایک دوسری کو بھول جانے پر یاد دلا سکے۔'' غور فرمایا جائے کہ اس آیت میں بھی شاہدوں کا نصاب وہی دو عدد شاہد ہی ہیں لیکن دوسری عورت ایک شاہدہ کو قرآن نے ایک قسم کی اضافی رعایت دی ہے کہ اسے مدد کے طور پر ایک سہیلی دی جائے جو وہ دونوں شاہدی کے تفصیل میں ایک دوسری کو یاد دلائیں'' جناب قارئین! یہاں عورت کی کمزوری نہیں ہے جو اس کی شخصیت اور پرسنلٹی کا اسے نقص قرار دیا جائے بلکہ عوتوں کیلئے تو اضافی رعایت اللہ نے دی ہے جو مرد کو نہیں دی، حقیقت میں میں اللہ سے ڈرتا ہوں نہیں تو میں یہ اعتراض مشہور کرتا کہ ایسی رعایت ہم مردوں کو بھی دی جاتی، لیکن بادشاہ کے سامنے میری کیا مجال، جہاں تک ذہنی نقص کی بات ہے تو مرد سے عورت کسی بھی حیثیت میں کم نہیں ہیں میری بیٹیاں میرے بیٹوں کے مقابلہ میں پڑھنے میں ہوشیار ہیں۔'' میری بیوی کئی کام مجھے یاد دلاتی ہے جو مجھ سے بھول گئے ہوئے ہوتے ہیں، کئی چیزیں گھر واستعمال کی میں گھر میں لے آتا ہوں ان کے لانے کا وقت اور قیمت مجھ سے بھول جاتی ہے، میری گھر والی کو یاد رہتی ہے، اس مسئلہ شہادت میں عورت کے ساتھ رعایت اور قرآن میں دیگر مقامات پر عورتوں کی سفارش پڑھکر ہی تو علامہ اقبال بول اٹھے کہ'' اگر

میں اس چیز سے بے خبر ہوتا کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے تو میں دعویٰ سے کہتا کہ یہ کتاب کسی عورت کی تصنیف شدہ ہے، مرد کہاں عورتوں کی اتنی طرفداری کریگا'' اور جو قرآن پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ میراث میں قرآن نے بھائی کے مقابلہ میں بہن کو آدھا حصہ ورثہ میں دیا ہے تو اس مغالطہ کو میں نے اپنی کتاب'' امامی مذہب اور قرآن'' میں اچھی طرح سے صاف کیا ہے'' **اور یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین** (۴۔۱۱) کو اس مدلل انداز سے کھولا ہے جو قرآنی انصاف اور مساواتی تقسیم کو غلط معناؤں سے رسوا کرنے والوں کو عوامی عدالت کے کٹہڑے میں لاجواب بنا کر حاضر کیا ہے چونکہ اس خلاف قرآن خیانت کی تفصیل کچھ لمبی چوڑی ہے اس لئے اسے اسی کتاب میں ہی پڑھا جائے یہاں دوبارہ نقل کرنا طوالت ہوگی'' سو شاہدی کے معاملہ میں عورت کو ایڈیشن میں مدد میں دوسری عورت کو بھی ساتھ میں دینا یہ عورت کا عقلی اور ذہنی نقص نہیں ہے بلکہ اس کے لئے یہ اضافی اور خصوصی رعایت ہے میرے خیال میں قرآن پر اس قسم کا الزام کہ وہ عورت کو مرد کے مقابلہ میں دوسرا نمبر دیتا ہے قرآن حکیم نے کئی مقامات پر اس کا رد کیا ہے ساتھ ساتھ مرد کے مقابلہ میں عورت کو برابر برابر لایا ہے، ملاحظہ فرمائیں'' **یاایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ**'' (۴۔۱) یعنی'' اے انسانو! اپنے پالنے والے کے قوانین شکنی سے بچ کر رہیں جس نے تم سب کو ایک ہی جرثومہ حیات سے پیدا فرمایا ہے'' دیکھو اس سے بڑھکر مرد اور عورت کی مساوات کی اور کیا مثال ہو سکتی ہے'' لیکن یہ مثال اور دلیل تو ہوئی تخلیقی بنیاد میں مساوات آگے اوصاف جمیلہ اور کردار میں بھی ملاحظہ فرمائیں، فرمان ہے کہ'' **ان المسلمین والمسلمات والمؤمنین والمؤمنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات والصابرین والصابرات والخاشعین والخاشعات والمتصدقین والمتصدقات والصائمین والصائمات والحافظین فروجھم والحافظات والذاکرین اللہ والذاکرات اعداللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما**'' (۳۵۔۳۳) جناب قارئین! دیکھیں کہ رب العزت نے جن اوصاف سے مردوں کا ذکر فرمایا ہے کہ'' مسلم مرد اور عورتیں مؤمن مرد اور عورتیں صداقت والے مرد اور عورتیں صبر کرنے والے مرد اور عورتیں خشوع کرنے والے مرد اور عورتیں صدقہ دینے

والے مرد اور عورتیں اپنے اوپر کنٹرول رکھنے والے مرد اور عورتیں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے
والے مرد اور عورتیں اللہ کی قوانین کا کثرت کے ساتھ یاد رکھنے والے لحاظ رکھنے والے مرد اور
عورتیں ان سب کے لئے تیار رکھا ہے اللہ نے ان کے بچاء کا انتظام اور اجر عظیم۔'' جناب قارئین!
غور فرمائیں! کہ اوصاف حمیدہ اور ان پر انعام اور اجر مرد اور عورت کے لئے برابری کے طور پر
قرآن نے بتایا ہے، لیکن میرے خیال میں موٹے عقل والوں اور قرآن میں خواہ مخواہ عادی قسم کے
کیڑے نکالنے والے مخالفوں کے لئے اس سے بھی بڑھکر کوئی دلیل دی جائے تو زیادہ مناسب ہوگا
ویسے اس اعتراض کا جواب میں نے اپنی سندھی کتاب میں سالوں پہلے لکھی ہوئی ''قرآن مجھور''
میں تو نہایت ہی مفصل انداز سے دیا ہوا ہے۔ سو قارئین! کرام غور فرمائیں آیات (۲۴_۴) سے
لیکر (۲۴_۹ تک) یہ معاملہ ہے کہ کوئی اگر پاکدامن عورت پر الزام لگائے تہمت لگائے اور اپنی
دعوٰی کے ثبوت کے لئے چار گواہ نہ لائے ایسے جھوٹے الزام کی ایک تو سزا ہوگی اسی کوڑے لگانے
کی دوسرے نمبر پر اسے مستقبل میں سزا کے طور پر فیصلوں کے لئے عدالتوں میں اس کی گواہی قبول
نہیں کی جائے گی وہ مستقل طور پر بلیک لسٹ قرار دیا جائیگا، اور جو لوگ ایسا تہمت کا الزام لگائیں
اور ثبوت کے لئے ان کے پاس چار عدد گواہ نہ ہوں اپنے سواء تو ایسی حالت میں الزام لگانے والا
مرد چار شاہدوں کے عوض چار بار گواہی کا بیان تکرار سے دہرائے کہ میں اللہ کو حاضر و ناظر جانتے
ہوئے یہ بیان دے رہا ہوں پھر پانچویں بار یہ بیان میں کہے کہ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو مجھ پر اللہ
کی لعنت ہو، اس طرح کرنے سے اس عورت کو مجرم قرار دیا جائے گا، لیکن اگر عورت اس الزام کو
نہ مانے تو پھر اسے بھی کہا جائے گا کہ تو بھی اپنے بچاء اور صفائی میں چار شاہدوں کی جگہ پر چار بار
ایسا ہی بیان دے کہ میں اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کر بیان دیتی ہوں کہ مجھ پر جو الزام لگایا گیا ہے وہ
جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ اگر الزام لگانے والا سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو (۲۴_۹)
جناب قارئین! اس مقام پر غور فرمائیں کہ جس طرح ایک مرد کا بیان شہادت، شاہدوں کے نہ
ہونے کی صورت میں چار شاہدوں کے برابر قبول کیا گیا ہے بعینہٖ اسی طرح ایک عورت کا بیان بھی

چار شاہدوں کے برابر قبول کیا گیا ہے اور یہ مرد اور عورت کی برابری کا واضح اور مکمل مثال ہے''
قرآن حکیم کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والوں کی یہ شکایت کہ یہ کتاب عورت کے ساتھ انصاف
نہیں کرتی ایسے لوگوں کے لئے قرآن نے فرمایا ہے کہ ''لایمسہ الا المطھرون'' یعنی قرآنی فہم
ادراک کو وہ لوگ چھو سکتے ہیں جن کے دل و دماغ میں پاکیزگی ہو۔

قرآن سے نفرت رکھنے والا قرآن کو نہیں سمجھ سکے گا۔

محترم قارئین! میرے خیال میں اتنی گذارشات سے عورت کے لئے قرآن حکیم کا مرد کے برابری
اور مساوات والا نظریہ واضح ہوگیا ہے، باقی عورت اور مرد کے درمیان قرآن نے خود ہی بتایا ہے
طلاق یافتہ عورت کو طلاق کے بعد تین ماہواریاں گذر جانے کا عرصہ دوسری شادی کرنے سے خود کو
روکے رکھنا یہ عدت کے دن عورتوں کو انتظار کرنے کی زحمت دی گئی ہے اسی معاملہ میں مرد کو یہ
انتظار کی زحمت نہیں دی گئی اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ عورت کے مقابلہ میں مرد کے ساتھ رعایت
ہے لیکن یہ بھی ماننا پڑیگا کہ عورت کو طلاق کے بعد عدت کے تین مہینے دوسری شادی کی اجازت نہ
دینا یہ بھی عورت کا مردوں پر ایک طرح کا احسان ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اگر اس کے پیٹ میں
بچہ ہو تو اس سے پہلے شوہر کے نسل کا تحفظ عورت کی اس عدت کی وجہ سے ہوتا ہے، اگر عورت عدت
کے دن انتظار نہ کریگی تو نسل خلط ملط ہو جانے سے کئی مردوں کی میراث ضائع ہو جائے گی،
عورتوں کا عدت کے دن دوسری شادی نہ کرنا یہ اس کا مردوں کے اوپر احسان بھی ہے اور پہلے
شوہروں کے بیج سے پیدا ہونے والے نسلوں کو خالص بچائے رکھنے میں ان پر بھی احسان ہے تو
انسانوں کی بڑی ساری تعداد عورت کی ممنون ہوئی یہ بھی ایک فضیلت ہوئی جو عورتوں کو حاصل
ہے، مردوں کو نہیں۔''

عورت کا مقام علم حدیث میں

اب دیکھا جائے کہ علم حدیث مرد و عورت کی برابری کے مسئلہ میں قرآن کی کیا تفسیر کرتا ہے ''خرج
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ضحی او فطر الی المصلی فمر علی النساء فقال یا معشر النساء تصدقن فانی

اریتکن اکثر اھل النار فقلن وبم یا رسول اللہ قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر ما رأیت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احداکن قلن ما نقصان دیننا وعقلنا یا رسول اللہ قال الیس شھادۃ المرأۃ مثل نصف شھادۃ الرجل قلن بلی قال فذالک من نقصان عقلھا الیس اذا حاضت لم تصل ولم تصم قلن بلیٰ قال فذالک من نقصان دینھا۔''' بخاری کتاب الحیض باب۔ ترک حائض الصوم نمبر ۲۰۸ حدیث نمبر ۲۹۵۔''

خلاصہ

جناب رسول سلام علیہ عید الضحیٰ یا عید الفطر کو عیدگاہ کی طرف نکلے وہاں عورتوں پر گذر ہوا پھر انہیں فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ دیا کرو اس لئے کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ دوزخ والوں میں اکثریت تم عورتوں کی ہے، پھر وہ بولیں کہ یہ کس سبب سے یا رسول اللہ؟ جواب میں فرمایا کہ تم کثرت سے لعنت کرتی ہو اور گھر والوں کی، شوہر کی زیادہ سے زیادہ ناشکری کرتی ہو اور تم عورتوں کے سوا میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ ناقصات عقل اور ناقصات دین یعنی عقل اور دین میں ناقص ہوتے ہوئے بھی عقلمند اور داناء مرد کے اوپر غالب آجائے، تو عورتوں نے سوال کیا کہ ہمارے دین اور عقل میں کیا نقص اور کمی ہے؟ جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ عورت کی شھادت معاملات میں مرد کی آدھی شھادت کے برابر نہیں ہے؟ عورتوں نے کہا کہ ہاں، تو رسول اللہ نے فرمایا کہ یہی تو اس کے عقل کا نقص ہے، اور فرمایا کہ کیا ایسا نہیں جو جب عورت حائضہ ہوتی ہے نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے، تو عورتوں نے کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ یہی ان کے دین کا نقصان ہے۔''

اس حدیث کا رد تو آپ ابھی قرآنی موقف میں (۱-۴) کے حوالہ سے پڑھ کر آئے کہ ٹوٹل الناس ایک ہی جرثومہ حیات سے پیدا کئے گئے ہیں، اس وجہ سے ان میں کی مزاجیں بھی ملتی جلتی ہونگی نر اور مادہ کی بنیاد پر خصلتیں اور طور طریقے مختلف ہونے کی وجہ سے یکساں ہونگے، البتہ پیدا ہونے کے بعد تربیت اور تعلیم کا اثر انہیں مختلف رکھ سکتا ہے، ورنہ طبعی پیدائشی چیزیں دونوں میں ایک

طرح کی ہونگی، اور جسمانی کمی بیشی کا تعلق غذاؤں موروثی بیماریوں اور مختلف قسم کی بد پرہیزیوں کی وجہ سے ہوتا ہے جس کی ذمہ داری خاندانی اور ریاستی انتظام اور بدانتظامی سے تعلق رکھتی ہے، اوپر کی حدیث میں جو عورت کے نقائص بتائے گئے ہیں وہ کئی سارے، مردوں میں بھی ہیں پھر ان کے لئے کیا کہا جائیگا،

جناب قارئین! اگر عقل اور دین کا نقص پیدائشی اور تخلیقی بنیادوں پر ہوگا تو ایسی مخلوق کو ان کی نقائص کی وجہ سے دوزخ میں ڈالنا ظلم عظیم ہوگا، کیوں کہ پیدائشی نقائص کا ذمہ دار تو پھر خالق ہوا، اگر نقص کرے خالق اور ہرجانہ بھرے مخلوق اس طرح سے تو خالق پر ظلم کرنے کا الزام آتا ہے جو اس نے دوزخ میں عورتوں کی رش لگادی یہ حدیث تو سراسر آیت **خلقنا کم من نفس واحدۃ** کے خلاف ہوئی، اور یہ حدیث ساز امام لوگ یا تو مکمل جاہل ہیں یا قرآن دشمنی کی وجہ سے ان کے عقلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں، بائلاجی، حیاتیات، جینیٹک اور کلوننگ سائنس کی علوم کے پروفیسر لوگ جب جراثیم پر لیکچر دیں اور آیت "**نحن خلقناھم وشددنا اسرھم واذا شئنا بدلنا امثالھم تبدیلا**" (۲۸-۷۶) پر پھر **خلق کل شیء فقدرہ تقدیرا** (۲-۲۵) پر اور بالخصوص من نطفۃ فقدرہ (۱۹-۸۰) اس آیت کو آیت (۱-۴) کی روشنی میں اگر کھولا جائیگا تو حدیث ساز اماموں کی جاہلیت یا خیانت طشت از بام سامنے آجائے گی۔'' نیز ایگریکلچر سائنس کی حیاتیات پر بیجوں کے خواص والے حوالوں سے کئی سارے تھیسز علم کی مارکیٹ میں موجود ہیں جن کی روشنی میں یہ حدیث کہ صرف عورتیں ناقصات عقل و دین ہیں باوجود یہ کہ نفس واحدہ سے مرد اور عورت دونوں کی پیدائش ہے مکمل طور پر جھوٹی ہوجائے گی۔ محترم قارئین! میں تو آپ کو سائنس کی دنیا بتانے لے گیا لیکن یہی مسئلہ قرآن نے نہایت سلیس انداز سے سمجھایا ہوا ہے کہ جو بھی دینداری اور عقلمندی مرد میں ہے وہ عورت میں بھی مکمل طور پر اسی طرح کی اسی مقدار کی ہے، یہ آپ ابھی ابھی پڑھ کر آئے آیت (۳۵-۳۳) کے حوالہ سے کہ عورت اور مرد دنیا کو سلامتی دینے میں، امن دینے میں، ذمہ داریوں کو مستعدی سے سنبھالنے میں، نیکیوں کو مروج کرنے میں، استقامت میں، خشوع وخضوع سے ڈیوٹیاں دینے

میں، حاجتمندوں کو دل کی چاہت سے اخلاق کے ساتھ مدد کرنے میں خواہشات نفسانی پر کنٹرول کرنے میں اور اپنی شرمگاہوں کو غلط استعمال سے بچانے میں اور قوانین خداوندی کی پاسداری کرنے میں، ایک طرح سے عمل پیرا ہونے والے ہیں (۳۵-۳۳) محترم قارئین اللہ عزوجل کی اتنی بڑی شاہدی دینے میں دیکھا آپ نے کہ دینداری کی جو خوبی مرد کی بتائی گئی ہے وہی عورت کی بھی بتائی گئی ہے اور یہ اوصاف اتنے تو کمال کی ہیں جو عقل کامل سے ہی عمل میں آسکتی ہیں؛ یہ اوصاف تو دنیا کی قیادت و سیادت سنبھالنے والوں کی اللہ نے بتائی ہیں، جو مرد اور عورت میں یکساں طور پر ودیعت کی ہوئی ہیں۔'' اب عورت کے اتنے بڑے مرتبہ کی شاہدی جو قرآن نے سنائی اس آیت (۳۵-۳۳) کے موضوع کا علم حدیث نے جو تفسیر کیا وہ بھی امام بخاری کی کتاب سے حدیث مذکور میں آپ نے پڑہا، اب بتائیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اس قسم کے دوسرے لوگ جو کہتے ہیں علم حدیث، علم قرآن کا تفسیر ہے، کوئی بتائے کہ کیا تفسیر ایسا ہوتا ہے جیسے کہ آپ نے ایک ہی موضوع پر قرآن کو بھی پڑہا اور حدیث کو بھی پڑہا۔''

ہرگز نہ رسی بکعبہ اے اعرابی!

ایں راہ کہ تو مے روی بترکستان است۔

محترم قارئین! یہ جو امام بخاری کی حدیث عورتوں کے زیادہ تعداد میں دوزخ میں جانے کی آپ نے پڑہی اسی حدیث کو امام بخاری نے کتاب الزکوۃ کے باب ۹۲۶ میں کچھ اضافے کے ساتھ تکرار سے لایا ہے، میں ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ اضافے والا ٹکڑا بھی آپ کی خدمت میں پیش کروں اس حدیث کا نمبر ہے ۱۳۷۰، اضافہ یہ ہے کہ رسول علیہ السلام عیدگاہ سے واپس گھر پہنچے تو وہاں زینب، ابن مسعود کی بیوی بھی آکر پہنچی اور ملنے کے لئے اجازت مانگی تفصیلی تعارف پوچھنے کے بعد ملنے کی اجازت دی گئی تو اس نے عرض کی کہ آپ نے آج عید نماز پر صدقہ دینے کا حکم فرمایا تو میرے پاس زیور تھا میں نے چاہا کہ اسے میں صدقہ میں دیدوں اس پر میرے شوہر نے کہا کہ اس صدقہ کا میں اور میرا بیٹا زیادہ مستحق ہیں یہ ہمیں دے دیا جائے دوسرے مستحق لوگوں کے مقابلہ

میں، تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ تیرا شوہر سچ کہتا ہے اور تیرا بیٹا دوسرے لوگوں سے زیادہ مستحق ہے جن کو تو خیرات دینا چاہتی ہے اب اس پر کوئی بتائے کہ کیا تبصرہ کیا جائے'' ہماری سندہی زبان میں ایک محاورہ ہے کہ نانی پکانے والی نواسے کھانے والے۔ جناب عالی! یہ تو پھر بھی ٹھیک ہے کیوں کہ عین ممکن ہے کہ نانی خوشحال ہو اور نواسے غریب اور مستحق ہوں، لیکن اس حدیث میں تو ماں زیوروں کی مالک اور اس کا بیٹا مستحق زکوۃ!!!!! اس حدیث میں بڑی ہیرا پھیری بھی کی گئی ہے کہ اسی زینب زوجہ ابن مسعود کے نام سے لکھا گیا ہے کہ اس نے رسول اللہ سے عرض کیا ایتام فی حجرہ یعنی اس کی گود میں یتیم بچے ہیں جن کو وہ پالتی ہے جناب قارئین عجیب چکر بازی ہے جو عنوان میں یتیموں کا نام زکوۃ کے مصرف کے لئے اور حدیث میں بیٹے کا نام!!۔

بناء دین توحید

توحید کی جو معنیٰ کی جاتی ہے کہ اللہ کے سواء کسی کی عبادت نہیں کی جائی، سو اس معنیٰ کو صرف اتنی حد تک محدود سنایا جاتا ہے، اس کی مزید وضاحت نہیں کی جاتی جبکہ اسکی اس معنیٰ کی ایک اضافی تشریح بھی ہے کہ قوانین حیات جو علم وحی کے معرفت دئے گئے ہیں، ان کا ماٗخذ بھی قرآن کے علاوہ کسی دوسرے علم کو نہیں بنایا جائیگا، یعنی قوانین حیات کے ماٗخذ میں بھی توحید اور وحدت مانی ہے (۵۰-۴۵) پھر قانون وحی کے ذریعے سے جو معاشی مساوات کا نظام قائم ہوگا (۴۱-۱۰) تو وہ ہوئی نظام معیشت کی توحید' جسکے قائم کرنے کی بھی ذمہ داری حزب اللہ کی ہوگی، پھر نظام معیشت میں جب برابری مساوات اور وحدت قائم کی جائے گی تو اس وحدت معیشت والی معاشی برابری سے جو معاشرہ اور سماج جنم لے گا وہ بھی غیر طبقاتی اور توحیدی معاشرہ اور توحیدی سماج ہوگا، جس کے اندر کلاسیفکیشن نہیں بن سکے گی، اور یہی مقصود اور مطلوب ہے علم وحی کا، آیت **کان الناس امۃ واحدۃ** سے (۲-۲۱۳) یعنی پہلے لوگ جنت ارضی میں معاشیات کے وحدانی اور توحیدی نظام چلانے کے عرصہ میں امت واحدہ تھے، پھر جب یہ لوگ ذاتی ملکیت کے شجر ممنوعہ کو چمٹ کر ذخیرہ اندوزیوں کے لئے استحصالی حربوں کے درپئے ہو کر، محنت کشوں کی لوٹ کھسوٹ کر کے، انہیں ان

کے لباس تک سے بھی محروم کر کے ننگا کر دیا، جو وہ نادار ہونے کی وجہ سے اپنی عریانی کو چھپانے کے لئے درختوں کے پتوں سے لباس کا کام لیتے تھے" تو اللہ نے انہیں بطور سزا کے جنت سے نکالا، اور فرمایا کہ اب میری طرف سے انبیاء تمہارے لئے بھیجے جائینگے جو تمہیں امت واحدہ یعنی غیر طبقاتی اور کلاس لیس سوسائٹی بن کر رہنے کی توحیدی تعلیم دینگے، پھر جب تم نے ان کی سکھائی ہوئی توحیدی معاشرت اور معیشت کو قبول کیا تو **بدأکم کما تعودون** (۲۹-۷) تمہیں اس جنت کے توحیدی معاشرہ کی طرف لوٹایا جائیگا۔

محترم قارئین! میں اسلام کے بنیادی رکن توحید کی توضیح سے متعلق مضمون لکھتے وقت مقدمہ کے اندر کی ہوئی گذارش کو دوبارہ دہرانا مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں، اسلام دشمن تحریک کے دانشوروں نے انقلاب رسالت کے فکری اور نظریاتی پیکیج قرآن حکیم کا نہایت ہی گہرائی سے، تعمق سے مطالعہ کیا تھا، انہیں ان کے ان داتاؤں یزدجر شاہی اور اسکی مشنری کی اساورہ شاہی اور مدینۃ الرسول اور خیبر سے نکالی ہوئی یہودی سودخور استحصالیوں کا سختی سے حکم تھا کہ وادیء حجاز کے اونٹوں اور بھیڑوں کے جن چرواہوں نے ہمیں شکست دی ہے اور جلاوطن کیا ہے ان میں قرآن کے ملنے سے پہلے جو دم خم تھا وہ تو ہمیں معلوم ہے، یہ لوگ اچانک ربع صدی کے مختصر عرصے میں انسانوں کے چرواہے اور انسانیت کے امام بن گئے ہیں، یہ راز تو ان کو ملی ہوئی کتاب میں ہوسکتا ہے، جس نے مٹی سے بنے ہوئے انسانوں کو فولاد بنادیا ہے، ان کے کتاب نے انہیں کہا ہوا ہے کہ ہمیں بے عمل بڑبڑ کرنے والے باتونی لوگوں کی ضرورت نہیں ہے، ہمیں صرف وہ لوگ پسند ہیں جو باعمل ہوں اور میدان جنگ میں دشمن کے سامنے جب صف آرا ہوں تو **کانھم بنیان مرصوص** (۲-۳-۴-۶۱) سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ٹس سے مس نہ ہوتے ہوں۔ محترم قارئین! عالمی سامراج کی اس دور کی علامت جاگیرداری کا محافظ بادشاہ کسریٰ یزدجر تھا دوسری طرف بادشاہ قیصر روم تھا اور سرمایہ داریت کا نظریاتی وارث ان سب علاقوں کا یہودی تھا جو بالخصوص مدینۃ الرسول اور خیبر کا باسی بھی تھا، ان دنوں پاپائیت، روم کے اندر تو نہایت منظم تھی، دوسرے نمبر پر باقی

جہاں میں مساوی طور پر شاہوں کی کاسہ لیسی پر اس کا گذر سفر تھا، اور وادی حجاز کی مذہبی پیشوائیت عربوں کی ٹرائیبل شاہی کے بڑے قبیلہ قریش کے پاس جاگیرداریت، سرداری اور مذہبی پیشوائی ایک مکسچر کی شکل میں انہیں تینوں چیزیں بیک وقت حاصل تھیں، اور یونان فکری اور عملی پلیٹ فارم سے تھکا ہارا مرد بیمار کی طرح کسی غیبی آکسیجن کے انتظار میں تھا کہ اسے ان کی افلاطونی باقیات آسمان کا سیر کرانے کے لئے نمودار ہو۔ بہرحال اسلام کے انقلابیوں کے ہاتھوں عالمی مفتوحہ طاقتوں نے اسلامی انقلاب کے علمبرداروں سے جو اپنی شکست کا بدلہ لینا تھا تو انہوں نے بڑی دانائی کا یہ فیصلہ کیا کہ یہ فاتحین تو اصل میں ایک فکر و فلسفہ کی پیداوار ہیں، اگر ہم ان فاتحوں کی ٹیم کو شکست دینے پر سارا زور لگائینگے تو پیچھے انہیں ملی ہوئی کتاب کی تعلیمات اور تربیت سے پھر کوئی اور کھیپ تیار ہوگی، پھر انہیں بھی ہم ختم کرنے کے لئے اٹھینگے، تو پھر وہی قرآنی تعلیمات کا مدرسہ مملوں کو شاہینوں سے لڑانے اور جتوانے کے لئے تو رو بعمل جاری وساری رہیگا، اس لئے کیوں نہ ان مسلم امت والوں کو ملی ہوئی کتاب جو انسانی بستی کے لوٹے اور پھٹے ہوئے بے کس لوگوں کو، ان کی دستگیری کرنے والی ہے اس کتاب کو ان کے ہاتھوں سے، ان کے مدرسوں کے نصاب تعلیم سے چھین لیا جائے اور گم کیا جائے، سو اسی کام کے لئے اسی مھم کے لئے، انہوں نے اپنے لے پالک دانشوروں کو اسی ڈیوٹی پر لگایا کہ بہرصورت، بہرقیمت دنیا والوں کے ہاں سے، اس کرہ ارضی سے کتاب قرآن کو بیدخل کیا جائے، گم کیا جائے۔ جناب قارئین! یہ کام تو جیسے کہ براہ راست اللہ سے جنگ کرنی تھی کیوں کہ اسی کا ہی اعلان ہے کہ **انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون** (۹-۱۰) یعنی ہم ہی اس کتاب کو نازل کرنے والے ہیں اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ہم لیتے ہیں، سو اللہ کی اس ذمہ داری کا تعلق تو متن قرآن کی حفاظت کے ساتھ تھا جو آج تک اللہ نے خوب نبھایا ہوا ہے، دشمنان قرآن اسے پس وپیش کرنے میں بری طرح ناکام گئے ہیں، لیکن انسان بھی کیا تو ایک **عتل بعد ذالک زنیم** (۱۳-۶۸) قسم کی شخصیت ہے یعنی بے رحم جھگڑالو جھوٹے نسب ناموں پر فخر کرنے والا ہے، جس نے ایک طرف تو یہ اعلان کیا کہ آل رسول کے

بارہویں امام، امام غائب کے پاس ایک کتاب مصحف فاطمہ نامی رسول اللہ کا لکھوایا ہوا ہے جو اس قرآن سے تین گنا بڑا ہے موجود ہے جو وہ خود اپنے ساتھ ظہور کے وقت ساتھ لائیگا، اور علی کا لکھا ہوا ترتیب نزولی والا قرآن بھی ہے جو ایک اونٹ کے اٹھا سکنے والے وزن کے برابر کا ضخیم ہے اور وزندار ہے، اسے بھی امام غائب ظہور کے وقت ساتھ لائینگے، اور اس کے ظہور کے حوالہ سے امام کلینی صاحب نے ایک حدیث لکھی ہے کہ جب انسانی آبادی کے جملہ انسان مر کھپ کر ختم ہو جائینگے اور صرف دو آدمی جا کر بچینگے تو ان دو آدمیوں میں سے ایک امام غائب امام مھدی ہوگا پھر جوان دو میں سے ایک مر جائے گا تو دوسرا باقی رہ جانے والا امام مھدی بنفس نفیس خود ہوگا، کیوں کہ اسے انسانوں کی کھیت کے آخری انسان تک کو اپنا سایہ امامت دینا ہے"۔ جناب عالیٰ یہ بات تو ہوئی موجودہ قرآن کے اندر شکوک و شبھات ڈالنے کی ایک قسم کی کاریگری کی، جو اس طرح سے کہ جو آدمی مصحف فاطمہ اور ترتیب نزولی والی علی کی کتاب پر یقین رکھیگا وہ لازمی طور اس موجود نسخے کو پڑہتے وقت توقف کریگا کہ اس کے اندر جو جو تاویلات ہو سکتی ہیں وہ تو امام غائب کے پاس موجود علمی اثاثوں میں ہونگی، اس لئے ایسے عقائد رکھنے والے لوگ خالص قرآنی ہدایات کو فی الفور معاشروں پر لاگو کرنے کی حمایت نہیں کرینگے اور نہ ہی ہدایات قرآن کو سردست خود اپنے لئے بھی عمل کرنے کے لئے قبول کرینگے۔ بہرحال استحصالی عالمی سامراج کے عفریت نے جس امامی تحریک کو، دنیا سے قرآن کو بے دخل کرنے کے لئے وجود میں لایا، ان اماموں نے قرآن کے انقلابی اقدامات کہ غلامی پر بندش (٦٧_٨) ذاتی ملکیت پر بندش (١١_٩) (٢١٩_٢) تقسیم رزق میں مساوات کا اصول جس سے معاشرہ میں اونچ نیچ کے طبقات نہ بن سکیں (١٠_٤١) نابالغ بچوں بچیوں کے نکاح پر بندش، (٦_٤) لڑائیوں یا اور کسی سبب سے مردوں کے مرجانے سے عورتوں کی بہتات اور ان کی یتیمی کسمپرسی جیسی صورتحال کے سوا، نارمل حالات میں ایک سے زائد شادییں رچانے پر بندش (٢٠_٤) ان اصلاحی اور انقلابی اقدامات کو امامی گینگ نے تحریفات معنوی سے اکھاڑ کر رکھ دیا، تلبیسات معنوی سے بچھاڑ کر رکھ دیا۔ محترم قارئین! دین اسلام کے بنیادی کتاب

قرآن کو امامی لشکر نے تحریفات معنوی کے ہنر سے اتنی حد تک مسخ کر دیا ہے جتنا کہ یہود و نصاریٰ نے تحریفات لفظی سے بھی انہیں ملی ہوئی شریعتوں کے ساتھ اتنا کچھ نہیں کیا تھا۔ یعنی آج جو یہود و نصاریٰ کے پاس توریت اور انجیل کی مسخ شدہ شریعت ہے جو اصل اپنے بنیاد کے لحاظ سے قرآن کی معرفت ملی ہوئی شریعت کا پہلا ایڈیشن ہے اس بات کی تصدیق قرآن بھی کرتا ہے (٤١_٢) (١٦٣_١٦٤_٤) اس کے اندر الفاظ اور کلمات کی تحریفیں اتنی نہیں ہیں جتنی معنوی تحریفات قرآن کے اندر کی ہوئی ہیں۔ اگر آج اسلام کے موجودہ مسخ شدہ ایڈیشن سے نسلی برتری اور شخصی انفرادی تقدسات کے چوغوں کی آڑ میں کی ہوئی ملاوٹوں کو ایک طرف رکھ کر خالص قرآن کے انقلابی اصلاحی اعلانات کا منشور سامنے لایا جائے تو دنیا بھر کے فکری نظریاتی اداروں یونیورسٹیوں شخصیتوں کا کوئی بھی فکری پیکیج مارکس ازم سمیت قرآن کو کراس نہیں کر سکتا یہ بات تو بیسویں اکیسویں صدی کی ہوئی لیکن زمانہ والوں کو تا قیام قیامت چیلنج ہے کہ ہے کوئی مائی کا لال جو قرآن سالیٹسٹ اور ائڈوانس نظریاتی اور فکری کتاب لا کر دکھائے، اس کتاب کا مصنف اللہ عزوجل ہے وہ دنیا کے بہت بڑے انقلابی رسولوں نوح اور محمد میں سے نوح کو کہتا ہے جب اسے ان کی قوم کے انقلاب دشمن رئیسوں نے کہا کہ آپ کے انقلابی ساتھی تو ہمارے گھٹیے کلاس کے لوگ بھنگی قسم کے کام کاج کرنے والے ہیں، ہم ان کی معیت میں آپ کے سامنے آکر کیسے بیٹھینگے' ان مٹی میں لتھڑے ہوئے لوگوں کو ہٹاؤ ویسے ہم آپ کے ایسے پروگرام کو درست بھی تسلیم نہیں کرتے جس میں معاشرہ کے رذیل پیشوں والے آپ کے ساتھی ہوں (٢٧_١١) تو جواب میں اللہ نے نوح سے کہلوایا کہ "وما انا بطارد الذین امنوا انھم ملاقوا ربھم ولکنی اراکم قوما تجھلون" (٢٩_١١) یعنی میں انقلاب کے ساتھیوں کو اپنے سامنے سے کیسے ہٹاؤں یہ تو ربوبیت جہان کے فلسفہ دینے والے رب کو ملے ہوئے ہیں اس تک پہنچے ہوئے ہیں یہ گلیوں کے جھاڑو دینے والے مٹی میں ملے ہوئے انقلابی، اللہ کو اتنے تو قریب ہیں جو ویا قوم من ینصرنی من اللہ ان طردتھم افلا تذکرون (٣٠_١١) یعنی اے میرے قوم کے انقلاب دشمن رئیسو! سردارو! امیرو! اگر میں نے ان خاک آلود انقلابی

ورکروں کو اپنے سامنے سے ہٹایا تو کون ہے جو مجھے اللہ کی پکڑ سے بچانے میں میری مدد کریگا، تم اس صورتحال کو کیوں سمجھ نہیں سکتے''۔ جناب قارئین! اللہ کی یہی بات چیت جناب محمد علیہ السلام سے بھی ہوئی کہ '' **ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ** (۶،۵۲) یعنی اے محمد! خیال رکھنا کہیں اپنے انقلابی ساتھیوں کو اپنے پاس سے دور نہ ہٹانا یہ آپ کے ساتھی صبح وشام خالصتاً اللہ کی مواجہت کو درست ماحول میں بنانے کے لئے اس کے دیئے ہوئے نظریہ ربوبیت کی دعوت میں مصروف رہنے والے ہیں، ان کی طرف اب کسی کا حساب باقی نہیں ہے اب تلک یہ انقلابی ورکر سب قرضہ اتار چکے ہیں، اگر ان کو تھوڑا بھی پیچھے ہٹایا تو تیرا نام ظالموں کی لسٹ میں شمار کیا جائیگا، ان آپ کے ساتھیوں کی نشستیں ہر وقت فسٹ رو میں پہلی قطار میں ہونی چاہیں''۔

جناب قارئین! اس مضمون توحید کے ذیل کی تمہید کو کچھ طویل طریق سے پیش کرتا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ جس قرآنی تعلیمات کے اصولوں کو حدیث ساز راویوں نے فقہ ساز اماموں نے اپنی روایات اور فقہی استخراجات سے لتاڑا ہے، اکھاڑا ہے، پچھاڑا ہے، ستیاناس کی ہے ان اماموں کی کیا مجال ہے جو وہ اپنی امامی فنکاریوں سے نابالغ بچوں کے نکاح کو مخالفت قرآن میں جائز کئے جا رہے ہیں، ان کی کیا ہستی ہے جو انہوں نے اپنی فن روایات سازی سے جاگیرداری کو جائز بنایا ہوا ہے، ان کی کیا حیثیت ہے جو انہوں نے نولمٹ دولت کی ذخیرہ اندوزی کو جائز بنایا ہوا ہے، جب کہ آپ نے ابھی پڑھا کہ تھوڑی سی بات کہ انقلاب کے ورکروں کو اگر رذیل اور غریب سمجھ کر پیچھے بٹھایا گیا تو اے نبی یاد رکھنا **فتکون من الظالمین** (۵۲-۶) تیرا شمار ظالموں میں سے ہو جائیگا۔ محترم قارئین! غور فرمائیں! اور دیکھتے جائیں کہ ظاہری طور پر نہایت ہی تھوڑی بات ہے چھوٹی بات ہے کہ اگر کسی نئے آنیوالے خواہ وہ انقلاب دشمن ہو کو کسی سینئر ساتھی کی قریبی نشست پر اسے بٹھایا جائے اور ساتھی سے اگر کہا جائے کہ آپ پیچھے بیٹھیں گھڑی سوا، آنیوالے کو آداب میزبانی کے طور پر عزت دی بھی جائے تو کیا ہوا یہ کلچر ہمارا ہو تو ہو، لیکن اللہ تو اتنی سی بات پر بھی غصہ میں آکر چڑ جاتا ہے کہ تم اپنا کلچر رکھو اپنے پاس، مؤمن انقلابی میرا ہے اسے ایک گھڑی

کے لئے بھی میں اللہ اس کی نشست سے اٹھانا گوارا نہیں کرتا، اگر اسے ہٹایا گیا تو اے محمد! خیال کرنا ایسے کرنے سے تم ظالموں میں شمار کئے جاؤ گے'' (۵۲-۶)۔ محترم قارئین! یہ بات تو ہوئی حاملین قرآن کی اللہ کے ہاں عزت وتوقیر کی، میرے خیال میں میں جو قرآن دشمن اماموں کی، قرآن میں، دین اسلام میں، دست اندازی پر آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کو اس امامی گینگ کی ساری ساری رات نفل نمازیں پڑھنے والوں کی کیا پرواہ ہوگی جو اپنے سرمایہ دار وجاگیردار سرپرستوں سے یہ ٹھیکہ لیکر آئے ہیں کہ وہ قرآن میں تحریف معنوی اور روایات کی حیلہ بازیوں سے اسے مسخ کر کے رکھینگے، اسے منسوخی نام کے تیروں سے چھلنی کر کے رکھ دینگے، بلکہ یہ کام انہوں نے کر کے بھی دکھایا ہے، اب قرآن کے حوالوں سے بات بتانے سے ان اماموں کے پیروکار مولوی لوگ، مولانا لوگ، مفتی لوگ، شیخ الحدیث لوگ چڑتے ہیں، غصہ کرتے ہیں، لیکن جناب قارئین آئیں! اور ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ عزوجل اپنی کتاب کے سلسلہ میں اپنے عظیم الشان رسول خاتم الانبیاء محمد الرسول سے کیا فرماتے ہیں، فرمان ہے کہ '' **وکذالک انزلناہ حکما عربیا ولئن اتبعت اھوائھم بعد ماجائک من العلم مالک من اللہ من ولی ولا واق** '' (۱۳-۳۷) یعنی ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے حکمرانی کے منشور کے طور پر جو عربی زبان میں ہے اگر تم نے ذرہ برابر بھی ان قرآن دشمنوں کی تابعداری کی یعنی سرمایہ پرستوں اور جاگیرداروں کو راضی کرنے کے لئے اس میں ترمیم تبدیل کی تو اس العلم یعنی قرآن کے ملنے کے بعد بھی تو یاد رکھنا جو اللہ کی گرفت سے چھڑانے کے لئے تجھے کوئی دوست ملے گا نہ ہی بچانے والا''۔ مہربان قارئین! قرآنی الفاظ پر غور فرمائیں، جو قرآن کسی معمولی سی بات کے رویہ پر اپنے نبی سے، اللہ کے خطاب کا ٹون کیسا ہے، ورڈنگ کیسی تو ہے، لہجہ کیسا ہے، کوئی بتائے کہ اگر نبی بھی قرآن میں تھوڑی سے نرمی برتے جس کی فی الحال نوبت بھی نہیں آئی یہ پیشگی کہا جا رہا ہے، تو اللہ عزوجل طیش میں آکر وارننگ دیتا ہے کہ خبردار اگر اس حاکم عربی کتاب کے مقابلہ میں انقلاب دشمنوں کی خواہشات کے پیچھے چلے تو **مالک من اللہ من ولی ولا واق** (۱۳-۳۷) اللہ کی پکڑ سے چھڑانے کے لئے تجھے نہ کوئی دوست ملیگا نہ

ہی بچانے والا۔ اب آپ اس کتاب میں پڑھینگے کہ ان اماموں نے قرآن کے انقلابی اعلانات مساوی معاشیات کلاس لیس سوسائٹی (۱۰۔۴۱) ذات ملکیت کی نفی (۲۔۲۱۹) (۹۔۱۱۱) غلام سازی پر بندش (۸۔۶۷) نابالغ بچوں کے نکاح پر بندش (۴۔۶) اور بھی اس طرح کے جو اعلان کئے یہود و مجوس کی ایجنٹ امام مافیا نے ان جملہ قرآنی اعلانات کو تحریف معنوی اور تنسیخی تیروں سے تتر بتر کر دیا۔ تو کیا یہ امام لوگ اللہ کے پاس رسول اللہ سے بڑھ کر مرتبہ پر فائز ہیں!! جو ان کو جو بھی جی میں آئے قرآن کو منسوخ بتاتے جائیں کوئی انہیں کچھ بھی نہ کہے یا انہیں سچا اور حق پر کہا جائے یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

قرآن پر اماموں کے حملوں کی یلغار

جناب قارئین! ایک تو قرآن حکیم نے دنیا کے سرمایہ دار استحصالی مترفین، جاگیرداروں غلام ساز بادشاہوں کے خاتمہ کے لئے انقلابی اعلانات فرمائے کہ ذاتی ملکیت بند، غلام سازی ختم، عورتوں پر جبر کرنا بند کیا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ اس کے بعد جو قرآن نے بتایا ہے کہ ان انقلابی پالیسیوں اور اصلاحات کے نفاذ اور تحفظ کے لئے **"انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما"** (۴۔۱۰۵) یعنی اے محمد! (علیک السلام) ہم نے یہ منشوری کتاب آپ کے اوپر جو نازل کیا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ اب تجھے لوگوں کے درمیان اس کتاب کے قوانین کی بصیرت میں حکومت بھی کرنی ہے، اب انسانی اقدار و حقوق کے ساتھ خیانت کرنے والوں کی حمایت اور طرفداری پر تالے لگادو، اب حکمرانی ہمارے کتاب کی چلنی ہے، اس فلاحی اور انقلابی حکومت کے دوام بقا اور ترقی کے لئے قرآن حکیم نے کچھ اصول سمجھائے، حکمت عملیاں سمجھائیں، ان میں سے ایک توحید ہے، ایک اقامۃ صلوۃ ہے اور وہ اقامۃ بھی اس شرط اور شان والی جس سے رعیت کے ہر فرد کو سامان پرورش میسر ہو جسے قرآن نے اتو الزکوۃ سے تعبیر فرمایا، پھر حکمرانی کی مشنری بیوروکریسی یعنی مصلین کی ٹریننگ اور تربیتی کورسز کی طرف توجہ مبذول کرائی کہ مؤمنین مصلیوں کو صیام کی پابندیوں میں رہ کر دنیا بھر کی حکمرانی جہانبانی لوگوں کی حوائج کے حل

کے لئے جو کچھ بھی سمجھنا سیکھنا ہو تو ان کورسز کے دوران **واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا الی ولیؤمنوا بی لعلھم یرشدون**" (۲۔۱۸۶) یعنی حکمرانی کے مسائل سیکھنے کے لئے صرف ایک مأخذ کا آپ کو حکم دیا جاتا ہے یعنی اللہ نے فرمایا کہ تمہارے سوالات کے جواب میں خود میں اللہ دونگا، میرا ترجمان کتاب بطور مأخذ تمہارے پاس موجود ہے، اس کے ہوتے ہوئے کسی امامی فقہ کسی فقھی ماخذ کی حدیثیں تمہیں اس ٹریننگ کے دوران استعمال میں نہیں لانی اگر تم نے میری کتاب قرآن کے ہوتے ہوئے کسی بھی امامی تحریک کے کسی بھی فرقہ کے فقہ سے کوئی پالیسی پاس کی تو تمہارے اس فعل کو تمہارے اس عمل کو شرک کہا جائیگا'۔ جناب قارئین! اس طرح قرآن حکیم نے معاشروں اور ریاستوں کے نظام عدل پر بھی نہایت تفصیلی ہدایات دی ہیں اور بین الاقوامی عدالت کے فیصلوں کو حج سے تعبیر فرما کر عالمی امن کے استحکام سے متعلق ادارہ اقوام متحدہ قائم کرنے کا حکم دیا، اسلامی انقلاب کی یہ تجویز بھی اسلام دشمن امامی تحریک والوں کو آنکھ میں کانٹے کی طرح چبھی کہ یہ ادارہ قرآن والوں کے ہاں نہ ہونا چاہیئے، تو انہوں نے قرآن کے سکھائے ہوئے ان جملہ انتظامی اور ریاستوں کے لئے فلاحی فارمولوں توحید، صلوۃ، زکوۃ، صیام، حج کو اپنے تحریفاتی ہنروں سے پوجا پاٹھ میں تبدیل کرلیا اور ان گڈ ایڈمنسٹریشن کی اصطلاحات کو تقدسات کے غلافوں میں لپیٹ کر انہیں قیادت انسانی والے مفہوم سے بدل کر ان پر رہبانی معنائیں چڑھائیں اور تو اور خود توحید کا جو مفہوم قرآن نے بار بار سمجھایا کہ **"ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین مالم یأذن بہ اللہ"** (۴۲۔۲۱) یعنی شریعت کی تفاصیل اور جزئیات اللہ کے قانون سے ہٹ کر قانون سے ماوراء، کسی کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ مقنن ہونے کا اعلان کرے جو کوئی بھی اگر شریعت سازی کی دعویٰ کریگا تو وہ جیسے کہ اللہ کے ساتھ شریک ہونے کا دم مار رہا ہے اور اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے کا انکار کر رہا ہے تو توحید کا ایسا آدمی منکر ہے، اے محمد! سلام علیک تو اعلان کردے کہ **انما ادعوا ربی ولا اشرک بربی احدا** (۷۲۔۲۰) یعنی میری دعوت یہ ہے، میری دعویٰ یہ ہے، میری پکار یہ ہے کہ میں اپنے رب کے نظام ربوبیت کی طرف بلاتا ہوں اس کے فلسفہ

ربوبیت اور ہدایات میں کسی کو شریک تسلیم نہیں کرتا، اور فرمایا کہ "ثم جعلنک علی شریعۃ من الامر فاتبعھا ولا تتبع اھواء الذین لایعلمون" (۱۸-۴۵) یعنی اے محمد! علیک السلام ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں سے ایک ایسی شریعت کا انچارج بنایا ہے۔ جس کی تابعداری تو آپ کو لازمی طور پر کرنی ہے لیکن اس میں ایک مزید منفی اور نگیٹو حکم یہ ہے کہ ہمارے پروگرام سے بے خبر لوگوں کی خواہشات کی تابعداری نہ کرنا"۔

محترم قارئین! ان توحید کے دشمنوں کا قرآن نے اصل چہرہ دکھایا ہے کہ "واذا ذکرت فی القرآن وحدہ ولوا علی ادبارھم نفورا" (۴۶-۱۷) یعنی جب آپ قرآن کے قوانین کا مذاکرہ کرینگے کہ یہ اکیلے اللہ کی منشا کے مطابق اور صرف اللہ کی توحید اور وحدانیت کے بنیادوں پر بلا شرکت غیرے اسے ماننا ہے، تو یہ لوگ توحید سے نفرت کی وجہ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ جائینگے" اس لئے کہ یہ قرآن کو بھی یا اکیلے اللہ کو بھی اپنے اماموں کی قرآن دشمن ملاوٹ اور خرافات کے بغیر قبول نہیں کرینگے۔ ان کی اس بدباطنی کو قرآن مزید وضاحت سے کرید کر کے بتاتا ہے کہ واذا ذکر الذین من دونہ اذا ھم یستبشرون" (۴۵-۳۹) یعنی یہ مشرک لوگ، یہ توحید کے دشمن لوگ قرآن میں جب اکیلے اللہ کی حاکمیت کی بات ان کے سامنے کرینگے تو اسے یہ لوگ بہت ہی برا سمجھینگے اور دل میں مذاق بھی اڑائینگے لیکن جب ان کے اماموں کے اقوال کو بھی اللہ کے نام کے ساتھ کو ذکر کرینگے تو وہ بڑی خوشی کا مظاہرہ کرینگے"۔ اس لئے ان توحید کے دشمنوں کو کہہ دیجئے کہ "ماتعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموھا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان" (۴۰-۱۲) یعنی جن لوگوں کی تم اللہ کے سواء پوجا کر رہے ہو ان کے لئے تمہارے پاس اللہ کی کوئی پرمنٹ نہیں ہے یہ تو تم نے تمہارے باپ دادوں نے گھڑاوتیں گھڑی ہوئی ہیں"۔ جناب قارئین! اس لئے اللہ نے یہ اعلان کرایا کہ ان الحکم الا للہ امر ان لاتعبدوا الا ایاہ" (۴۰-۱۲) یعنی حاکمیت اور بادشاہی صرف اللہ کی چلے گی، قرآن امام کتاب ہے اس کے مقابل کسی اور امام کی حاکمیت اور امامت نامنظور، لیکن جو بھی شخص اگر قرآنی تعلیمات میں امامی علوم کی ملاوٹ کریگا تو ایسا آدمی مشرک ہے اور توحید کا منکر ہے"۔ مضمون

کے اخیر میں ایک مغالطہ کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن اگر ذاتی ملکیت کی نفی کرتا ہے تو پھر قرآن میں فوتی شخص کی کون سی متروکات ہونگی جن کو قرآن نے وارثوں کے اندر تقسیم کرنے کے احکام دیئے ہیں جواب یہ ہے کہ جناب عالی! یہ احکام قرآن والی انقلابی ریاست کے قائم ہونے سے پہلے عبوری دور سے متعلق احکام ہیں۔ ویسے ورثہ کے مفت والے مال کھانے پر اللہ نے ٹوکا بھی ہے کہ وتاکلون التراث اکلا لما (۱۹-۸۹) یعنی ورثہ کے مال کھانے کے لئے اس کو ذخیرہ کئے ہوئے ہو۔

کیا مروج علم حدیث قرآن کا تفسیر ہوسکتا ہے؟

ابھی مسئلہ توحید پر جو یہ مختصر طور پر صفحات لکھے گئے ہیں کہ توحید کیا ہے، اور یہ مسئلہ توحید جو کہ مقابل ہے اور ضد ہے شرک کا، اور خود قرآن حکیم نے بھی توحید کے تقابل میں شرک کو لایا ہے کہ "فلما رأوا باسنا قالوا امنا باللہ وحدہ وکفرنا بما کنا بہ مشرکین" (۸۴-۴۰) یعنی جب ان مشرکوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اے رب اب ہم اللہ کی توحید پر ایمان لے آتے ہیں اور جن کو ہم اللہ کا شریک ٹھراتے تھے ان کا ہم اب انکار کرتے ہیں"۔ جناب قارئین! دشمنان قرآن کی حدیث ساز فقہ ساز امامی تحریک نے جھوٹی روایات خلاف قرآن، جناب رسول اللہ کے نام سے منسوب کر کے انہیں احادیث رسول کا نام دیکر احکامات قرآن کو توڑا ہے، منسوخ مشہور کیا ہے، قرآن حکیم کا یہ بہت بڑا معجزہ ہے کہ یہود، ہنود، مجوس کے اتحاد ثلاثہ والے امامی نام کے دانشوروں نے کئی قسم کے حربوں سے قرآن کو رد کرنے کے حیلے کئے ہیں جن حیلوں میں سب سے بڑا اور ان کے خیالوں میں مؤثر حیلہ یہ ہے کہ حدیث کے نام سے ایک علم گھڑا جائے جنہیں اقوال رسول کے طور پر مشہور کیا جائے پھر ان روایاتی فنکاریوں سے اسے وحی خفی۔ اور مثل قرآن کے القاب دئے جائیں پھر اسے قرآن کا تفسیر کرنے والا علم قرار دیا جائے پھر اس کی آڑ میں قرآن کے انقلابی اعلانات کو منسوخ اور متروک العمل وغیرہ وغیرہ بنا ڈالیں"۔ نہ صرف اتنا بلکہ امت مسلمہ کے اندر مذہبی تعلیم کے نصاب میں بڑا زور لگایا جائے کہ دینیات کے باب سے صرف امامی فقہ پڑھائے

جائیں اور بڑی ڈھٹائی سے یہ شوغل کیا جائے کہ قرآن سوائے علم حدیث کے سمجھ میں نہیں آسکے گا، سو اس قرآن دشمن تحریک والوں کی ایسی دعویٰ کے مقابلہ میں میرا عرض ہے کہ آئے کوئی سامنے! دین اسلام کی بنیاد ''توحید'' پر لائیں وہ اپنے گھڑے ہوئے مروج علم حدیث کی وہ تفسیری روایات، جو قرآن کی توحید اور شرک سے متعلق تشریحات کو کراس کر کے دکھائیں، یا وہ اپنا تفسیر پیش کریں، اور اس کے مقابل قرآن کا اس مسئلہ میں ابہام پیش کریں۔ اور جواب میں ہم بھی آیات قرآنی سے شرک اور توحید کے مسئلہ کو کھولینگے پھر ان شیخ الحدیثوں پر ہم اعتماد کرتے ہوئے فیصلہ بھی انہی سے کرائینگے کہ قرآن زیادہ **مفصل** کتاب ہے یا ان کی روایات۔ سچ اور حق کی تلاش میں اس طرح کی کاوش کے وقت شرط صرف ایک ہوگا کہ خلاف قرآن روایات کو بحث میں نہیں لایا جائے گا۔

مضمون کے اخیر میں مناسب سمجھتا ہوں کہ توحید کو سمجھنے کے لئے درج ذیل آیت کے اندر شرک کے مفہوم پر بھی غور کیا جائے فرمان ہے ''**واذ بوأنا لابراهيم مكان البيت ان لا تشرك بي شيئا وطهر بيتي للطائفين والقائمين والركع السجود**'' (۲۶_۲۲) یعنی جب ہم نے ابراہیم کے لئے رہائش کا انتظام کیا، بیت اللہ جیسے **مثابة للناس** (۱۲۵_۲) مرکز پر اقتدار کے ساتھ تو اسے ہم نے حکم دیا کہ اس عدالت عظمیٰ، اس بین الاقوامی کورٹ حج اکبر (3-9) کے اجلاسوں میں جو بھی آپ فیصلے کریں ان کا نتیجہ تو فریادی اور جوابدار فریقین کے لئے **ليشهدوا منافع لهم** (۲۸_۲۲) یعنی انہیں آپ کے فیصلوں سے نفعے تو ضرور پہنچنے چاہییں لیکن خیال رکھنا **ان لا تشرك بي شيئا**، میرے دئے ہوئے قوانین کے اندر فیصلہ کرتے وقت کسی دوسری اتھارٹی کے قوانین کی ملاوٹ نہ ہونے پائے۔ محترم قارئین! اس آیت میں اگر شرک کی معنیٰ، توحید والی یعنی اکیلے اللہ کے قانون کی اطاعت کرنا اور اس میں کسی غیر اللہ کے قوانین کے پیچھے چلنے سے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا نہ کی جائیگی اور بجاء اس کے صرف پتھر کے بتوں پر چڑھاوے چڑھانے والی معنیٰ تو نہ ہوگی، جو کہ ابراہیم جیسے بت شکن مجاہد سے ہرگز متصور نہیں ہوسکتی۔ مطلب عرض کرنے کا یہ ہوا کہ علم حدیث والوں نے شرک کی معنیٰ کبھی بھی اس آیت (۲۶_۲۲) کے قسم کی نہیں کی، اس سے میرا ایک مطلب یہ ہے کہ مروج علم

حدیث قرآن کا تفسیر نہیں کرسکتی، اور علم حدیث کے مرتب قرآن دشمنوں پر میرا یہ بھی اعتراض ہے کہ یہ لوگ قرآن کی تو تحریف معنوی کرنے کے درپئے رہتے ہیں ویسے یہ لوگ کوئی جاہل ہرگز نہیں ہیں لیکن یہ لوگ جان بوجھ کر قرآن کے اصولوں اور حقائق کو بگاڑ کر مسخ کرنا چاہتے ہیں جیسے کہ انہوں نے **تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى** والی حدیث بنا کر جناب محمد رسول اللہ کو بھی بت پرست کر کے دکھایا ہے۔ جملہ انسانوں کو طاقت اور استقامت دینے والی یہ عدالت ہے (۹۷_۵) جس کے اندر کئے ہوئے فیصلوں سے عام انسانوں یعنی عوام کو منفعت ہو فائدے ہی فائدے ہوتے ہیں یعنی امن خوشحالی اور ترقی ملے (۲۸_۲۲) حج کی ان قرآنی تشریحات کی روشنی میں ہمارا سوال ہے کہ قرآن کے بتائے ہوئے حج کے کون کون سے شرائط آج بیت اللہ میں موجودہ ہیں جو رائج الوقت حج کے اندر پورے آتے ہیں؟ کیا مقام حج، بیت اللہ، جس کے لئے اللہ نے اعلان کیا کہ **ان اول بيت وضع للناس** (۹۶_۳) یہ پہلی عدالت عالیہ ہے جو عام انسان ذات کے لئے بلا تفریق مذہب و قوم اور علاقہ کے قائم کی گئی ہے، سو کیا آج بیت اللہ میں غیر مسلموں کے داخلہ کی اجازت ہے؟ اور کیا جس جگہ بیت اللہ واقع ہے اس کے اندر دنیا بھر سے قوموں کے مقدمے ایک دوسرے کے خلاف شکایتیں اور فریاد آتے ہیں؟ اگر آئیں بھی سہی تو وہاں ایسا جج کہاں ہے اور بین الاقوامی اختیارات کا مالک کہاں ہے؟ ابراہیم اور محمد علیہما السلام جیسا بین الاقوامی حکمران کہاں ہے؟ جب کہ قرآن والا حج اور بین الاقوامی فیصلے تو ایسے بین الاقوامی حاکموں کے سواء نہیں ہوسکتے، قرآن نے جو بیت اللہ کی تعریف میں فرمایا ہے کہ یہ **وضع للناس** (۹۶_۳) جملہ انسان ذات کے لئے بنایا گیا ہے تو جب غیر مسلموں کی داخلہ وہاں بند کی گئی ہے اب بیت اللہ **وضع للناس** کے بجاء بیت **المسلمین** ہو گیا، اس کی بین الاقوامیت ٹوٹ گئی، **وضع للناس** کے قرآنی تعارف سے بیت اللہ دار العوام کی معنیٰ میں آتا تھا، یہ معنیٰ تو برطانیہ والے اپنی پارلیمنٹ کے لئے ہائی جیک کر گئے، اب تو بیت اللہ میں جب صرف مسلم دنیا کے بھی فیصلے نہیں ہوتے تو اسے بیت المسلمین بھی کیوں کر کہا جاسکتا ہے۔ آج کے دور میں مسلم امت والے جب بیت اللہ مکہ مکرمہ کو

جاتے ہیں تو وہاں جھگڑوں کے نمٹانے کی کوئی بات نہیں ہوتی ،کوئی فریادی نہیں ہوتا کوئی جوابدار نہیں ہوتا، کوئی وہاں حاکم اور جج نہیں ہوتا تو جس طرح شیعہ لوگوں نے ان کے اماموں کی مزارات دیکھنے والوں کا نام زوار اور زائرین رکھا ہے، اس طرح آج کے دور میں مکہ مدینہ کو جانے والوں کو حاج الحاج کہنا تو معنوی لحاظ سے غلط ہے یہ لوگ بھی شیعوں کے نظریے کے مطابق زائرین ہیں، زوار ہیں، یہ لوگ خود کو حاج نہیں کہلا سکتے۔ حاج آدمی صرف اور صرف جھگڑوں کے فیصلہ کرانے والے کو کہا جاسکتا ہے۔ قرآن کی معنیٰ کے لحاظ سے صدیوں سے حج بند ہے، کم سے کم منگول ہلاکو کے حملہ تک کے بعد سے لیکر بند ہے یا اس طرح سے سمجھا جائے کہ حج ان دنوں سے بھی بند ہے جب سے اس پہلے خدا کے گھر میں غیر مسلموں کی داخلہ پر بندش لاگو کی ہوئی ہے اور اسے فرقہ وارانہ گھر بنایا گیا اور اس کے بین الانسانی اور بین الاقوامی مرتبہ پر یہود ہنود و مجوس کی صنف حدیث سازی سے اس کو قرآن کا دیا ہوا مقام (۱۲۵-۲) اس سے چھین کر اسے ڈی گریڈ کیا گیا ہے، ڈاؤن ساز کیا گیا ہے، اگر آج پھر سے غیر مسلم لوگوں کی داخلہ پر بندش ہٹا کر سب کے لئے داخلہ عام کی بھی جائے تو پھر بھی یہ مقام ایک آثار قدیمہ والی زیارت تو ہوسکتی ہے لیکن وہاں حج اس وقت ہوسکے گا جب وہاں اقوام متحدہ اور بین الاقوامی لیول کے فیصلے کرنے والے پاور فل با اختیار جج ہوں، حکمران ہوں جو اپنے فیصلوں کو نافذ بھی کر سکیں۔

جناب قارئین! حج سے متعلق جو آپ نے پڑھا کہ حج یعنی فیصلے کرانا جھگڑے نمٹانا یہ بین الاقوامی لیول کے حکمران جو ہر علائقہ اور قوم کے اوپر اپنے فیصلے نافذ بھی کرسکیں یہ بات قرآن نے آیت (۲۷-۲۲) میں سمجھائی کہ ابراہیم جیسے امام الناس قائد اور لیڈر کے پاس حج کیلئے جایا جائے، تو اس طرح کے بین الاقوامی ادارہ عدالت اور حکومت چلانے کے لئے قرآن نے فرمایا کہ **"وعہدنا الی ابراھیم واسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود"** (۱۲۵-۲) یعنی حکمران اور ججز کے علاوہ حج ڈپارٹمنٹ کے افسران دو قسم کے ہوتے ہیں ایک طائف دوسرے عاکف، طائف اس افسر کو کہا جاتا ہے جو دنیا بھر کے اطراف واکناف سے آئی ہوئی شکایات کی ان کے ہاں جا کر

انویسٹیگیشن کرے اور سلطنت کی قلمرو کے اندر سلطنت کے منشور پر عملدرآمدی کو چیک کرے، نگرانی کرے اور انسپیکشن کرے کہ کون ریاست کے قوانین پر عمل کر رہا ہے کون عمل نہیں کر رہا ہے اور ان طائفین افسروں کو ایک حد تک یہ بھی اختیار ہوتے ہیں کہ انویسٹیگیٹ کر کے خالی اوپر رپورٹ نہیں بھیجتی بلکہ بعض مسلمہ خلاف ورزیوں پر خود ہی وہاں وہاں اپنے آپریشنل پاور سے انحرافی کرنے والوں پر ڈائریکٹ ایکشن (راست اقدام) کرے، طائف اس کو نہیں کہا جاتا جو جیسے کہ آج کل کعبۃ اللہ کی چودیواری کے گرد گھوم کر پھیرے دئے جاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں عاکفین ریاست کے وہ افسران ہوتے ہیں جو اطراف واکناف سلطنت سے آئی ہوئی شکایات و تجویزات پر ڈولپمنٹ کی اسکیموں پر غور کرنے والے اور گتھیوں کو سلجھانے والے جن امور سے عمرہ کا تعلق ہوتا ہے (حج کی معنیٰ ماضی کے جھگڑے نمٹانا اور عمرہ کی معنیٰ مستقبل کی ترقیاتی اسکیموں کے فیصلے کرنا) مطلب کہ سنٹرل سیکریٹریٹ میں ان ڈور کے افسران یہ عاکفین ہیں آؤٹ ڈور کے طائفین افسروں کے طواف اور اختیارات قرآن کے حوالہ سے عرض کرنا چاہتا ہوں یہ واقعہ اور مثال ہے سورۃ القلم میں اللہ عزوجل اس میں بعض سر پھرے مغرور لوگوں کا قصہ کر رہا ہے کہ **"ان کان ذا مال وبنین اذا تتلی علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین"** یعنی یہ مال اولاد والے جب ان کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی تھیں ان کو کہتے تھے کہ یہ پہلے لوگوں کی رام کہانیاں ہیں کوئی انقلاب شنقلاب کچھ بھی نہیں" اللہ فرماتا ہے کہ ہم جلد ان کی ناک کو مٹی میں ملائینگے جس طرح ہم نے باغ والوں کی خبر لی تھی جو وہ آپس میں اسکیم بنا رہے تھے کہ کل صبح سویرے ہر کوئی کھیت پر آجائے اور جو یہ حکم دیا جاتا ہے کہ فصل کی کٹائی کے وقت اپنی آمدنی سے کھیت اور باغوں سے غریبوں کا حصہ جدا کر کے ان میں بانٹا کرو سو یہ کیا بات ہوئی کہ کمائیں ہم اور بانٹا دیں محتاج مسکینوں کو، یاد رکھیں کہ کل صبح سویرے سویرے پہنچ جاؤ اور اپنی فصل کٹوا کر محتاجوں مسکینوں کے آنے سے پہلے فصل اٹھا کر گھروں کو واپس پہنچ جائیں" قرآن کہتا ہے کہ **"فطاف علیھا طائف من ربک"** یعنی اے محمدؐ! ان دنوں وہاں جو تحریک، نظام ربوبیت کی سرگرم عمل تھی تو اس کے کسی ورکر کے کان میں ان لینڈ

لارڈوں کی اسکیم کی بھنک پڑ گئی تو ٹھک سے اس نے انقلاب کے محافظ طائف انسپیکٹر کو اس کی اطلاع کردی، تو اس نے بھی فوراً حکم دیا کہ صبح کے آنے **فاصبحت کالصریم** صبح جو ہوا تو کھیت مالک اپنے بندوں کو بلانے لگے کہ چلو صبح سویرے فصل کو کاٹ لائیں، اور ایسے چپکے چپکے جارہے تھے کہ کہیں اوپر مسکینوں کا لشکر نہ حصہ مانگنے آجائے اور ان کے آنے سے پہلے سارے فصل پر قابض ہونا چاہتے تھے، پھر جو جا کر اپنا کٹا ہوا فصل دیکھا تو اپنی محرومی پر ماتم کرنے لگے اور ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور شاید ان آیتوں سے علامہ اقبال نے یہ فکر دیا ہے کہ 'اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو، کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو، جس کھیت سے دھقان کو میسر نہ ہو روزی، اس کھیت کے ہر گوشہ گندم کو جلا دو'۔ جناب قارئین اس آیت میں آیا ہے کہ زمین مالک نے کہا کہ کل سویرے فصل کاٹینگے اور غریبوں مسکینوں کے حصہ کے لئے بولا کہ **لایستثنون** یعنی ان کے حصہ کی استثنا نہیں کرینگے تو قرآن کی تحریف معنوی کرنے والوں نے **لایستثنون** کی معنیٰ کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ کل فصل کاٹینگے پھر انہوں نے انشاءاللہ نہیں کہا، سو یہ معنیٰ قطعاً غلط ہے اور بدنیتی پر مبنی ہے استثنٰی اور انشاءاللہ ان لفظوں کا مادہ ہی جدا جدا ہے، یہ جدا جدا مفہوم کے صیغے اور الفاظ ہیں۔ یہ معنیٰ شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی کی ہے کہ انہوں نے انشاءاللہ نہیں کہا تھا عجب ہے کہ اس شاہ کو اسلامی اقتصادیات اور معاشی نظریہ کا ترجمان مشہور کیا ہوا ہے۔ آگے پھر **فطاف علیھا طائف من ربک** کی معنیٰ بھی یہ کی گئی ہے کہ رات کہ وقت ان کے سوئے رہنے کے دوران ایک طوفان آیا جس نے ان کا فصل ہی اجاڑ دیا، یہ معنیٰ بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن والے اس واقعے کے بعد بھی کئی سارے جاگیردار اور لینڈ لارڈ لوگ اپنی فصلوں میں سے غریبوں کو حصہ نہیں دیتے آج تک ایسا عمل قدم قدم پر ہوتا رہتا ہے، پھر اگر اللہ کے پروگرام میں ایسے نادھندگان کے لئے طوفان کے ذریعے ان کی کمائیوں کو اجاڑنا ہے تو یہ طوفانی عمل ہر دور میں ہر جگہ ہر وقت کیوں نہیں ہوتا، اور جہاں

تک ایسی تحریک کی بات ہے تو ایسا لینن اور اسٹالن نے کر کے دکھایا ہے، اب قرآن والے بھی کر کے دکھائیں، بہرحال قرآن حکیم نے جو یہ قصہ اور واقعہ سنایا ہے یہ اس زمانے کی فلاحی اور انقلابی حکومت میں نظام ربوبیت کے نگران طوافین کی تقرری اور انقلاب کے حفاظت کا ایک مثال قرآن نے بتایا ہے اور سمجھایا ہے کہ تم لوگ بھی اپنے اپنے دور حیات میں ایسی ایسی فلاحی حکومت قائم کرو انقلاب کی حفاظت کے لئے قریہ بقریہ شہر شہر محافظ انسپیکٹروں کو مستقل راؤنڈ لگاتے رہنے والے طوافین کی تقرری کرو جو ہر وقت مارچ پاسٹ سے، پیٹرولنگ کرتے رہیں۔

جناب قارئین! اس آیت کریمہ میں جو جناب ابراھیم و اسماعیل علیہ السلام سے عہد لیا جارہا ہے کہ میرے گھر کو پاک رکھو طائفین کے لئے عاکفین کے لئے یعنی آوٹ ڈور کے انسپیکٹروں کے لئے اور ان ڈور کے افسروں کے لئے ماحول کو درست بنائے رکھو پھر آگے ہے کہ ''والرکع السجود''، یعنی جو لوگ اس عدالت عالیہ (۳_۹) کے فیصلوں کے ماننے والے ہیں اور وہ لوگ جو اس عدالت کے فیصلوں کی تعمیل کرنے والے ہیں ان کے لئے بھی اس بین الاقوامی عدالت کا ماحول پاک صاف رکھا جائے۔

محترم قارئین! طھارت یعنی پاکائی متعدد اقسام کی ہوتی ہے ان میں سے ایک جسمانی پاکائی ہوتی ہے۔ جس طرح ''**فاذا تطھرن فاتوھن من حیث امرکم اللہ**'' (۲۲۲_۲) یعنی تمہاری بیویاں ماہواری سے پاک ہو جائیں...... ایک پاکائی کردار کی ہوتی ہے۔ جس طرح جنابہ مریم علیھا السلام کو کہا گیا کہ ''**ان اللہ اصطفاک وطھرک علی نساء العالمین**'' (۴۲_۳) یعنی تحقیق اللہ نے تجھے چنا اور پاکدامن بنایا جہانوں کی عورتوں کے مقابلہ میں...... ایک پاکائی اور طھارت ہوتی ہے آپ کی تعلیم اور فیصلوں کے ذریعے انسانوں کے بیچ میں ایک دوسرے کو نفع پہنچانے میں، دنیا بھر کی سچائیوں کی حمایت کرنے میں اور ایک طھارت ہوتی ہے مؤمنین کو آپس میں فریبازی کے گند سے

بچانے میں (۱۰۷۔۱۰۸۔۹) تو آیت (۱۲۵۔۲) میں جو عہد لیا جاتا کہ میرے گھر کو طائفین ، عاکفین ، فرمانبرداروں ، اطاعت گذاروں کے لئے پاک صاف رکھا جائے اس کی معنیٰ یہ بھی ہوئی کہ اس عدالت کے فیصلوں سے دنیا والوں کو امن ملے ، محبت ملے ، فرقیبازی اور شرک سے انہیں بچایا جائے ، اس عدالت کی پالیسیوں سے امن عالم کو کوئی خطرہ درپیش نہ آئے ۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ رکع السجود یعنی عدالت کے فیصلوں کو ماننے والے اور ان کی تعمیل کرنے والے یہ لوگ غیر مسلم بھی ہو سکتے ہیں اور نہ ماننے والے مسلمان بھی ہو سکتے ہیں ، اس کا موٹا مثال یہ ہے کہ آج کئی سارے مسلم لوگ قرآنی احکام کے خلاف زندگی گذار رہے ہیں اور کئی غیر مسلم قرآن کی تعلیمات پر بھی عمل پیرا ہیں ۔ مثالیں دینے سے کئی پردوں میں چھپے ہوئے ملائکوں کے مثل لوگ شیطان کی مثل نظر آئینگے اور شیطان کے طور پر مشہور لوگ فرشتوں کی طرح پاکدامن نظر آئینگے ۔

علم الحدیث والوں نے اسلام کی جو پانچ بنیادیں بتائیں پھر جو ان کا حشر کیا ہے

حدیث بنی الاسلام علی خمس یعنی اسلام کا بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ، توحید ، صلوۃ ، زکوۃ ، صوم ، حج ، اس حدیث کو بخاری اور مشکوۃ میں کتاب الایمان میں لایا گیا ہے یہ حدیث جھوٹی ہے ، اس لئے کہ اسلام کا بنیاد پانچ چیزوں پر نہیں ہے ، ایک تو توحید کے بعد بڑا اہم رکن تو عدل ہے (۱۵۔۴۲) (۹۰۔۱۶) جسے حدیثیں بنانے والوں نے ذکر ہی نہیں کیا شمار میں ہی نہیں لایا وہ اسلئے کہ توحید اور عدل کو ملانے سے ، معاشرے میں ، ریاست میں ، سماج ، معاشی معاملے میں ، عدل کی وجہ سے طبقاتی نظام کی نفی ہو جاتی ہے ، کلاسیفکیشن کی نفی ہو جاتی ہے ، اپر اور لوئر کلاسوں کی نفی ہو جاتی ہے ، جاگیرداریت اور سرمایہ داریت کی نفی ہو جاتی ہے ، حج اور صوم تو محکمہ عدل کے ذیلی سبجیکٹ ہیں ، صلوۃ اور زکوۃ کو تو قرآن نے فعل الخیرات یعنی اچھے کاموں میں سے شمار کیا ہے (۷۳۔۲۱) اور توحید کی لازمی تقاضا ہے کہ خلاف قرآن سارے امامی مسلکوں کو الوداع ، جب کہ

اسلام کے نام پر آجکل کے مروج امامی مذاہب کی چھاپ چھائی ہوئی ہے ، میرے خیال میں اسلام کے بنیادوں میں سے عدل کو شمار نہ کرنے سے حدیث ساز اماموں کی اندر کی سوچ کو اور قرآن دشمنی کو قارئین حضرات سمجھ گئے ہونگے ، اب آگے حدیث سازوں نے اسلام کی بنیادوں کی جو تشریحات کی ہیں ، انہیں ملاحظہ فرمائیں ۔

صلوۃ قرآن کی نظر میں

"ارأیت الذی یکذب بالدین فذالک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین" (2-107) جس معاشرے میں بے سہارا لوگوں کو دھکے پڑتے ہوں انہیں ہر جگہ دھتکارا جاتا ہو ، ان کا کوئی پرسان حال نہ ہو ، جو کوئی ان کے کھانا کھانے تک کیلئے ان کی ضرورت پوری کرنے کے لئے ، کسی ذمہ دار اور صاحب حیثیت کو نہ ترغیب دی جاتی ہو (3-107) نہ باز پرس کی جاتی ہو ، تو اس طرح کے لوگ ہی ہیں ، جن کی وجہ سے تکذیب دین ہوتی ہے ، ایسے لوگوں کی اس کارکردگی سے اللہ کے دین کو جھٹلایا جاتا ہے ، (1-107) **فویل للمصلین**" ایسی صورتحال میں ویل ہے صلوۃ کے ذمہ دار لوگوں کیلئے ، ایسی صورت میں بربادی اور ہلاکت ہے ، ایسے مصلی افسروں اور حاکموں پر ، **الذین ھم عن صلاتھم ساھون** جو ایسے نظام صلوۃ کے اتباع ، نفاذ اور ذمہ داریوں میں سستی برتتے ہیں" ۔

محترم قائین ! آپ نے ان آیات پر غور فرمایا کہ قرآن حکیم نے صلوۃ کی ڈیوٹی دینے والے مصلی صاحبوں کی ذمہ داری کیا کیا تو بیان فرمائی اور کیا کیا متعین فرمائی اور ان ڈیوٹیوں و ذمہ داریوں کے ادا نہ کرنے پر ان کیلئے ویل کی سزا کا اعلان فرمایا ، اور وہ بھی ڈیوٹیوں ذمہ داریوں کی خالی عدم ادائگی ہی کیا بلکہ ان کی ادائگی میں سستی برتنے پر بھی فرمایا کہ ایسے مصلی لوگوں کیلئے ویل ہے آگے فرمایا کہ ایسے ذمہ دار مصلی لوگ اتنے تو نکمے ہیں جو صرف دکھاوے اور نمود کیلئے تو صلوۃ کی ڈیوٹیاں ادا کرتے ہیں ، لیکن اپنا منصبی فرض سمجھتے ہوئے نظام صلوۃ کو قائم نہیں کرتے اور اتنے تو کام چور نکمے اور خیانت کرنے والے ہیں جو ریاست کے ذخائر رزق لوگوں میں

مستحقین میں بانٹنے میں ان تک پہنچانے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں یہ ہے **مقصد الذین ھم یراؤن ویمنعون الماعون** کا، اب اگر اس سورت کریمہ پر غور فرمایا جائے تو مثبت حوالوں سے اور منفی حوالوں سے قرآن حکیم کی اس عبقری اصطلاح ''اقامہ صلوۃ'' کی معنیٰ اور مفہوم مکمل طور پر کھل کر سامنے آجاتا ہے، اور لفظ صلوۃ یا جملہ اقامہ صلوۃ کی مکمل معنوی تشریح قرآن حکیم نے اس سورت کریمہ میں سمجھائی ہوئی ہے، جس سے ریاستی نظام کے قرآنی نظام اور سسٹم کی اتباع اور پیروی کے سواء اور کوئی بھی دوسرا رہبانی اور پوجا پاٹ والا مفہوم ثابت نہیں ہوسکتا۔ میں قارئین کو پھر سے زحمت دیتا ہوں اقامہ صلوۃ کے مفہوم سمجھنے کی کہ'' اللہ کے دین کی تکذیب اور جھٹلانے کی نوبت جب آتی ہے جب معاشرہ میں بے سہارا لوگوں کا کوئی پرسان حال نہ ہو وہ در در پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہوں، ہر کس وناکس، یتیم لوگوں کو دباتا رہتا ہو، جب معاشرہ کے بے سہارا لوگوں کا یہ حال ہوگا تو اس صورتحال سے اللہ کے دئے ہوئے قانون قرآن کی تکذیب ہو جائیگی، ہر کوئی کہہ سکیگا کہ اللہ نے اپنی یہ کتاب کس قسم کی دی ہے، جس کے بتائے ہوئے نظام اور سسٹم میں بے سہارا لوگوں کا کوئی پرسان حال نہیں ہے، وہ بھوکے مر رہے ہیں تو بھی ان کے کھانا کھلانے کیلئے کسی ذمہ دار ڈیوٹی افسر کو کچھ بھی نہیں کہا جارہا کہ یہ تم کس طرح کا نظام چلا رہے ہو جو لوگ نان جویں کیلئے بھی دربدر اور خاک بسر ہیں، فویل للمصلین پھر تو ایسے نظام صلوۃ قائم کرنے کے ذمہ دار مصلی افسروں کے لئے ان کی زندگی میں ویل کرنا چاہیئے جو وہ اپنی صلوۃ کی ڈیوٹیوں اور ذمہ داریوں میں سستی برت رہے ہیں'' ان آیات ایک تا پانچ کا یہ خلاصہ ہوا کہ جب صلوۃ کی ادائگی میں صرف سستی برتی جائے گی تو بھی دنیا والے قرآن کو جھوٹا کہینگے، جب صلوۃ کی ادائگی میں سستی برتی جائیگی تو لوگ بھوکے مرینگے، دکھاوے کی صلوۃ پر مصلی افسروں کی زندگی کو بطور سزا ویل بنایا جائے جو یہ مصلی افسران ذخائر رزق کو لوگوں تک پہنچانے سے روکے ہوئے ہیں، میرے خیال میں اس سورت ماعون کی تفسیر اور تفصیل سے صلوۃ اور اقامہ صلوۃ کو قرآن حکیم نے باقاعدہ کھول کھول کر سمجھایا ہے کہ لفظ صلوۃ اور حکم اقامہ صلوۃ یہ کوئی بند چودیواروں میں پڑھی جانے والی چیز نہیں

ہے، اقامہ صلوۃ کا تعلق قرآن کے دئے ہوئے نظام مملکت، نظام ریاست، نظام معاشرت سے ہے، اس حد تک جو مصلی ذمہ داروں کو قریہ بقریہ گلی گلی گھوم پھر کر چیک کرنا ہے کہ معاشرہ کا کوئی فرد بھوکا تو نہیں رہ گیا، بے علاج تو نہیں سسک رہا، کسی چھت کے سایہ کے بغیر سردی یا گرمی سے پریشان تو نہیں ہے، کوئی لباس سے محروم تو نہیں ہے یا پانی سے محروم کوئی پیاسا تو نہیں ہے، (۲۰_۱۱۸)۔

جناب قارئین! اللہ عزوجل نے اپنے حکم اقامہ صلوۃ کو سمجھانے کے لئے فرمایا ہے کہ یہ بات آپ کو اہل فارس کے گھڑے ہوئے علم الروایات سے سمجھ میں نہیں آئی گی علم روایات میں قرآنی صلوۃ کی تعبیرات میں معنوی تحریفیں کی گئی ہیں اس لئے قرآنی حکم اقامہ صلوۃ کو سمجھنے کے لئے فرمایا کہ اتل ماأوحی الیک من الکتاب واقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ماتصنعون (۴۵_۲۹) یعنی اقامہ الصلوۃ کو سمجھنے کیلئے (فارس والوں کی گھڑی ہوئی روایات کے بجاء) وحی متلو والی الکتاب کی اتباع کر (اس الکتاب کی تعلیم کی روشنی میں) نظام صلوۃ کو قائم کر'' جس کی نشانی اور علامت یہ ہے کہ قرآن کی بتائی ہوئی اور سمجھائی ہوئی صلوۃ کے ذریعہ سے معاشروں میں سے فحاشیں اور منکرات رک جائینگے جس کے لئے اللہ کا قانون بڑا ہی کامیاب نسخہ ہے (لیکن تم نے جو اللہ کے قانون کے خلاف وحی غیر متلو کے نام سے جو کارگیریاں کی ہیں کہ صلوۃ نظام قائم کرنے کی چیز نہیں ہے بلکہ یہ پڑھی جانے والی شی ہے) تو اللہ تمہاری ان کارگیریوں کو خوب جانتا ہے، اس آیت (۴۵_۲۹) سے قرآن حکیم نے کھول کھول کر سمجھادیا کہ اقامہ صلوۃ کا تعلق نظام مملکت اور اصلاح معاشرہ سے ہے، لوگوں کو فحاشیات اور منکرات سے بچانے سے ہے، یہ حکم اقامہ صلوۃ کوئی انفرادی عمل نہیں ہے قرآنی صلوۃ سے لوگوں کا انفرادی اصلاح اور اجتماعی اصلاح وفلاح دونوں ہوتے ہیں یہ آپ سورت ماعون سے بھی سمجھ سکے ہونگے''۔

""عن سھل بن سعد قال کان الناس یصلون مع النبی ﷺ وھم عاقدو ازرھم من الصغر علی رقابھم فقیل للنساء لاترفعن روسکن حتی یستوی الرجال جلوسا" (کتاب بخاری کتاب الصلوۃ کی پہلی حدیث نمبر ۳۷۷) یعنی۔ لوگ نبی کریم علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور وہ اپنے تہبندوں کو چھوٹے ہونے کی وجہ سے اپنے گردنوں پر باندھتے تھے (پھر ان کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے سجدوں میں جاتے وقت پیچھے مقعد اور خصیے دیکھے جاسکتے تھے اس لئے اس پڑھی جانے والی نماز میں شریک ہونے والی عورتوں کو کہا گیا کہ) سجدوں سے جب تک مرد لوگ سیدھے ہوکر بیٹھ نہ جائیں اس وقت تک تم اپنے سر سجدے سے نہ اٹھائیں" بتایا جائے کہ یہ حدیث کی صلوۃ قرآن کی صلوۃ کی تفسیر بن سکتی ہے؟

حدیث کی صلوۃ،

نبی علیہ السلام کے زمانے میں سورج گرہن ہوئی تو آپ نے نماز کسوف پڑہائی صحابہ نے عرض کیا کہ ہم نے آپ کو دیکھا کہ کوئی چیز آپ نے نماز میں کھڑے لی ہے اور دیکھا کہ آپ پیچھے کو ہٹے ہیں' آپ نے فرمایا کہ میں نے جنت کو دیکھا تو اس سے ایک خوشہ میں نے لینا چاہا اگر میں اس سے لے لیتا تو تم اس میں سے دنیا کے رہنے تک کھایا کرتے' (حدیث نمبر ۷۰۹ کتاب الاذان بخاری) اب قارئین حضرات اس حدیث کی صلوۃ کو اور قرآن والی صلوۃ کی روشنی میں غور فرمائیں اور بتائیں کے یہ قرآن کی تفسیر ہوسکتی ہے؟ حدیث کی پڑھی جانے والی نماز کی تیسری مثال انس بن مالک سے روایت ہے کہ ہمیں جناب رسول اللہ نے نماز پڑہائی اس کے بعد ممبر پر چڑھ گئے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے مسجد کے قبلہ کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ میں نے اس وقت جیسے ہی تمہیں نماز پڑہانی شروع کی جنت اور دوزخ کی مثال اس دیوار کے قبلہ میں دیکھی، میں نے آج تک آج کے دن کی طرح خیر و شر کبھی نہیں دیکھا، (تین بار فرمایا) "بخاری کتاب الاذان حدیث نمبر ۷۱۰"۔

حدیث نمبر ۷۱۱، انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو اپنی نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہیں پھر اس پر آپ نے بہت سخت تنقید کی اور فرمایا کہ اگر اس سے لوگ باز نہ آئے تو ان سے ان کی بینائیاں چھینی جائینگی، بخاری کتاب الاذان اب قارئین خود ان تینوں حدیثوں کو غور سے پڑہیں پہلی حدیث جنت کا خوشہ کاٹنا چاہتے تھے دوسری حدیث میں رسول اللہ خود سامنے قبلہ کی دیوار میں جنت اور جھنم دونوں کو دیکھ رہے ہیں اور تیسری حدیث میں سامنے اوپر کی طرف دیکھنے سے آنکھوں کی بینائی چھینے جانے کی وعید سناتے ہیں پھر اس سے آگے کی حدیث نمبر ۷۱۲ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا یہ **اختلاس یختلسہ الشیطان من صلوۃ العبد** (بخاری کتاب الاذان) یہ ایک قسم کی چوری ہے یا چھینا جھپٹی ہے جو شیطان بندے کی نماز میں سے کرلیتا ہے" اب قارئین حضرات خود غور فرمائیں کہ جناب رسول اللہ کو یہ حدیث ساز لوگ ایک حدیث میں نماز کے اندر ادھر ادھر دیکھنے سے منع کرتے ہوئے دکھاتے ہیں دوسری حدیث میں خود انہیں جنت جھنم کو سامنے کی دیوار میں دیکھتے ہوئے دکھاتے ہیں اور یہ ہے ان حدیث سازوں کی پڑھی جانے والی نماز جسے یہ لوگ قرآن کی صلوۃ کا تفسیر قرار دے رہے ہیں تو کیا یہ تفسیر قرآن ایسا ہوتا ہے جس کی روایات خود آپس میں ٹکرارہی ہیں اور کہاں صلوۃ بمعنی قرآن کے دئے ہوئے نظام کو قائم کرنا اور اسکا اتباع کرنا جس سے لوگوں کی حاجتیں پوری ہوتی ہوں مسائل حیات حل ہوتے ہوں، اور کہاں صلوۃ بمعنی پوجا شل نماز جو مسجدوں میں عورتوں کے ساتھ صفیں باندھ کر پڑھی جاتی ہو جس صلوۃ بمعنی نماز میں شریک ہونے والوں کے دلوں میں عورتوں کے حسن کے نظارے کرنے کی بھی نیت بد ہو حوالہ ملاحظہ فرمائیں **عن ابن عباس قال کانت امرأۃ تصلی خلف رسول اللہ ﷺ حسناء من احسن الناس وکان بعض القوم یتقدم حتی فی**

القف الاول لان لا یراھا ویستاخر بعضھم حتی یکون فی الصف الموخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیہ فانزل اللہ تعالی ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین" ترمذی کتاب التفسیر سورۃ الحجر کی پہلی حدیث "خلاصہ" جناب رسول اللہ کے پیچھے ایک حسین ترین عورت نماز پڑھنے آیا کرتی تھی ان دنوں کچھ لوگ تو جلدی نماز کیلئے آتے تھے اور وہ پہلی صف میں اس لئے کھڑے ہوتے تھے کہ وہ اس عورت کو دیکھ نہ سکیں لیکن کچھ لوگ اخیر میں آتے تا کہ وہ آخری صف میں کھڑے ہوں پھر جب وہ رکوع میں جاتے تھے تو بغلوں سے پیچھے عورتوں کی صف میں اس عورت کو جھانک کر دیکھتے تھے"

محترم قارئین! قرآن کی صلوۃ کی اقامت تو آپ نے سورۃ ماعون میں پڑھی کہ اس کے ذریعے بے سہارا لوگوں کی مدد کرنی ہے ان کو کھانا کھلانا ہے رزق کے ذخیروں کو حاجتمندوں کیلئے کھولے رکھنا ہے تا کہ کوئی قانون قرآن کو نہ جھٹلائے، اب حدیثوں والی صلوۃ آپ نے بخاری اور ترمذی کی حدیثوں سے بھی ملاحظہ فرمائی اب غور فرما کر بتائیں کہ علم حدیث میں جس صلوۃ کا ذکر کیا گیا ہے کیا یہ حدیثیں تفسیر قرآن کے طور پر قبول کی جا سکتی ہیں؟ اور کیا قرآنی صلوۃ میں کوئی ابہام تھا جسے حدیث ساز اماموں نے آکر واضح کیا ہو؟ جب کہ حدیثوں والی صلوۃ تو قرآن والی صلوۃ کا رد کر رہی ہے، حدیثوں والی صلوۃ سے قرآن والی صلوۃ کی معنیٰ اور مفہوم یکسر بدل جاتا ہے؟ قرآن والی صلوۃ کے قرآنی تفصیلات کو سامنے رکھتے ہوئے حدیث والی صلوۃ کی تفاصیل پر غور کرتے ہیں تو یہ روایات سراسر قرآن کی تحریف اور ترمیم ثابت ہوتی ہیں"۔

علم حدیث قرآن کا تفسیر نہیں

جناب قارئین! کتاب بخاری کے اندر ایک باب ہے **فضل صلوۃ الفجر فی جماعۃ** اس کا نمبر ہے ۴۲۲ اس میں ایک حدیث ہے جس کا نمبر ہے 617 **متن حدیث ان ابا ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول تفضل صلوۃ الجمیع صلوۃ احدکم وحدہ بخمسۃ وعشرین جزء وتجتمع ملائکۃ اللیل وملائکۃ النھار فی صلوۃ الفجر ثم یقول ابوھریرۃ واقرؤا ان شئتم ان قرآن الفجر کان مشھودا** بخاری جلد اول صفحہ ۲۹۸" مکتبہ تعمیر انسانیت اردو بازار لاہور" ابوھریرہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ علیہ

السلام سے سنا آپ فرماتے تھے کہ تم میں سے ہر شخص کی جماعت کی نماز تنہا نماز پڑھنے سے پچیس درجے (ثواب میں) زیادہ ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے فجر کی نماز میں جمع ہوتے ہیں (اس کے دلیل میں) ابوھریرۃ کہتے تھے کہ اگر چاہو تو آیت ان قرآن الفجر کان مشھودا پڑھو"۔

تبصرہ

جناب قارئین! حدیث کی شروع والی بات ہی قرآن کی اس آیت کے حوالہ سے جھوٹی ہے کہ قرآن کا فرمان ہے کہ **من جاء بالحسنہ فلہ عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ فلا یجزی الا مثلھا وھم لایظلمون** (6-160) یعنی جو شخص ایک نیکی لائے گا پھر اسے بدلہ میں اس کے برابر دس نیکیاں دی جائینگی اور جو کوئی ایک برائی لائے گا تو اسے اس کا اتنا ہی بدلہ دیا جائیگا ان کے ساتھ ظلم نہیں کیا جائیگا۔ محترم قارئین! دیکھا حدیث کا شروع والا حصہ قرآن کو تفسیر کرنے کے بجاء ترمیم کر رہا ہے جو بات غلط ہے، اس لئے کہ فرمان ہے **لا مبدل لکلماتہ** (6-115) میرے قوانین کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا، حدیث میں دوسری بات ہے کہ فجر کی نماز کے وقت رات کی ڈیوٹی والے ملائک اور دن کی ڈیوٹی والے ملائک اکٹھے ہوتے ہیں، جناب قارئین! اس حدیث سے ملائکوں کا تعارف نہایت ہی جہالت والا ثابت ہوتا ہے، اس لئے کہ ملائک نہ ہی کچھ کھاتے پیتے ہیں نہ ہی نیند کرتے ہیں نہ ہی تھکتے ہیں، قرآن کا فرمان ہے کہ **فان استکبروا فالذین عند ربک یسبحون لہ بالیل والنھار وھم لایسئمون** (۳۸-۴۱) یعنی اگر یہ انسان اللہ کی اطاعت کرنے سے تکبر کرتے ہیں تو جو (ملائک) تیرے رب کے ہاں ہیں وہ ہمہ تن اطاعت گذار ہیں اللہ کے لئے لگاتار رات کو خواہ دن کو اتنی حد تک جو تھکتے بھی نہیں، دوسرے مقام پر ہے کہ تعرج الملائکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ (70-4) (یعنی کچھ اسکیموں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے شروعاتی نقطہ سے پایہ تکمیل تک عروج پذیر ہونے کے لئے) ملائک اس ہدف کی طرف جو چڑھتے ہیں تو اس یوم اور پیریڈ کی مقدار پچاس ہزار سال کی بھی ہوتی ہے" دیکھا جناب قارئین! ملائکوں کی ڈیوٹیوں کا قرآنی تعارف اب بتائیں کہ حدیث سازوں نے تو ملائکوں کا تعارف ایسا کرایا ہے جیسے فیکٹری کے مزدور

یا سنٹرل جیل کے سپاہی دن کی ڈیوٹی والے اور نائٹ ڈیوٹی والے جدا جدا ہوں کہاں قرآن کہاں یہ فارس کے قرآن دشمن لوگ، محترم قارئین! یہ علم الحدیث قرآنی علوم کی تفسیر تو نہیں کر رہا یہ تو قرآنی مفاہیم کو بگاڑ رہا ہے، عجب بات ہے کہ ان حدیث سازوں نے ایک صحابی کی طرف یہ بات منسوب کی ہے کہ ابو ہریرہ کہتا ہے کہ دن اور رات کے ملائکوں کا صبح کی نماز میں اکٹھے ہونے پر اگر تمہیں ثبوت چاہیئے تو دلیل میں یہ آیت پڑھو **ان قرآن الفجر کان مشھودا** (۱۸۔۱۷) دیکھا جناب تحریف معنیٰ کی بھی حد ہوگئی اس آیت کی معنیٰ تو یہ ہے کہ صبح کا پڑھا ہوا قرآن وہ اچھی طرح ذہن میں سمجھ میں آئیگا، اس لئے کہ رات کے آرام کی وجہ سے ذہن تازہ اور فریش ہوتا ہے" یعنی صبح کو ذہن میں مشھود ہونے کی بات قرآن پڑھنے کے حوالہ سے کی گئی، اس آیت میں یا اس سے پہلے یا بعد کی آیتوں یعنی دونوں رکوعوں میں ملائکوں کا کہیں ذکر ہی نہیں یہ حدیث ساز اپنی جہالت یا جعل سازی ایک صحابی ء رسول کے نام سے منسوب کر رہے ہیں خبر نہیں کہ ابو ہریرہ بلی کا باپ نامی کنیۃ والا صحابی ہے بھی یا نہیں اور اس کی طرف یہ قرآن کی غلط معنیٰ بھی منسوب کی گئی ہے، ہمیں یقین ہے کہ رسول اللہ کا شاگرد صحابی قرآن کی معنیٰ غلط نہیں کریگا، سو یہ حدیث کسی بھی صورت میں قرآن کا تفسیر نہیں کر سکتی۔"

قرآن والی صلوۃ برائیوں بدکاریوں سے روکتی ہے

"اتل ما اوحی الیک من الکتاب واقم الصلوۃ ان الصلوۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللہ اکبر واللہ یعلم ما تصنعون" (۴۵۔۲۹) یعنی اللہ کے دئے ہوئے کتاب سے وحی متلو کی تلاوت کر اس کا اتباع کر اور قائم کر نظام صلوۃ (قانون قرآن کو) تحقیق نظام صلوۃ (یعنی قرآن کے دئے ہوئے نظام کا اتباع یہ) روکتا ہے فحاشیوں سے بدکاریوں سے ضرور اللہ کا قانون اپنی تاثیر میں بڑا ہی کامیاب ہے، اور اللہ جانتا ہے کہ تم لوگ (نظام صلوۃ کی معنوی تحریف میں کیا تو ہنر اور کاریگریاں کرتے ہو (اس آیت کا خلاصہ یہ ہے اقامۃ صلوۃ کی معنیٰ قرآنی قانون کو لاگو کرنا ہے) حدیث نمبر

(۳۱۲۲)

حدیث والی صلوۃ

"عن ابن عباس قال کانت امرأۃ تصلی خلف رسول ﷺ حسناء من احسن الناس وکان بعض القوم یتقدم حتی یکون فی الصف الاول لان لا یراھا ویستاخر بعضھم حتی یکون فی الصف المؤخر فاذا رکع نظر من تحت ابطیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین"۔ (تفسیر سورۃ الحجر کتاب الترمذی صفحہ ۳۷۱۔ اسلامی کتب خانہ فضل الٰہی مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ ترجمہ: روایت ہے ابن عباس بیان کرتے ہیں ایک بہت خوبصورت عورت (عورتوں کی صفوں میں) رسول ﷺ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی بعض لوگ پہلی صف میں آگے ہو جاتے تا کہ اس کو نہ دیکھ سکیں اور بعض پچھلی صف میں کھڑے ہو کر جب رکوع میں جاتے تو اپنی بغلوں کے نیچے سے اس عورت کو دیکھتے تھے اس پر اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ ہم خوب جانتے ہیں تم میں سے ان لوگوں کو جو آگے بڑھنے والے ہیں جو پیچھے رہنے والے ہیں"

محترم قارئین! میں یہاں اس آیت کا اصلی قرآن والا مقصد اور مفہوم عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ آپ کو حدیث سازوں کی اصحاب رسول سے عداوت بغض اور قرآن کی تحریف معنوی کا انداز ہو سکے۔ جناب عالیٰ میں آیت نمبر ۲۱ سے خلاصہ عرض کرتا ہوں جب کہ اس آیت کا نمبر ۲۵ ہے خلاصہ آیات، ہمارے ہاں کائنات کی جملہ اشیاء کے بے انت خزانے ہیں ان میں سے سارے کے سارے نہیں نازل کرتے ہم مگر ایک معلوم انداز کے برابر۔ اور ہم نے ہوائیں بھیجی جو بخارات سے لدی ہوئی ہوتی ہیں پھر انہیں بادلوں سے مینہ برساتے ہیں پھر اس پانی سے تمہیں پانی پلانے کے لئے بھی دیتے ہیں پانی اتنا وافر ہوتا ہے جو اس کو تم ذخیرہ بھی نہیں کر سکتے۔ پھر ہر شی کو ہمارے قانون کے مطابق زندگی ملتی ہے اور موت اور کائنات کے جملہ خزائن رزق کے ہم ہی وارث ہیں تم نہیں ہو جو تیری میری کے ٹھپے لگا کر قبضہ گیری کرتے پھرو۔ اور ہم جانتے ہیں کہ تم میں سے کون اپنی چالاکیوں سے آگے بڑھ جانے والے ہیں اور ہیرا پھیریوں سے ذخائر رزق کو قبضے میں کرتے ہیں اور کون ہیں جو محروم کئے جاتے ہیں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے جناب ہر کوئی

آدمی اپنے اپنے گھر میں رکھے ہو ترا جم والے قرآن پر جا کر ماقبل اور مابعد والی آیات پڑھ کر دیکھے پھر غور کرے کہ اس قرآن کا تفسیر جو علم حدیث نے ترمذی کی اس حدیث کے حوالہ سے کی ہے کیا قرآن ایسا ہی کہتا ہے جو ترمذی کی حدیث نے بتایا ہے؟ انا اللہ وانا الیہ راجعون کیا اصحاب رسول ایسے تھے جس طرح اس حدیث میں دکھائے گئے ہیں؟ کیا جس صلوۃ کیلئے اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ برائیوں فحاشیوں سے روکتی ہے اس حدیث کے مطابق یہ صلوۃ تو رسول کے پیچھے رسول کی امامت میں ہی برائیوں سے نہیں روک رہی تو پھر بعد والوں کیلئے یہ صلوۃ کس کام کی اور علم حدیث نے یہ قرآن کا تفسیر کیا ہے یا رد کیا ہے؟

علم حدیث کے مطابق اذان اور اقامۃ کے وقت تو شیطان بھاگ جاتا ہے لیکن حدیث کے مطابق نماز کے دوران نمازی کے دل میں آکر بیٹھ جاتا ہے ''**عن ابی ھریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا نودی للصلوۃ ادبر الشیطان لہ ضراط حتی لا یسمع التاذین فاذا قضی النداء اقبل حتی اذا ثوب بالصلوۃ ادبر حتی اذا قضی التثویب اقبل حتی یخطر بین المرء ونفسہ یقول اذکر کذا اذکر کذا لما لم یکن یذکر حتی یظل الرجل لا یدری کم صلی**'' **بخاری کتاب الاذان باب فضل التاذین نمبر ۳۹۵** حدیث نمبر ۵۷۸ ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب نماز کی اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے اور (خوف کی وجہ) گوز مارتا جاتا ہے اتنے تک جاتا ہے جہاں تک اذان کی آواز نہ آتی ہو، پھر جب آذان ختم ہو جاتی ہے تو واپس آجاتا ہے، پھر جب نماز کی تکبیر کہی جاتی ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے اقامت کے ختم ہونے کے بعد پھر واپس آجاتا ہے، پھر آدمی کے دل میں بیٹھ کر اسے وس وسے ڈالتا ہے کہ فلاں کام یاد کر فلاں بات یاد کرا تنے تک جو آدمی بھول جاتا ہے کہ کتنی رکعتیں پڑہی''

تبصرہ

جناب قارئین! قرآن حکیم کے مطابق جو صلوۃ فحاشیوں اور برائیوں سے روکتی ہے اس حدیث کے مطابق شیطان اس صلوۃ کے دوران تو نمازی کے دل میں آکر بیٹھ جاتا ہے اور

جس صلوۃ کے لئے قرآن میں نہ آذان دینے کا کہیں ذکر ہے نہ تکبیر واقامت کا کہیں ذکر ہے عجیب بات ہے کہ شیطان ان غیر قرآنی چیزوں سے تو ڈر کے مارے بھاگ جاتا ہے، لیکن جس صلوۃ کو قرآن نے برائیوں بدکاریوں سے روکنے کیلئے اکسیر بتایا ہے (۴۵-۲۹) ایسی صلوۃ سے شیطان کو کوئی خوف نہیں ہوتا'' اب کوئی بتائے کہ علم حدیث کا تفسیر قرآن کیلئے ایسا ہوتا ہے جس میں قرآن والی صلوۃ کی توہین ہوتی ہو۔ قرآن والی صلوۃ کی تخفیف اور مذاق ہوتی ہو، جس میں اذان اور اقامت غیر قرآنی چیزوں سے تو شیطان بھاگ جائے اور صلوۃ کے وقت دل میں آکر ڈیرا جمائے، اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ سے تعلق کیلئے شیطان کو ہی ہٹانا ہے، تو پھر صلوۃ کا نسخہ تو اس مسئلہ میں اس حدیث کے مطابق ناکام ہوا، پھر اللہ کو تو شیطان سے بچنے کیلئے ہر وقت اذانیں اور تکبیریں دیتے رہنے کا حکم دینا چاہیئے تھا، پھر ایسی صلوۃ کا حکم کیوں؟ یہ علم الحدیث قرآن کا تفسیر تو نہیں کر رہا بلکہ توہین کر رہا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی صلوۃ میں شیطان آکر دلوں میں بیٹھ کر اصحابی شخصوں سے بھی رکوع کے دوران پیچھے کھڑی ہوئی حسین عورت کو جھانکنے کی مشق کراتا ہے اور جو اذان اقامت حدیث کا غیر قرآنی تحفہ ہے اس کے دوران شیطان ڈر کے مارے گوز مارتا ہوا بھاگ جائے'' اذان وتکبیر قرآن نے تو نہیں دی یہ علم حدیث سے ملی ہے اگر یہ شیطان کو بھگانے میں کامیاب نسخہ ہے لیکن صلوۃ جو قرآن نے دی ہے اس کے دوران شیطان دل میں آکر بیٹھے اور بہکاتا رہے یہ حدیث نے قرآن کا کیسا تفسیر کیا ہے!!!! اور حدیث سازوں نے لکھا ہے کہ شیطان بھاگ جاتا ہے اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ شیطان کو انسان سے علیحدہ وجود ہے۔ جبکہ قرآن حکیم نے سورۃ کھف میں '**فسجدوا الا ابلیس کان من الجن**'' (۱۸-۵) میں ابلیس کو جنوں میں سے شمار کیا ہے اور سورۃ جن میں جنوں کو انسانوں میں کی ایک کو الٹی بتائی ہے کہ **وانہ رجال الانس یعوذون برجال من الجن فزادوھم رھقا** (۷۲-۶) یعنی کہ انسان بھی رجال (آدمی ہیں) اور جن بھی رجال (آدمی ہیں) اور منافقین سے متعلق فرمایا ہے کہ **واذا خلوا الی شیاطینھم قالوا انا معکم** یعنی جب وہ اپنے لیڈروں (شیطان) کے پاس جاتے تھے تو انہیں کہتے تھے کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

جناب قارئین! اس حدیث کے بعد نماز کے پانچ عدد ہونے کی حدیث بخاری کے
کتاب الایمان سے بھی ملاحظہ فرمائیں باب کا عنوان ہے الزکوٰۃ من الاسلام، باب کا نمبر ۳۴ ہے
حدیث کا نمبر ۴۴ ہے اس حدیث میں ایک نجد سے آنیوالے آدمی کا ذکر ہے جو رسول اللہ سے ملنے
آرہا ہے اور مجلس میں پہنچنے سے پہلے دور سے پوچھتا ہوا آرہا ہے کہ اسلام کیا ہے، بہر حال مجلس میں
پہنچنے کے بعد اس کا سوال سمجھا گیا اور رسول اللہ نے اسے جواب دیا کہ **خمس صلوات فی یوم لیلۃ** یعنی
رات اور دن کے اندر پانچ نمازیں ہیں حدیث میں کچھ آگے صیام اور زکوۃ سے متعلق سوال وجواب
ہے" جناب قارئین! مجھے یہاں جو صلوۃ کے متعلق عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن فہمی کیلئے
دلچسپی رکھنے والوں کو اہل اسلام وایمان والوں کو دئے ہوئے حکم **اقیمو الصلوۃ** کو سمجنا ہے تو دیگر حوالہ
جات صلوۃ کے ساتھ ساتھ آیت **الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی السماوات والارض والطیر صافات کل
قد علم صلاتہ وتسبیحہ واللہ علیم بما یفعلون** (۲۴-۴۱) پر غور فرمائیں، ویسے لفظ صلوۃ کی صاف سیدھی
معنیٰ ہے اتباع اور پیروی۔ (۷۵-۳۱) لیکن اس لفظ کو اللہ پاک نے اپنی طرف سے دئے ہوئے
قرآنی نظام مملکت کی ڈیوٹیوں کو سرانجام دینے کیلئے اصطلاح کے طور پر قرآن میں جابجا **اقیموا
الصلوۃ** کے کوڈ ورڈ سے استعمال فرمایا ہے جس کی معنیٰ ہے کہ اپنی اپنی ڈیوٹیوں پر مستعد رہو آپ کو
دئے ہوئے فریضہ حیات کیلئے آئینی پیکیج کو نافذ العمل کرنے والے اس نظام کو قائم کرو، ہر وقت
اٹین شن رہو" تو صلوۃ کی ایک معنیٰ یہ ہوئی کہ اس نظام کی طرف سے ملی ہوئی ڈیوٹی کو سرانجام دینا،
لیکن وہ سعی کامل، ہمہ وقت تندہی سے، میں نے اوپر کی آیت (۲۴-۴۱) کی طرف توجہ مبذول
کرائی ہے، اس میں رب پاک ہر نوع مخلوق کیلئے فرماتا ہے کہ سب نے اپنے فریضہ ہائے حیات،
صلاتوں کو، سب نے اپنی ذمہ داریاں، سب نے اپنی ڈیوٹیاں، اور ان کی جفاکشی کے ساتھ ادائگی
کے طریقہ کو پہچانا ہوا ہے، جناب قارئین! لفظ سبح کی معنیٰ ہے تیرنا، سو ہر ایک جانتا ہے کہ تیرنے
کیلئے جسم کے سارے اعضاء کو بڑی طاقت سے حرکت میں رکھنا ہوتا ہے تو ان تشریحات کو ذہن
میں رکھتے ہوئے غور کریں کہ اللہ پاک جن ذمہ داریوں کیلئے ہمیں حکم دیتا ہے کہ **اقیموا الصلوۃ** یہ

کوئی پورے دن اور رات میں کل سترہ رکعتوں، والی پوجا کے قسم کی نماز تو نہیں ہے جس کی ادائگی
میں کل ٹائیم پچیس منٹ لگتا ہے پھر جس کی ادائگی میں تسبیحہ والی پورے جسم کی مشقت کرنی ہو یہ
کیسے ہوسکتا ہے کہ کل پچیس منٹ کی نماز میں کوئی جدوجہد کرنے کی ضرورت پڑتی ہو جو کہ پانچ
قسطوں میں پڑھنی ہی ہے، قرآن والی صلوۃ کے ذمہ دار مصلی کی حد میں اگر کوئی بھوکا مرا تو
مصلی کو الٹا لٹکایا جائیگا، قرآن والی صلوۃ کے ذمہ دار مصلی کے علائقہ میں اگر کوئی ہسپتال میں
مریضوں کو دوائی نہ ملے اسکول ماسٹر غیر حاضر رہے یا چوری ڈاکے لگیں تو اس علائقہ کے مصلی کو
ڈس مس کر کے اس کے گلے میں ذلت اور خوار کرنے والا بینر لٹکایا جائیگا (۱۰۷-۴) قرآن والی
صلوۃ یہ تو شفٹوں میں پورے چوبیس گھنٹے بڑی چوکسی سے سرانجام دینی ہے (۴-۱۰۳) یہ آتش
پرستوں کی پوجا والی پانچ وقتوں کی سترہ رکعت والی نماز نہیں ہے، جس پر ٹوٹل ٹائیم پچیس منٹ لگتا
ہے ایسی نماز علم حدیث کا عطیہ ہے، علم حدیث کی نماز قرآنی صلوۃ کی تفسیر اور تشریح میں فٹ نہیں
آسکتی، نماز میں انفرادیت پسندی کے تصورات پنپتے ہیں اس کے مقابل صلوۃ سارے
معاشرے کے لوگوں کے مسائل حیات حل کرنے کی اجتماعی سوچ پیدا کرتی ہے اور تخلیق کائنات پر غور
وفکر کرنے کا نام صلوۃ ہے جو مترادف ہے ذکر کی۔ (۳-۱۹۱)" جناب قارئین! میں بخاری کی
حدیث نمبر ۴۴ پر تبصرہ کر رہا ہوں کہ اس میں نجد کے ایک بدو کے سوال کہ اسلام کیا ہے اس میں
حدیث بنانے والوں نے بتایا ہے کہ رسول اللہ نے جواب دیا کہ دن اور رات مین پانچ نمازیں
ہیں" جناب عالی صلوۃ اقسام کے لحاظ سے گنی جاتی ہے کہ صلوۃ والی ڈیوٹی، ایجوکیشن محکمہ کی ہے یا
ایریگیشن محکمہ کی ہے یا ہیلتھ کے محکمہ کی ہے یا ہوم ڈپارٹمنٹ والی ہے یا محکمہ صنعت کی ہے یا فنانس
کے محکمہ کی ہے یا محکمہ قانون کی ہے سب محکموں کی جدا جدا صلاتیں یعنی ڈیوٹییں ہوئی صلواتوں کی
گنتی ان محکمہ جاتی اقسام سے کی جاسکتی ہے، رہا مسئلہ اوقات صلوۃ کا سو وہ تو موسموں کے مطابق
گورنمنٹ اعلان کرتی رہے گی، جیسے قرآن نے **ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا** کہا ہے
(۴-۱۰۳) اور قرآن میں جو آیا ہے کہ **حافظوا علی الصلوات** یعنی جملہ اقسام صلوۃ کی حفاظت کرو تو

اس کا مطلب یہی ہوگا جو محکمہ جاتی اقسام ہم نے بیان کئے۔ قرآنی صلوۃ میں زیادہ تر بات چیت کرنی پڑتی ہے جبکہ حدیث کی نماز میں باتیں کرنے پر بندش ہے

محترم قارئین! قرآن کی صلوۃ کے لئے جیسے کہ آپ نے پڑھا ہے کہ قرآن حکیم نے اسے قائم کر۔نے کا بارہا حکم دیا ہے تو قائم کرنے کا حکم بتا رہا ہے کہ یہ کوئی نظام اور سسٹم سے تعلق رکھنے والی چیز ہے، جس کے اندر اس نظام کے مخالفین کی دشمنیں اور رکاوٹیں بھی پیش آئینگی، ان کے مقابلہ کی تعلیم بھی قرآن نے یہ سمجھائی ہے کہ **واستعینو ابالصبر** یعنی مدد حاصل کرو استقامت سے پہلے تو اپنے نظریوں اور افکار پر ڈٹے رہو پھر حکم ہے کہ **واستعینو ابالصلوۃ** (۲_۴۵) یعنی اپنے نظام حکومت کو پختہ اور مضبوط بنانے سے، یعنی دشمن سے مقابلہ کیلئے پہلے نظریہ پر پختگی سے قائم رہنا ضروری ہے اس کے بعد تمہارے دشمن کو کمزور بنائیگا تمہارے نظام مملکت کا استحکام، پھر میں اپنی بات دہراتا ہوں کہ دشمن کی تمہارے ساتھ جنگ ہی تمہارے نظریے کی وجہ سے ہے اگر تم اپنے نظریہ سے دستبردار ہو جاؤ گے اور اس میں دشمن کی خواہشات کے مطابق ترمیمیں اور تبدیلیں کرو گے تو ایسی صورتحال میں صلوۃ والا نظام تو ایک جامع نظام سے تعلق رکھتا ہے، جو شروع ہوتا ہے معاشی نظریہ سے، جس کا بنیادی **یسئلو نک ماذا ینفقون قل العفو** (۲_۲۱۹) پر ہے، یعنی اپنی کمائی اپنی ضرورت سے اوپر، نظام چلانے والوں کو ضرورتمندوں کیلئے حوالے کرنی ہے اور وہ بھی سواء للسائلن کے برابری والے اصول پر (۱۰_۴۱) اگر تم لوگ ایسی صلوۃ کی اقامۃ کی منادی پھیراؤ گے تو دشمن تمہارے سامنے آئینگے اور کہینگے کہ **یاشعیب اصلواتک تامرک ان نترک ملیعبد آباؤنا اوان نفعل فی اموالنا مانشاء** (۸۷_۱۱) یعنی تیری صلاتیں ہمارے مالی نظام میں معاشی ڈھانچے میں کیوں دخل دے رہی ہیں؟ بس تو ہی اکیلا سدھرا ہوا دانشور ہے سو دشمن کی آپ سے جنگ ہی نظریہ کی وجہ سے ہے، اس لئے آپ پہلے اپنے نظریہ سے وابستگی کی استقامت (صبر) دکھائیں، اس کے بعد نظام صلوۃ کو مستحکم بنانے کے بعد ہی وہ صلوۃ آپ کی مدد کے لائق بن سکتی ہے، اگر صلوۃ کی یہ معنیٰ نہیں ہے، اور جو معنیٰ آج کل مسجدوں کو مسلم امت نے اس کے قرآنی

مصرف اور کانسیپٹ سے بدل کر رہبانی پوجا کرنے کا گھر بنایا ہوا ہے، اس کے اندر جو آتش پرستوں والی نماز کی نقل کو صلوۃ کے معنیٰ میں مشہور کر دیا ہے تو یہ نماز والی معنے سے صلوۃ کیا مدد دے سکتی ہے، یہ نماز تو اسے پڑھنے والوں کو ہی نہیں بچا سکتی جب کوئی ایک فرقہ والا دوسرے فرقہ کی مسجد میں نمازیوں پر بم مارتا ہے۔ جو آج کل گن مینوں کے سایہ میں پڑھی جا رہی ہے۔

یہ بات شروع کی گئی ہے کہ قرآنی صلوۃ میں مقالے پڑھے جاتے ہیں قیل وقال ہوتی ہے دوران صلوۃ باتیں ہوتی ہیں فرمان ہے کہ **یاایھا الذین آمنوا لاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ما تقولون** (۴_۴۳) یعنی اے ایمان والو! اس وقت تک صلوۃ کے اجتماع میں شریک ہی نہ بنو جب تک تمہیں اتنا بھی ہوش نہ ہو کہ تمہیں کہنا کیا تھا اور اس کے بدلے کہہ کیا رہے ہو" یعنی بدحواسی اور بیہوشی کی حالت میں اجتماع صلوۃ میں شرکت کرنے نہ آئیں" اس کے علاوہ اجتماع صلوۃ میں لیکچر دینے اور گفتگو کرنے کے آداب قرآن نے سکھائے ہیں، فرمان ہے کہ **ولاتجھر بصلاتک ولاتخافت بھاوابتغ بین ذالک سبیلا** (۱۷_۱۱۰) یعنی نہ اونچی آواز سے قال وقیل کرنا نہ ہی دھیمی آواز سے ان کے درمیان کے طریقہ سے بات کرنا، جناب قارئین! نظام صلوۃ سواء گفتگو کے، سواء باتیں سننے سنانے کے نہیں ہو سکتا، فرمان ہے کہ **یابنی اقم الصلوۃ وأمر بالمروف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک ان ذالک من عزم الامور** (۳۱_۱۱۰) یعنی اے میری بچڑے نظام صلوۃ جو تجھے قائم کرنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ قوانین پر چلنے اور اس پر کاربند رہنے کی تلقین کیا۔ کرو سکے ساتھ ساتھ برایوں سے منکرات سے بھی لوگوں کو روکا کرو جب آپ لاقانونیت پھیلانے والوں کے راستہ کی رکاوٹ بننگے تو وہ لوگ بھی تجھے مصیبتوں میں پھنسائینگے پھر ایسی صورتحال میں جم کر کے مقابلہ کرنا استقامت کے ساتھ مصائب سے ٹکر لینا صاحب عزم لوگوں کا کردار ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ ایسے معاملات میں ڈٹے رہیں۔"

جناب قارئین! اس آیت میں جو سکھایا جا رہا ہے کہ اقامۃ صلوۃ کیلئے امر بالمعروف کریں اور برائیوں سے روکا کریں تو یہ کام تو گفتگو سے ہو سکتا ہے موجودہ رائج الوقت پڑھی جانی

والی نماز میں تو بتایا گیا ہے کہ یہ نماز کے اندر باتیں کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔''

محترم قارئین! جن لوگوں نے فن حدیث سازی اور فقہ سازی کی سازش امامت نامی تحریک کے ناموں سے شروع کی تھی ان کے اندر کی بات ہی یہ تھی اور ہے کہ قرآن جس معاشی و معاشرتی عادلانہ مساوات کے انقلاب لانے کی بات کرتا ہے، تو اس کے لئے قرآن نے **استعینوا بالصبر والصلوۃ** کا جو حکم دیا ہے یعنی صبر کی معنیٰ قرآنی نظریہ معاشی مساوات وغیرہ پر ڈٹ کر رہو، تو امامی تحریک والوں نے سوچا کہ کیوں نہ صبر کی معنیٰ بدل کر گوشہ نشینی، ترک دنیا، اور کسی سے بات چیت و بحث نہ کرنا کی جائے اور صلوۃ کی جو معنیٰ ہے کہ قرآن کے دئے ہوئے نظریہ **یقیمون الصلوۃ ومما رزقناھم ینفقون** (۳_۲) یعنی ہمارے دئے ہوئے مال کو خرچ کر کے نظام صلوۃ کو مضبوط بنائیں'، تو کیوں نہ جس صلوۃ کی معنیٰ اتباع احکام قرآن ہے (۳۱_۷۵) اس کی معنیٰ کو بدل کر اپنی آگ کی پوجا والی نماز کو ہم مسلم امت کو تحفے میں دے دیں اور صرف سامنے سے آگ کو ہٹا کر اسے اسلامائیز کر دیں، اور مشہور کریں کہ یہ ہماری والی نماز قرآنی انقلاب کی اصطلاح **اقیموا الصلوۃ** کا ترجمہ ہے' اور جو فرمان ربی ہے کہ **الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور** (۴۱_۲۲) یعنی جن لوگوں کو اقتدار دلائیں ہم زمین پر تو انہیں اقامۃ الصلوۃ کر کے اس سے لوگوں کو سامان پرورش بھی دینا ہے ان کاموں کے لئے ذمہ داریوں کیلئے وزارت معارف اور لا اینڈ آرڈر کیلئے وزارت قانون وزارت داخلہ اور وزارت خزانہ کو مستعد رکھنا ہوگا جس میں لوگوں کو نیک کاموں کا حکم اور برائیوں سے منع کرنے کے بڑے پیمانے پر انتظام کرنے پڑینگے جب جا کر اقامۃ صلوۃ اور ایتاء زکوۃ ہو سکے گی،'' سو جناب عالی اقامۃ صلوۃ اور ایتاء زکوۃ جیسے کاموں میں گفتگو منفی اور مثبت لائنوں کی لازم ہوگی'' بغیر گفتگو کے بغیر بحث و مباحث کے کوئی بھی نظام قائم نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے تو اسلامی معاشی مساوات والے انقلاب لانے کے کوڈ ورڈ ''اقیموا الصلوۃ'' جس کی اقامۃ کیلئے ضرورت پڑتی ہے امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی گفتگو کی سو امامی تحریک والوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایسی بات

چیت والی صلوۃ ایسی مقالات پر مشتمل سیمیناروں اور کانفرنسوں کے ذریعے پاس کئے جانے والے صلوۃ کے انتظامی فارمولے سے قال وقیل (۴۳_۴) نکال کر اسے گونگی بنایا جائے جس کے اندر تھوڑی سی افہام تفہیم والی گفتگو سے وہ ٹوٹ جائے'' محترم قارئین! یہ مروج گونگی نماز بھی پڑھی جاتی ہے، قائم نہیں کی جاتی قرآن حکیم نے صلوۃ کیلئے پڑھنے کا حکم کہیں بھی نہیں دیا ہے، اقیموا کا حکم دیا ہے اور اقامۃ کا لفظ ٹوٹی ہوئی چیز کو اپنی بنیادوں پر قائم کرنے کیلئے دیا جاتا ہے ٹوٹی ہوئی بکھری ہوئی چیز کو قائم کرنے کیلئے اس کے اوپر کوئی دم درود نہیں پڑھا جاتا بلکہ معماروں کے ذریعے اسے قائم کیا جاتا ہے، جس طرح کہ سورۃ کھف میں آیا ہے کہ یرید ان ینقض فاقامہ (۷۷_۱۸) یعنی موسیٰ کے استاد نے ایک دیوار کو دیکھا جو گر رہی تھی پھر اسے گرنے ٹوٹنے سے بچا کر قائم کر دیا، تو اقامۃ صلوۃ بھی ایک ٹوٹے ہے یا گرتے ہوئے بکھرے ہوئے نظام کو قائم کرنے کی معنیٰ میں ہے، اور جو حکم دیا گیا ہے کہ **استعینوا بالصبر والصلوۃ** (۴۵_۲) یعنی اسے گرے ہوئے نظام کو قائم کرنے کیلئے صبر اور صلوۃ سے مدد لو، تو مدد دینے والا، کرنے والا طاقت لگانے سے مدد دے سکتا ہے بغیر طاقت کے کمزور آدمی کیا کر سکتا ہے جیسے کہ سورہ کھف میں آیا ہے کہ **فاعینونی بقوۃ** (۹۵_۱۸) یعنی میری مدد کرو طاقت کے ذریعے سے، اب جو مسلم امت کے پاس اہل فارس کے ہاں سے یزد جر شاہی کے دانشوروں کی امامت نامی تحریک والوں کی ایکسپورٹ کردہ گونگی نماز ہے اس میں کیا طاقت ہے جو معاشی برابری والا نظام لانے کیلئے جب سرمایہ دار مخالفت کریں اور روکیں (۱۰_۹۶) تو اس کا کیا مقابلہ کر سکے گی؟ اس لئے مروج حدیثوں والی نماز میں حالات حاضرہ اور کرنٹ اشوز پر بحث اور مقالے تو کیا مطلق کوئی سی بات کرنے سے یہ نماز تو ٹوٹ جاتی ہے۔

بخاری کے ابواب التھجد میں ایک باب ہے **ما ینھیٰ عن الکلام فی الصلوۃ** کے نام سے جس کا نمبر ہے ۷۵۸ ہے اس کے اندر تین عدد حدیثیں ہیں ایک میں ہے کہ **کنا نسلم علی الرسول اللہ ﷺ وھو فی الصلوۃ فیرد علینا فلما رجعنا من عند النجاشی سلمنا علیہ فلم یرد علینا وقال ان فی الصلوۃ شغلا** یعنی ہم جناب رسول علیہ السلام پر ان کی نماز کے دوران سلام کیا کرتے تھے تو وہ جواب دیا

کرتے تھے، پھر جب ہم نجاشی کی طرف کی ہوئی ہجرت سے واپس ہوئے اور دوران نماز سلام کیا تو جواب نہیں دیا اور فرمایا کہ نماز کے اندر مشغولیت ہوتی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کنا **لنتکلم فی الصلوۃ علی عھد النبی ﷺ یکلم احدنا صاحبہ بحاجتہ حتی نزلت حافظوا علی الصلوات الآیۃ فامرنا بالسکوت** یعنی ہم زمانہ نبی علیہ السلام میں کلام کرتے تھے ہم میں سے ہر ایک ایک دوسرے سے اپنے حاجت کے سلسلہ میں گفتگو کرتا تھا اتنے تک جو نازل ہوئی آیت حافظوا علی الصلوات پھر اس کے بعد ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا۔"

محترم قارئین! آپ نے تین عدد بخاری کی حدیثیں پڑھیں ہیں کہ شروع میں ہم نماز کے اندر اپنے کام کاج کیلئے ایک دوسرے سے بات چیت کرتے بعد میں بندش ڈالی گئی، اب قرآن حکیم سے پوچھا جائے کہ اس نے کس طرح کی صلوۃ دی ہوئی ہے؟ تو جواب میں قرآن فرماتا ہے کہ **والذین استجابوا لربھم واقاموا الصلوۃ وامرھم شوریٰ بینھم ومما رزقناھم ینفقون** (۳۸۔۴۲) یعنی جن لوگوں نے اللہ کے حکم اقامۃ صلوۃ کی تعمیل کیلئے لبیک کہا، اور استجابت کی اور تعمیل حکم کیلئے آپس میں مشاورت کا نظام قائم کیا اور اس سے ہمارے دیئے ہوئے رزق سے وہ خرچ کرنے لگے" غور فرمایا جائے کہ اقامۃ صلوۃ یعنی نظام صلوۃ کو کامیاب اور مؤثر بنانے کیلئے قرآن حکیم ایک نظام مشاورت کی بات فرمارہا ہے جس کے اندر تقسیم رزق کی بجٹ کو خرچ کرنے کی تجویزیں پاس کی جائینگی سو یہ ہے قرآن کی دی ہوئی صلوۃ جس کی مشاورت کے لئے آپس میں ممبران بحث وتمحیص کرتے ہیں، اب ہر کوئی حدیث کی صلوۃ بمعنیٰ موجودہ مروج گونگی نماز کا قرآن کی دی ہوئی صلوۃ کے ساتھ موازنہ کرکے بتائے کہ کیا مذہبی مدارس میں پڑہائی جانے والی یہ حدیثیں، محراب ومنبر پر سے سنایا جانے والا یہ مروج علم الحدیث، قرآنی احکامات کا تفسیر کرسکتا ہے؟ تفسیر بن سکتا ہے؟ یعنی قرآن کی دی ہوئی صلوۃ کے اندر باہمی مشاورت کے ساتھ رزق کو خرچ کرنے کے فارمولے پاس کئے جاتے ہیں اور حدیثوں کی دی ہوئی صلوۃ میں ایک دوسرے سے انتظام معیشت وغیرہ پر گفتگو کرنا بندش ہے" بتایا جائے کہ مروج علم حدیث کو قرآنی مسائل کا تفسیر سمجھا جاسکتا ہے؟ یہ علم

حدیث تو قرآن کا مقصد اور نظریہ ہی فوت کردیتا ہے" اور صلوۃ کے مسئلہ میں یہ حدیثیں قرآن کی آیات صلوۃ کا رد کررہی ہے۔

قرآن کی زکوۃ اور حدیث کی زکوۃ

لفظ "زکوۃ" کی اپنی اصلی معنیٰ قرآن حکیم کی آیت (۱۹۔۱۸) سے بہتر نمونے ثابت ہوتی ہے کہ "**فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایھا ازکی طعاما فلیأتکم برزق منہ**" (۹۔۱۸) یعنے اپنے کسی ایک ساتھی کو یہ کرنسی نوٹ دیکر شہر کی طرف بھیجو پھر وہ چیک کرے کہ جو طعام، جو راشن ازکی ہو یعنی صحت بخش ہو، صاف ستھرا ہو، توانائی دینے والا ہو، پھر وہ رزق لے آئے آپ کے لئے، توانائی بخش صاف ستھرے طعام والا رزق لے آئے تمہارے لئے۔ اب زکوۃ کی معنیٰ اس کلام الاہی کی روشنی میں یہ جاکر ٹھہری کہ، طعام، رزق۔ اعلیٰ قسم کا سامان پرورش۔ پھر اسی معنیٰ کی تائید اور مزید وضاحت آیت (۷۴۔۱۸) سے ہوتی ہے کہ "**حتی اذا لقیا غلاما فقتلہ قال اقتلت نفسا زکیۃ بغیر نفس لقد جئت شیئا نکرا**" (۷۴۔۱۸) یعنی جناب موسیٰ سلام علیہ اور اس کا ساتھی جب ایک لڑکے کو ملے تو استاد نے اسے قتل کردیا، اس پر موسیٰ علیہ السلام سے رہا نہ گیا اور اسے کہا کہ کیا آپ نے ایسے فرد کو قتل کیا جو تمام پالا ہوا اچھا پرورش یافتہ، تندرست وتنومند تھا اور وہ بھی بغیر کسی کے بدلے کے آپ نے یہ کام نہایت ہی منکر قسم کا کیا ہے" جناب قارئین! لفظ زکوۃ کی معنیٰ سامان پرورش۔ اچھا طعام۔ بہتر قسم کا رزق یہ سب معنائیں اسی سورت میں چند آیتیں آگے اور بہتر طریق پر ثابت ہوتی ہیں۔ فرمان ہے کہ "**فاردنا ان یبدلھما ربھما خیرا منہ زکوۃ واقرب رحما**" (۸۱۔۱۸) یعنی ہم نے ارادہ کیا کہ اس قتل کردہ جوان کے بدلے میں اس کے والدین کو ان کا رب اس سے بھی بہتر از روء زکوۃ کے پرورش اور تنومندی کے عطا کریگا جو صلح پسند اور لوگوں سے محبت کرنے والا ہوگا۔" جناب قارئین! یہاں تک بات ہوئی زکوۃ بمعنیٰ طعام اور رزق یعنی جسمانی گروتھ کے لئے سامان پرورش کی، اس کے ساتھ ساتھ انسان کی دوسری پرورش ہوتی ہے علمی و فکری تربیت کے حوالہ سے مطلب کہ طعام اور رزق سے پرورش ہوئی جسم کی اور شخص کی اور تعلیم و

تربیت سے پرورش ہوتی ہے شخصیت اور پرسنلٹی کی، جیسے کہ "ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم" (۱۲۹_۲) یعنی اے ہمارے پالنے والے بھیج ان کے اندر ایسے رسول کو جو ان میں سے ہو، وہ ان کے اوپر تیری آیات کی تلاوت کرے اور سکھائے ان کو الکتاب حکمت والا جو پارسا بنائے ان کو، تحقیق تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اب اس آیت میں زکوۃ کی معنیٰ ہوئی کردار سازی کی فکری علمی عملی تربیت کی، ویسے لفظ زکوۃ کی معنی اور شرح اس سے اور وسیع معنوں میں بھی کی جاسکتی ہے لیکن میں اتنی سی گذارش کے بعد اب قارئین کی توجہ مبذول کراؤنگا دو باتوں کی طرف، ایک یہ کہ یہ زکوۃ بمعنی سامان رزق اور سامان پرورش والا اطعام دینا اور زکوۃ بمعنی تعلیم وتربیت کردار سازی شخصیت سازی یہ کس نے دینی ہے یہ کس کی ذمہ داری اور جوابداری ہے؟ قرآن میں پچیس چھبیس بار آتو الزکوۃ کا حکم آیا ہے یہ کس کو حکم دیا گیا ہے؟، اس کے لئے ملاحظہ فرمایئے "الذین ان مکنٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور" (۴۱_۲۲) یعنی جن کو اقتدار دلائیں، کنٹرول دلائیں، پاور دلائیں زمین پر ان کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ ہمارے دیئے ہوئے (الکتاب والے نظام کے) پیچھے چلنے کو قائم رکھیں (اس اتباع نظام کی عملی شکل اس سے معلوم کی جائی گی کہ وہ اقامت صلوۃ کے ذریعے) لوگوں کو (زکوۃ) سامان پرورش کی سپلاء بحال رکھیں (ان کی جسمانی نشونما کے لئے) (اور ان کے اخلاق اور کردار سازی کے لئے) (امر بالمعروف اور نھی عن المنکر نیک کاموں کا حکم اور برائی سے روکنا) سے کام لیا کریں، اس کے بعد انجام کار اللہ کے حوالہ ہے۔

اس آیت میں پہلی بات کہ یہ حکم خالص حکومت کے کارندوں کو ہے یعنی "اقامۃ الصلوۃ" ایڈمنسٹریشن کو قائم کرنا اور رعیت کے ہر فرد کو سامان رزق پہنچانا اور معاشرہ سے برائیوں کو ختم کرنے نیکیوں کو عام کرنا یہ حکومت کا محکمہ وزارت معارف وقانون اور خوراک سرانجام دیگی۔

جناب قارئین! زکوۃ کے ضمن میں جو مجھے دوسری بات عرض کرنی تھی وہ یہ ہے کہ آپ نے ابھی آیت (۴۱_۲۲) میں جو پڑھا کہ جن لوگوں کو ہم زمین میں اقتدار اور پاور دلائینگے وہ لوگ نظام صلوۃ

قائم کرینگے جس کے ذریعے پبلک کو سامان پرورش پہنچائینگے اور ان کے سماج کو امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے ذریعے درست رکھینگے، اس آیت میں صاف صاف یہ بات ملی کہ زکوۃ دینا گورنمنٹ کی ذمہ داری ہوگی اور ریاست کی ٹوٹل پبلک کو ایک ایک فرد کو سامان پرورش پہنچانا اسی کا نام اتوا الزکوۃ ہے، زکوۃ صرف لولے لنگڑے، نابیناؤں محتاجوں تک محدود نہیں ہے، حکومت کو اپنی پوری رعیت کو جسمانی علمی وفکری غذائیں دینی ہیں اسی کا نام زکوۃ ہے، قرآن کی زکوۃ کی تفہیم کا تفصیل۔ شروع کتاب میں سورت ماعون کے ذیل میں صلوۃ کے بحث کے ضمن میں بھی سمجھا جاسکتا ہے، بہر حال امید ہے کہ یہاں تک زکوۃ کا قرآنی مفہوم آپ سمجھ گئے ہونگے آگے ملاحظہ فرمائیں۔

زکوۃ کا علم حدیث کی روشنی میں مفہوم

محترم قارئین! صدیوں سے آج تک امت مسلمہ علمی محاذ پر دشمنوں سے شکست کھائی ہوئی ہے جو کتاب قرآن اللہ نے حکمرانی کے منشور کے طور پر نازل فرمائی تھی کہ انا انزلنا الیک الکتاب لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولاتکن للخائنین خصیما۔ یعنی اے محمد علیک السلام ہم تیری طرف یہ الکتاب نازل کررہے ہیں اس واسطے کہ تو حکومت چلائے فیصلے کرے اس کتاب سے حاصل کی ہوئی بصیرت سے اور خیال رکھنا اے مخاطب قرآن اس کتاب کی ہدایات اور قوانین میں تحریف معنوی اور تحریف لفظی کے لئے اسکے خلاف علم مثلہ معہ اور سات قرائتوں کے چکر چلانے والوں کے جھانسے میں آکر کبھی ان کی وکالت نہ کرنا، (۱۰۵_۴) اب تک آپ نے جو زکوۃ کے لئے قرآنی موقف پڑھا، اس کے مقابل علم حدیث کا موقف بھی سمجھیں۔ جناب عالی! امام بخاری صاحب نے اپنی کتاب بخاری میں جو کتاب الزکوۃ ترتیب دیا ہے اس میں کل ایک سو گیارہ حدیثیں اس موضوع سے متعلق جمع کی ہیں جو سب لوگوں سے اونٹوں بکریوں گائے باغات سونے چاندی کے اوپر سے مختلف حصص وصول کرنے کے تفصیل پر مشتمل ہیں۔ جناب ان کی وصولی حدیثوں کے حوالوں سے دو قسم کی نظر آتی ہے ایک یہ کہ جناب رسول اللہ کا کوئی فرستادہ آدمی وصولی

کرتا ہے یا لوگوں کو رضا کارانہ طور پر دینے اور پہنچانے کی حدیثیں لکھی ہوئی ہیں۔ مطلب کہ آیت **الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ** (۴۱-۲۲) جو کہ اس معاملہ میں بنیادی رہنمائی دینے والی آیت ہے اس کے تفہیم و تفسیر کی کوئی ایک بھی حدیث پورے کتاب الزکوۃ میں نہیں ہے۔ جناب قارئین! اسی آیت میں امر بالمعروف اور نھی المنکر ۔ سے حسن کردار اور انسانوں کی پرسنلٹی کے تزکیہ کی ذمہ داری بھی وقت کی حکومت کے ذمہ لگائی ہوئی ہے۔ اس سے متعلق بھی کوئی ایک حدیث بھی کتاب الزکوۃ میں نہیں لائی گئی تو کوئی بتائے کہ علم الحدیث قرآن کا تفسیر کرنے والا علم ہو سکیگا؟ بلکہ بخاری کے کتاب الزکوۃ میں حدیث نمبر ۱۳۲۴ جیسی حدیث تو لائی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ ضرور لوگوں پر ایک زمانہ آئیگا جو اس میں کوئی ایک آدمی صدقہ دینے کے لئے سونا لے کر گھومتا پھریگا لیکن کوئی محتاج نہیں ہوگا جو اس سے وصول کرے اور ان میں کوئی ایک آدمی ایسا بھی ہوگا جو **یتب عہ اربعون امراۃ یلذن بہ من قلۃ الرجال وکثرۃ النساء** یعنی دیکھے گا تو کہ ایک آدمی کے پیچھے چالیس عورتیں ہونگی جو اس ایک سے لذت حاصل کرتی ہونگی عورتوں کی کثرت اور مردوں کی کمی کی وجہ سے، بتایا جائے کہ بخاری کی کتاب الزکوۃ کی اس حدیث کو قرآن کی کس آیت کا تفسیر قرار دیا جائیگا' جناب قارئین! آپ نے آیت (۴۱-۲۲) میں پڑھا کہ ہم جن لوگوں کو اقتدار اور حکومت دلائینگے وہ نظام صلوۃ قائم کر کے اس کے ذریعے رعیت کو سامان پرورش عطا کرینگے اور وہ نھی عن المنکر اور امر بالمعروف کے ذریعے لوگوں کی کردار سازی کرینگے ان کا تزکیہ کرینگے اس آیت کو ذہن میں رکھتے ہوئے بخاری کی کتاب الزکوۃ سے اس حدیث پر غور فرمائیں اس کے باب کا نمبر ہے ۸۹۶، اور حدیث کا نمبر ہے ۱۳۳۱ یہ روایت ابوہریرہ کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ نے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں صدقہ کرونگا، جب وہ صدقہ کا مال لے کر نکلا تو وہ ایک چور کو دیدیا، لوگوں میں چوبجو ہوئی کہ چور کو صدقہ دیا پھر اس شخص نے کہا کہ اے اللہ تیرے لئے ہی حمد ہے میں اور بھی صدقہ دونگا تو وہ ایک زنا کار رنڈی عورت کو دیکر آیا، اس پر بھی لوگوں نے تنقیدی گفتگو کی کہ اس نے ایک زانیہ عورت کو صدقہ دیا پھر اس شخص نے کہا کہ اللہ کے لئے ہی حمد ہے جو میں نے ایک زانیہ

عورت کو صدقہ دیا ہے، پھر بھی وہ صدقہ لے کر نکلا اور ایک غنی آدمی کو دیکر آیا تو لوگ اس پر بھی چمگوئیاں کرنے لگے کہ یہ تو شاہوکار آدمی کو صدقہ دے آیا'' آگے ہے کہ ''**فقیل لہ اما صدقتک علی سارق فلعلہ ان یستعف عن سرقتہ واما الزانیہ فلعلھا تستعف عن زناھا واما الغنی فلعلہ یعتبر فینفق مما اعطاہ اللہ عز وجل**'' یعنی چور کو تو نے صدقہ دیا، شاید اس سے وہ چوری سے باز آجائے اور زناکار عورت شاید زنا سے بچے اور مالدار آدمی شاید عبرت حاصل کرے اور وہ اپنے مال سے بھی صدقہ میں خرچ کرنے لگے۔''

اب کوئی بتائے کہ یہ حدیث جو رسول اللہ کے نام سے منسوب ہے حدیث بنانے والوں نے اس میں دنیا والوں کو اس حدیث سے یہ دکھانا چاہا ہے کہ زمانہ رسالت میں آیت (۴۱-۲۲) پر عمل نہیں ہوتا تھا یہ کام حکومت کی طرف سے نہیں کیا جاتا تھا، زمانہ رسالت میں معاشرہ میں چور بھی تھے بد پیشہ زانیہ عورتیں بھی تھیں، اور انقلاب رسالت سے قرآن کی بتائی ہوئی کوئی معاشی مساوات قائم نہیں ہوئی تھی، وہی امیر اور غریب والا طبقاتی معاشرہ قبل اسلام والی کلاسیفکیشن موجود تھی۔ جناب قارئین! یہ حدیث رسول اللہ کے اوپر مکمل طور قرآنی معاشرہ قائم کرنے میں ناکامی کا الزام ہے، آج کے گئے گذرے دور میں بھی کوئی شخص چور کو رنڈی کو امیر کو خیرات نہیں دیتا یہ حدیث فنکاری کی طرز پر خالصتا جناب رسول اللہ کے انقلاب رسالت کے ناکامی پر شاہدی کے لئے بنائی گئی ہے خود ان کی زبانی کے طور پر۔

محترم قارئین! اس حدیث سے بھی بڑھکر بخاری کی کتاب الزکوۃ کی باب نمبر ۹۲۹ کی حدیث نمبر ۱۳۹۱ ہے ابوہریرہ روایت کرتا ہے کہ جب کھجور کا فصل اتر جاتا تھا تو ادھر ادھر سے یعنی ہر طرف سے کھجوریں رسول اللہ کے پاس لائی جاتی تھیں جس کے ڈھیر لگ جاتے تھے پھر حسن حسین کھجوروں کیے ڈھیر سے کھیلتے تھے ان دونوں بھائیوں میں سے ایک نے کھجور لی اور اپنے منہ میں ڈالی اور اسے رسول اللہ نے دیکھ لیا تو کھجور کو اس کے منہ سے نکال لیا، پھر فرمایا کہ کیا تو نہیں جانتا کہ محمد کی ال والے صدقہ کا مال نہیں کھاتے (حدیث پوری ہوئی) جناب قارئین ایک طرف

قرآن کا اعلان ہے کہ "ماکان محمد ابا احد من رجالکم" (۴۰_۳۳) یعنی محمد کو ہم نے نرینہ اولاد کا ابا
نہیں بنایا تو پھر رسول کو آل کہاں سے آئی جو بخاری کی اس حدیث میں آل کا ذکر کیا گیا حسن حسین
تو علی کی آل بنتے ہیں، اور جو قرآن میں اتوا الزکوۃ کا حکم ہے وہ تو مملکۃ اور ریاست کے ہر فرد کے
لئے ہے اس آیت میں کسی بھی قسم کے نسل فیملی خاندان قبیلہ کی استثنا نہیں ہے، پھر حدیث سازوں
نے خاندان رسول کو اموال زکوۃ میں سے کچھ بھی نہ دینے کا قانون قرآن کی کون سی آیت سے نکالا
ہے اور ایسا حکم پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے تو یہ خلاف قرآن حدیث تو جھوٹی جعلی اور من
گھڑت ہوئی اور اس میں جو آل رسول کے نام سے علم حدیث کی معرفت نسلی تفریق کا کلاسیفکیشن
والے معاشرہ کو طبقات میں بانٹنے کا بیج ڈالا گیا ہے یہ تو قرآنی فلسفہ کلاس لیس سوسائٹی (۱۰_۴۱)
اور وحدت امۃ **یا ایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ** (۴_۱) یعنی اللہ نے سب
انسانوں کو ایک ہی جرثومہ حیات سے پیدا کیا ہے، کے یہ حدیث خلاف ہے' تو ایسی مخالف قرآن
حدیث کو رسول اللہ کے فرمان کے طور پر اور تفسیر قرآن کے طور پر کیوں کر قبول کیا جا سکے گا۔"

جناب قارئین! پورے قرآن میں اندازا پچیس بار اتوا الزکوۃ کا حکم دیا گیا ہے یعنی
لوگوں کو سامان پرورش پہنچاؤ، اس کے مقابلہ میں پورے قرآن میں صرف ایک بار حکم آیا ہے کہ
"**خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم واللہ سمیع علیم**" (۹_۱۰۳)
اس آیت میں خذ کا جو امر کا صیغہ لایا گیا ہے اس کی معنیٰ یہ ہے کہ مسلم امت والے اب قرآنی
انقلاب کے فلسفہ کو سمجھ گئے ہیں یہ لوگ اپنی دل کی گہرائیوں سے اپنی کمائی والے اموال مرکز کو امداد
میں دینا چاہتے ہیں اے محمد یہ ان کا صدق دلی والا عطیہ ہے جسے آپ قبول فرمائیں، آپ کا ان
کے عطیات کو قبول کرنا وصول کرنا یہ ثبوت ہوگا اس بات کا کہ اب ان کی انقلابی تنظیم کے اندر ممبر
شپ کو قبول کیا جاتا ہے۔" پھر ان سے وصول کردہ عطیات سے ان کی تطہیر اور تزکیہ پر خرچ کرنا
ہے، ان کی شخصیت، مقام ومرتبہ اور کردار سازی پر خرچ کرنا، اے محمد صل علیھم ان کو انقلابی مہمات
میں ساتھ دینے پر آپ ان کی دل جوئی کریں آپ بھی ان کا ساتھ دیں تیرا ان کو شاباش کہنا، ان

کے ساتھ رہنا ان کے لئے باعث سکون ہوگا، اللہ تیرے ساتھیوں کے بارے میں دنیا والوں کی
چیمگوئیوں کو سننے اور جاننے والا ہے۔"

جناب قارئین! یہ تاریخ لکھنے والے لوگ خبر نہیں کہ جناب امیر المؤمنین عمر بن
الخطاب کے زمانہ میں تو باقائدہ ایک حکومتی اور مملکتی ڈھانچے کو رکارڈ کو رجسٹروں کو تسلیم کرتے ہیں
لیکن جناب رسول اللہ سلام علیہ کے زمانہ حیات میں ان چیزوں کا ذکر نہیں کرتے، جب کہ فرمان
ربی ہے کہ "**انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ**" (۴_۱۰۵) یعنی ہم
نے آپ کی طرف کتاب نازل کی حق کے ساتھ تاکہ حکومت کریں آپ فیصلے کریں لوگوں کے
درمیان۔" اس آیت کے پہلے مخاطب تو جناب رسول اللہ بنفس نفیس خود تھے تو کیا رسول اللہ نے
اس آیت پر عمل نہیں کیا ہوگا؟ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ یقیناً جناب رسول اللہ نے اللہ کے حکم کی تعمیل
میں باقائدہ عمل کر کے دکھایا ہے، وہ ایک ریاست اور مملکت کے حاکم بنے ہیں لڑائیوں میں کمانڈر
انچیف رہے ہیں، لیکن سامراج کی جھنگل والی حویلی نے جو آل **سلطان ظل اللہ فی الارض** جیسی
جاگیرداریت اور غلام ساز بادشاہت کے احیاء کے لئے قرآن کے ٹکر میں، مقابلہ میں، حدیث
سازی کا ٹھیکہ اٹھایا ہوا تھا، اس نے جناب رسول اللہ کو اپنی روایات میں چادروں میں لپٹا ہوا
موروثی اور خانقاہی نمازوں کی پیداوار کر کے پیش کیا ہے، وہ بھی بجاء کامیاب انقلابی حکمران
کے جو دشمن کو میدانوں میں للکار رہا ہے کہ "**کلا بل لا تکرمون الیتیم** (۱۷_۸۹) خبردار اے فیوڈل
لارڈو! تم بے سہارا لوگوں کی توہین کر رہے ہو میں ان کو معاشرہ میں عزت کا مقام دلانے آیا ہوں"
کلا سوف تعلمون (۳_۱۰۲) خبردار وہ وقت قریب ہے جلد ہی تمہیں خبر پڑ جائیگی، کلا لئن لم ینتہ
لنسفعا بالناصیہ (۱۵_۹۶) خبردار اگر یہ انقلاب دشمن باز نہ آئے تو ان کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ
کر گھسیٹا جائے گا **کلا لینبذن فی الحطمہ** (۴_۱۰۴) خبردار یہ انقلاب دشمن جو دولت اور مال کی
کثرت پر اترا رہا ہے، ان کا ایسا تو حشر کیا جائیگا جو اسے ایسی کھائی میں پھینکا جائے گا جو اس کے
ٹکڑے ٹکڑے ہو جائینگے۔ اے محمد سلام علیک چیلنج کروان کو کہ لاؤ میدان میں ان کو جنہیں تم نے

شریعت ساز امام بنا کر اللہ کے ساتھ شریک کیا ہوا ہے، خبردار حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی غالب اور حکمت والا ہے (۲۷-۳۴) جناب رسول اللہ کی انقلاب دشمنوں کو یہ وارننگ اور چیلنج لفظ ''کلا'' یعنی خبردار کی دھمکی پورے قرآن میں ۳۳ بار آئی ہے ان کے علاوہ دیگر انداز تخاطب سے مزید براں بھی کئی ساری ہیں جناب تو ایسی انقلابی ہستی کا تعارف علم حدیث نے راشن کی تھیلی لوٹا اور تسبی لے جا کر غاروں میں جانے والوں کی طرح کا کرایا ہے، اس طرح کی ساری چکر بازیاں دین الاہی کو مذہب میں تبدیل کرنے کی سازش ہے جو یہ شروع اسلام میں حدیث سازوں نے کی ہوئی ہیں جناب رسول کی سوانح کے لئے اگر سارا علم حدیث پڑہا جائے تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی خانقاہ کے مرید اپنے پیر سے تصوف ترک دنیا اور زھد کے مرحلے سیکھ رہے ہیں، اب پوری انسانی برادری کو بغیر مذہبی تفریق کے اپیل کی جاتی ہے کہ کتاب قرآن ھدی للناس کتاب ہے مسلم امت نے قرآن کے دئے ہوئے دین (قانون) کو علم الروایات سے امامی علوم سے تحریفات معنوی کر کے اور سبعہ قرائت کے علوم کے چکروں سے اسے منسوخ کیا ہوا ہے، اس لئے سارے جہان کے انسان دوست لوگ آئیں تا کہ قرآن جیسے انسانی میراث کو اس کی اصلی شکل میں امامی ملاؤں سے کانٹ چھانٹ کر انسانوں تک پہنچائیں'' مسلم امت والے اب اہل کتاب والی برادری کے ممبر بن چکے ہیں، یعنی جس طرح کہ انہوں نے توریت، انجیل اور انبیاء کے صحیفوں بائیبل میں تحریف لفظی و معنوی سے سرمایہ داری، جاگیرداری، غلام سازی، سود خوری، فحاشی کو جائز، بنا کر انصار اللہ کے بدلے اعداء اللہ بن گئے، تو ان ہی تحریفات میں مسلم امت والے اپنے کتاب قرآن میں تحریفات لفظی میں ناکام ہونے کے باوجود تحریفات معنوی سے اسلام کو اتنا تو مسخ کر دیا ہے جو یہود و نصاریٰ تحریف لفظی سے بھی انہیں ملے ہوئے علم وحی کو اتنا بگاڑ نہیں سکے یعنی مسلم امت کے اندر وہی پاپائیت وہی غلام سازی کا جواز وہی سود خوری کا جواز وہی جاگیرداریت کا جواز، نابالغ بچوں کی شادی کا جواز وغیرہ کئی ساری انہوں نے معنوی تحریفات کی ہوئی ہیں۔

جناب قارئین! میں نے ابھی ابھی ان روایت سازوں کی شکایت کی کہ یہ لوگ جناب

رسول اللہ کو باقاعدہ باضابطہ ایک اسٹیٹ کے، ریاست کے فرمانروا کی حیثیت سے اپنی حدیثوں میں قرآن کی طرح متعارف نہیں کرار ہے، اب جو میں نے عرض کیا کہ قرآن میں اللہ نے پچیس بار، تو الزکوۃ کا حکم دیا ہے کہ لوگوں کو سامان پرورش پہنچاؤ! تو اس کے الٹ حدیث سازوں نے دور نبوی یا دور صدیق اکبر میں رعیت کے افراد کو سرکاری طور پر بیت المال سے رزق پہنچانے کے بجاء لوگوں سے وصول کرنے کی حدیثیں زیادہ بنائی ہیں جیسے کہ کوئی بھتہ خوروں کی حکومت کا انداز ہو، کسی جگہ لوگوں کو اگر مال دینے کی بھی کوئی حدیث بنائی ہے تو اس میں دیکھیں کہ ان فارس کے شکست خوردہ حدیث ساز اماموں نے اصحاب رسول سے کیا تو بدلہ لیا ہے۔'' جناب عالی یہ کتاب بخاری کے کتاب الزکوۃ کی حدیث نمبر ۱۳۸۵ ہے (معترضہ جملہ) حدیثوں میں جو روایت کرتے وقت اصحاب رسول کے نام ہوتے ہیں وہ حدیثوں کے جڑ تو من گھڑت ہونے کی وجہ سے وہ نام بھی حقیقی یا صاحب الواقعہ کے دکھانے سے اصلی نہیں ہوتے حدیث سازوں نے جیسے کہ حدیثیں ہی خلاف قرآن جھوٹی بنائی ہیں، اس طرح نام بھی کئی سارے فرضی بنائے ہیں جیسے کہ اس کا کچھ تفصیل میری کتاب ''امامی مذاہب اور قرآن'' کے شروع والے حصہ میں آیا ہوا ہے) (جملہ معترضہ پورا ہوا) حدیث ہے کہ شعبہ کا والد کہتا ہے کہ رسول اللہ نے ایک جماعت کو مال دیا میں وہاں ان میں بیٹھا ہوا تھا، اور ایک ان میں کے شخص کو نہیں دیا جو مجھے دیکھنے میں زیادہ پسند تھا، پھر میں اٹھ کر آیا رسول اللہ کے پاس اور آہستہ سے کہا کہ آپ نے فلاں کو کچھ نہیں دیا میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں تو رسول اللہ نے جواب میں فرمایا کہ مؤمن یا مسلم؟ راوی نے کہا کہ یہ سن کر میں کچھ دیر کے لئے چپ ہو گیا پھر کچھ دیر بعد میں اٹھا اور پھر سے کہا کہ یا رسول اللہ آپ فلاں کے لئے کچھ دے دیں میں تو اس کو مؤمن سمجھتا ہوں تو پھر رسول اللہ نے سوال کیا مؤمن یا مسلم میں کچھ دیر پھر بھی چپ ہو گیا لیکن پھر تیسری بار بھی اٹھا اور اپنی بات اسی طرح دہرائی تو جواب میں رسول اللہ نے پہلے والی بات کی کہ مؤمن یا مسلم، اس کے بعد رسول اللہ نے فرمایا کہ میں ایک شخص کو دیتا ہوں حالانکہ دوسرا شخص میرے نزدیک اس سے زیادہ پسند ہوتا ہے لیکن صرف اس

خوف سے اسے دیتا ہوں کہیں الٹے منہ بھر دوزخ میں نہ گرایا جائے۔

جناب قارئین! اب جب حدیث ساز لوگ اٰتوا الزکوۃ پر عمل کرنے والی حدیث لے آئے تو دیکھا کہ جن کو رسول اللہ نے مال دیا ہے ان کو یہ حدیث ساز لوگ پیسوں کی وجہ سے ایمان لانے والے قرار دے رہے ہیں، اور یہ بھی رسول کی زبانی کہلا رہے ہیں کہ اگر ان کو مال نہ دونگا تو کہیں یہ لوگ الٹے منہ دوزخ میں نہ ڈالے جائیں؛ اور جس شخص کو رسول مال نہیں دے رہا اس کے لئے بھی اسے مؤمن نہ ہونے کی بنیاد پر مال نہیں دے رہا اور سفارش کرنے والے سے فرما رہے ہیں کہ آپ تو اسے مؤمن کہہ رہے ہیں لیکن مجھے تو مسلم لگ رہا ہے یعنی اسے مال نہ دینے کا سبب یہ بھی دکھایا گیا ہے کہ وہ مسلم ہے مؤمن نہیں ہے، ان حدیث سازوں کی لفظ مسلم سے خبر نہیں کہ کیوں چڑ ہے، قرآن نے تو جناب ابراہیم سلام علیہ کے لئے بھی فرمایا ہے کہ **ماکان ابراہیم یھودیا ولا نصرانیا ولکن کان حنیفا مسلما** (۳-۶۷) یعنی ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی تھے لیکن وہ تو حنیف مسلم تھے، آگے پھر جناب رسول اللہ سلام علیہ کو حکم ہے کہ "**قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین، لاشریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین**" (6-163) دیکھا جناب قارئین کہ جناب محمد سلام علیہ فرما رہے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے مقابل کسی کو بھی شریک تسلیم نہ کروں اسی نظریہ اور فکر کا مجھے حکم دیا گیا ہے (اور سن رکھو!) کہ اس نظریہ کا میں پہلا نمبر مسلم ہوں، سو جب جناب ابراہیم علیہ السلام مسلم ہیں اور جناب محمد علیہ السلام مسلم بھی اول المسلمین تو اس حدیث میں امام بخاری اور اس کے استاد الاستاد امام زہری مسلم سے نفرت دکھا کر مال زکوۃ سے کیوں محروم کر رہے ہیں، حدیث پرست قرآن دشمن لوگوں کو اتنی بھی خبر نہیں ہے کہ اسلامی ریاست کے سربراہوں کو اپنی پوری ٹوٹل رعیت کو بلا تفریق و بلا تمیز مذہب کے مسلم غیر مسلم مؤمن غیر مؤمن سب کو **الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ اٰتوا الزکوۃ** پر عمل کرتے ہوئے مسلم رعایا کی طرح بعینہ کافر و غیر مسلم رعایا کو بھی اٰتوا الزکوۃ کے حکم سے غیر مسلموں کو بھی مال زکوۃ دینا ہے، اہل فارس کے ان حدیث پرستوں نے جو آیت "**قالت الاعراب آمنا قل لن تومنوا ولاکن کونوا**

اسلمنا (۱۴-۴۹) کی آڑ لیکر خود کو مؤمنوں کے درجہ پر رکھ کر باقی غیر امامیوں کو آیت ۱۴-۴۹ کے حوالہ سے جوڑی گریڈ کر رہے ہیں ان کو خبر ہونی چاہیئے کہ سامان رزق، سامان پرورش، زکوۃ ان قولوا اسلمنا والوں کو بھی دینی ہے، امام زہری امام بخاری کی یہ حدیث جھوٹی ہے کہ مؤمن کو تو مال دے رہا ہوں اور جسے نہیں دے رہا وہ مسلم ہے۔ یعنی اگر وہ مؤمن ہوتا تو اسے بھی دے دیتا، مجھے ایک مولوی صاحب نے دھوکہ دینے کی کوشش کی کہ اس حدیث میں مؤلفۃ القلوب والوں کا ذکر ہے، یعنی وہ جو نئے نئے تازہ اسلام میں آئے ہوئے لوگوں کو مال دینے کا ذکر ہے، تو جناب عالی! پھر کیا بات ہے جو اسلام میں نئے۔ نئے داخل شدہ لوگ جلدی مؤمن کے مرتبہ کو پہنچ گئے جس کی بنا پر انہیں رسول اللہ مال دے رہے ہیں مؤمن ایسے نہیں ہوتے جو اگر انہیں عطیے نہ دئے جائیں تو وہ کفر میں واپس جا کر اوندھے منہ دوزخ میں جا گریں۔

تو مولوی صاحب نے فرمایا حدیث کے جملہ **خشیہ ان یکب فی النار علی وجھہ** کے حوالہ سے صاف صاف مؤلفۃ القلوب کا ذکر ہے، اس کے جواب میں میں نے حدیث سازوں کے اس لفظ کبہ کے لانے کی توجیہات وتلمیحات کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی جو حدیث سازوں نے حدیث کے اخیر میں صحابہ پر تبرا کی تعلیم سکھانے کے لئے اپنے پیروکاروں کی تسکین کے لئے کی ہے، اگر اس حدیث میں عطیہ دئے جانے والے وہی قرآن میں ذکر کردہ مؤلفۃ القلوب لوگ مراد ہوتے تو ان سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ لوگ کوئی پیسوں کی لالچ کی وجہ سے ایمان لانے والے ہیں اگر تالیف قلب لوگوں سے متعلق یہ آیت قرآن پڑھی جائے تو وہ آیت زکوۃ کے مصرف سے کوئی تعلق نہیں رکھتی، زکوۃ تو گورنمنٹ کو ٹوٹل رعیت کے جملہ افراد مسلم وغیر مسلم کو پہنچانی ہے اپنے انتظام اقیموا الصلوۃ کے حوالہ سے باقی یہ آیت اگر مؤلفۃ القلوب کو صدقات دینے کی ہے سو یہ تو ریاست اور مملکت کے وہ دائمی مستحق لوگ ہیں جو قرآن حکیم نے آٹھ قسم کے گنوائے ہیں "**انما الصدقات للفقراء والمساکین والعاملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم**" (۶۰-۹) اس آیت میں جو چوتھا قسم ہے **والمؤلفۃ قلوبھم**

کا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو ابھی ایمان نہیں لائے بلکہ ایمان لانے کے لئے مکمل طور پر تیار اور آمادہ ہیں، صرف اہل ایمان والوں کے طرف آنے میں ان کے علاقہ کے اندر یا ان کے معاشرہ میں انہیں کچھ مالی اور معاشی رکاوٹیں ہیں جو اگر وہ کچھ امداد ملنے سے دور ہو جائیں تو اہل اسلام کے ہاں چلے آنے میں انہیں آسانی ہوگی'' سو جناب قارئین! اس حدیث کے اندر تو ایمان لائے ہوئے لوگوں کے لئے کہا گیا ہے کہ ان کو اس خوف کی وجہ سے عطیے دئے گئے جو اگر نہ دئے جاتے تو یکب فی النار دوزخ میں الٹے منہ ڈالے جاتے، اس حدیث سے تو ان عطیات دئے جانے والوں کا دہکہ اسٹارٹ ایمان ہوا۔ پیسے ملیں تو ساتھ چلیں ورنہ وہیں کے وہیں، یہ صحابہ کی وفاداری اور ایمان لانے پر طنز ہے تبرا ہے امام زہری کی اور امام بخاری کی۔ حدیث کے الفاظ میں جو تبرا کی تلمیحات ہیں اسے میں نہیں کھولتا۔

صوم اور صیام قرآن کی نظر میں

لفظ ''صوم اور صیام'' کی معنیٰ رک جانے اور اپنے اوپر کنٹرول کرنے یا پابندی ڈالنے کی معنوں میں آتا ہے قرآن حکیم کے اندر یہ لفظ اپنے مختلف صیغوں میں کل چودہ بار استعمال ہوا ہے، ان میں سے صرف ایک بار جناب مریم علیہا السلام کے قصہ میں آیا ہے کہ **انی نذرت للرحمان صوما فلن اکلم الیوم انسیا** (۲۶_۱۹) یعنی آج میں نے نذر کی ہوئی ہے صوم کی کہ اللہ کے لئے کہ میں آج کے دن کسی بنی بشر کے ساتھ بات نہیں کرونگی، یعنی بات کرنے سے اپنے آپ پر میں نے بندش ڈالی ہوئی ہے۔ سو یہ بات نہ کرنے کا ایک قسم کا صوم ہوا، اپنی لغوی معنیٰ کی روشنی میں۔ جناب قارئین! اس ایک مثال کے سوا تیرہ بار جو صوم صیام کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے وہ قرآن ہی کی بتائی ہوئی معنیٰ کہ صبح سے رات تک کھانے پینے اور جنسی عمل سے خود کو روکے رکھنے کا نام صوم ہے اور بس (۲_۱۸۷)۔

فرضیت صوم کی مثبت تفہیم اور اغراض و مقاصد

جناب قارئین! اللہ عزوجل نے صوم کی فلاسفی یا اغراض تین عدد گنوائے ہیں، ایک

ہے لعلکم تتقون (۲_۱۸۳) دوسرے نمبر پر ہے ولتکبر واللہ علی ماھدا کم (۲_۱۸۵) تیسرے نمبر پر ہے لعلکم تشکرون (۲_۱۸۵) ان کی مختصر وضاحت پیش خدمت کر رہے ہیں۔

تقویٰ

یعنی اللہ کی رہنمائی کے پیچھے پیچھے چلنا اس انداز سے جو امور ممنوعہ سے خود کو بچا کر چلیں ''**ولتکبر واللہ علی ماھدا کم**'' دوسرا غرض یہ ہے کہ تم اس ھدی للناس کتاب کی تعلیم کی مدد سے قوانین خداوندی کو دنیا والوں کے تیار کرائے ہوئے دوسرے قوانین کے مقابلہ میں بڑھ چڑھ کر مفید ثابت کر کے دکھاؤ ''**لعلکم تشکرون**'' یعنی جب آپ اللہ کے قانون کی بڑائی ثابت کر لینگے، تو اس کے بعد اس قانون سے استفادیت کے لئے اسے ہر ضرورت مند طالب علم اور معاشروں کے سدھارک حکمرانوں اور لوگوں کے لئے کھلا رکھینگے افادیت عمومی کے لئے اس کی تعلیم اور تفہیم عام کرینگے اور اس کی اشاعت کرینگے۔

ایک سوال کا جواب

سوال یہ ہے کہ صوم کے حوالہ سے جو یہ تین اغراض ایک **لعلکم تتقون**، دوسرا **لتکبروا اللہ علی ماھدا کم**، بتائے گئے ہیں، ان کا تعلق صوم کے ساتھ ہے یا قرآن کے ساتھ؟ جواب یہ ہے کہ لعلکم تتقون کا تعلق صوم اور قرآن دونوں کے ساتھ ہے وہ اس طرح کہ لفظ تتقون تقویٰ، آیت صوم کے ساتھ ہے اور داخل آیت ہے اس لئے اس کا تعلق تو صوم سے لازمی ہوا خاص کر کے اس معنیٰ سے کہ صوم کے اندر ممنوعات سے بچ کے رہنا صائم کو تقویٰ کے مفہوم کے لحاظ سے ایک طرح سے ٹریننگ دیتا ہے۔'' اور چونکہ قرآن حکیم پورا اوامر ونواہی سے بھرا ہوا ہے اس لئے ممنوعات سے بچنا اور اوامر کے پیچھے چلنا یہ خود تقویٰ کی معنیٰ میں شامل ہے اس لئے تقویٰ صوم کے ساتھ ساتھ قرآن کے ساتھ بھی متعلق ہے، باقی اس کے علاوہ جو دو مقاصد ہیں ایک لتکبر وا اللہ دوسرا لعلکم تشکرون یہ اپنے مفہوم کے لحاظ سے ہیں تو صرف قرآن حکیم سے تعلق رکھنے والے لیکن جیسے کہ اللہ پاک نے

ماہ رمضان المبارک کو ماہ صیام قرار دیا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان صیام کی وجہ سے جو حوائج جسمانی سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے اس جسمانی و ذہنی یکسوئی سے فہم قرآن میں مدد ملیگی تو اس حوالہ سے صیام دوسرے دو مقاصد کی فہم و ادراک میں ممد ومعاون بنے۔"
خود صوم کیا ہے اس سے متعلق دوسرے احکام کیا ہیں؟

صبح سے رات تک کھانا پینا اور جنسی عمل بند رکھا جائے تو یہ صوم ہوا، یہ ایام صوم گنے ہوئے دن ہیں۔ مریض اور مسافر مرض اور سفر کے دنوں برابر، حالت صحت میں اور حالت حضر میں ناغے کئے ہوئے دن پورے کریں۔ گنے ہوئے دن ایاما معدودات کا تعین سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن کا محکمہ کریگا، متعلقہ افسروں کے لئے، جو لوگ بڑی طاقت لگانے کے بعد صوم رکھ سکتے ہیں۔ وہ بجاء ایسی مشقت کے بدلے میں ایک مسکین کو طعام کھلائے فدیہء صوم کے طور پر، جو کوئی شخص ایک وقت کے طعام سے مسکین کو خیر میں کچھ زیادہ ہی دیگا تو اس کے لئے یہ اور اچھا ہوگا، پھر بھی صوم تو اس فدیہ سے بھی بڑھکر ہے۔ جو بھی شخص تم میں سے اس مہینہ کو پالے تو وہ اس کے ایاما معدودات والی گنتی صیام رکھے، ان صیام کے فرض کرنے میں تمہارے ساتھ اللہ آسانی برتنا چاہتا ہے، اس کا تمہیں تنگ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے، اس کی دی ہوئی رعایتیں مرض اور سفر کے دنوں کو قضاء کرنے کی اس لئے ہے کہ تم مقرر شدہ تربیتی نصاب و سلیبس کو مکمل کرو۔ اور جن لوگوں نے اپنی نفس کشی والے غلط نظریہ کی وجہ سے صیام کی راتوں میں گھر والیوں سے صحبت کو حرام کر دیا تھا، انہوں نے تو اپنے بنائے ہوئے قانون میں خیانت کرنا شروع کردی، بہر حال اللہ ان کے بھی ایسے گناہ کو معاف کرتا ہے اور آئندہ کے لئے زوجیت کے تعلقات سے استفادہ لینے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ صیام تو تھے تمہارے تربیتی کورس سے متعلق، لیکن اگر تم کسی خاص سرکاری مھم کو درست کرنے کی کسی اسپیشل ڈیوٹی میں اپنے دفاتر (مساجد) میں کام کر رہے ہو تو ایسی حالت میں اپنی گھر والیوں سے مباشرت نہ کریں ایسی باتوں سے قوانین الٰہی کی حدود شکنی ہوتی ہے۔"
صیام سے متعلق ایک ضروری تفھیم سورۃ بقرہ کی آیت ۱۸۳ سے لیکر ۱۸۸ تک چھ عدد آیات کے رکوع

میں فرضیت صوم اور صوم کیا ہے کی تفصیل ہے۔ جو کہ چھ آیات میں کی آدھی آیات کی ہدایات پر مشتمل ہے اور بقیہ آدھا حصہ یعنی تین آیتیں قرآن حکیم سے متعلق ہیں جس آدھے حصہ میں قرآن کے لئے جو باتیں لائی گئی ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ کتاب کسی فرقہ یا گروہ کے مفادات کی باتیں نہیں کرتا یہ کتاب ذات انسان کی ہدایت کے لئے ہے اور ہدایت سے متعلق اس کی ساری باتیں دلائل اور بینات پر مبنی ہیں (۲۔۱۸۵) اس لئے انسانی حاجات اور مسائل حیات سے متعلق جو کچھ بھی آپ نے پوچھنا ہے کہ اس میں اللہ کے احکامات کیا ہیں، تو جواب دینے کے لئے اللہ قریب ہے یعنی اللہ کی کتاب تمہارے پاس موجود ہے، اس کی دعویٰ ہے کہ **اجیب دعوۃ الداع** ہر پکار کا جواب ملیگا، جب ہماری یہ دعویٰ ہے کہ تمہاری ہر فریاد کی مشکل کشائی کی جائیگی پھر تو لازم ہے کہ جواب طلبی بھی اسی کتاب سے کرو اور اس کتاب کی رہنمائی پر بھروسہ بھی کرو۔

اس تفھیم کی مزید تفھیم

جناب قارئین! اب آئیں اصل بات کی طرف، یعنی کہ فرضیت صوم کے پس منظر کی طرف۔ جو یہ ہے کہ فرضیت صیام کے لئے خطاب کیا گیا ہے یاایھالذین آمنوا کو، قرآن حکیم کے جو دو قسم کے خطاب ہیں یاایھا الذین آمنوا یعنی اے ایمان والو! دوسرا ہے یاایھا الناس! یعنی اے انسانو! یہ دو میں سے سواء دوسرے قسم کے خطابات سے، تو آمنوا والے لوگ وہ ہیں جو انقلاب لانے والے اور نظام مملکت چلانے کے ذمہ دار یعنی پاسداران انقلاب لوگ اور جو دوسرا قسم ہے یاایھا الناس! یعنی جمیع انسانو! رعیت کے جملہ افراد، ایمان لائے ہوں خواہ نہ لائے ہوں، مطلب کہ حکومت کے فرمانبردار شہری، سو اگر کوئی شخص قرآن میں یاایھا الذین آمنوا والے خطابات میں فرمائے گئے مسائل کو غور سے پڑھے گا تو وہ ان میں قانون کے علم اور حکمرانی کی تربیت سے تعلق رکھنے والے احکام کو پائے گا، اب جو لوگ آمنو کے قسم سے گروہ سے تعلق رکھنے والے ہیں وہ گویا کہ ملکی نظم و نسق کے ذمہ دار لوگ ہیں، ان کے لئے ایک تو عمومی تعلیمی نصاب وہ ہے جس کے پڑھنے سے یہ لوگ آمنوا کے گریڈ تک پہنچے ہیں، اس کے بعد جو امنو کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے

بعد اور حکومت کی نئی سورج نئی پالیسیاں ملکی لحاظ سے داخلی اور خارجی صورتحال کے حوالوں سے روز بروز نئے مسائل سے دوچار ہوتی رہتی ہیں، تو ان کے حوالوں سے بھی ان متعلقہ محکموں کے افسروں کو جانکاری دینی ضروری ہوتی ہے پھر وہ جانکاری اور تربیت مختلف میعاد کی ہوتی ہے جسے قرآن حکیم نے **ایاما معدودات** سے تعبیر فرمایا ہے، مجھے ابھی ابھی ایک افسر کے متعلق معلوم ہوا کہ حکومتی حوالہ سے کسی باہر کے ملک کو گیا تھا پھر جو تیسرے چوتھے روز پتہ لگا کہ وہ ملک میں گھر میں اپنی ڈیوٹی پر موجود ہے تو میں نے پوچھا کہ کیا باہر نہیں گیا؟ تو بتایا گیا کہ وہ باہر والی ٹریننگ اور تربیتی کورس کل دو دن کا تھا سو گئے بھی اور پورا کر کے واپس بھی آ گئے (یہ اس کی مہربانی کہ سرکاری خرچہ سے عمرہ نہیں کیا) مطلب کوئی کورس دو دن کا کوئی پانچ دن کا کوئی دس دن کا، کوئی پندرہ یا بیس دن کا پھر کوئی مکمل ایک مہینہ کا بھی ہو جاتا ہے اس لئے قرآن حکیم نے بھی دونوں میعادوں کا ذکر فرمایا ہے ایک **ایاما معدودات** کے حوالہ سے ایک **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** کے حوالہ سے۔ اس مسئلہ میں قرآن حکیم نے کورس اور نصاب سیکھنے اور سکھانے والے دنوں کے لئے پابندی لگائی ہے کہ وہ اس پیریڈ میں صوم سے بیٹھیں، صوم کی پابندیاں آپ پڑھ چکے ہیں، یہاں میں اس کی حکمت کے حوالوں سے صرف اور صرف اپنے تجربہ کی بات کرونگا کہ صوم کی حالت میں کوئی آدمی اگر آنیسٹی سے کام کاج کریگا تو ایک دن میں تین دن کے کام کے برابر کام کر سکتا ہے کیوں کہ صوم کی حالت میں نہ کھانے کی فکر نہ چائے کی نہ دیگر فضولیات کی صوم والے دن میں عجیب کیفیت ہوتی ہے کہ جسمانی فراغت کے ساتھ ذہنی فراغت بھی وافر مقدار میں ہوتی ہے اور تربیت کے لئے صوم کے ساتھ ہونے کی یہی حکمت ہوتی ہے کہ مکمل یکسوئی سے آدمی اسے حاصل کرے۔ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اس رکوع کی چھ عدد آیات میں آدھا مواد صوم کیا ہے کے سمجھانے پر مشتمل ہے تو آدھا مواد قرآن جیسے ماخذ علوم کی اہمیت پر مشتمل ہے، اب تھوڑی سے یہ حقیقت بھی ذہن میں رکھی جائے کہ صوم کا پیریڈ ضرف ہے اور ٹریننگ کے حصول کا مقصد مضروف ہے یعنی صوم کی فرضیت کا تعلق ایک تو آمنو لیول کے لوگوں کے لئے ہے دوسرا ان میں سے جن کو ٹریننگ اور تربیت کے

حصول کی ڈیوٹی لگی ہو۔ تربیت سے متعلقہ مسائل اور فیصلوں کی جزئیات اور باءلاز کا استخراج جو نہایت ہی باریکیوں والا ہوتا ہے جن کے حاصل کرنے کے لئے، صاحب قرآن اللہ عزوجل کے فرمان کہ **اجیب دعوة الداع اذا دعان** یعنی جستجو کرنے پکارنے والے کی ہر درخواست اور مطالبہ کا جواب دیتا ہوں اس کے لئے قرآن پڑھتے وقت بڑے انہماک اور غور سے سمجھنے کے ارادہ سے اسے پڑھنا لازم ہوتا ہے۔ قرآن کو بن سمجھے پڑھنا اور اس جذبہ سے کہ میں تھوڑے وقت میں کئی بار ختم پورا کروں یہ مقصدیت تو نہایت ہی خلاف قرآن ہے ان کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ **ومثل الذين كفروا كمثل الذى ينعق بما لا يسمع الا دعاء ونداء صم بكم عمى فهم لا يعقلون** (۲۔۱۷۱) یعنی کافروں کی مثال ان چرواہوں کی سی ہے جو اپنی مخصوص آوازوں سے ہانکتے وقت ڈھور ڈھنگر کے ریوڑ کو آواز دیتا ہے جن آوازوں کی معنیٰ نہ خود سمجھتا ہے نہ ریوڑ کے جانور، یہ لوگ بہروں گونگوں اندھوں کی طرح ہیں جو کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے'' مطلب کہ جو بھی آواز سمجھی نہ جا سکے اس کی تمثیل اس آیت کی طرح ہے۔ جناب قارئین! قرآن حکیم کی یہ تنبیہ چرواہوں کی تمثیل والی قرآن کو بغیر سمجھنے کی، میرٹ اور استطاعت رکھنے کے باوجود بے توجہی سے سنی ان سنی کر دیتے ہیں ان کی اس لاغرضی کو اللہ نے **بل طبع الله على قلوبهم واتبعوا اهوائهم** (۱۶۔۴۷) سے تعبیر فرمایا ہے یعنی سننے سمجھنے کے باوجود اسے ذہن نشین کر کے مشعل راہ بنانا جن کا مقصد نہ ہو یہ لوگ وہ ہیں جن کی ایسی روش کی وجہ سے ان کی دلوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور ایسے لوگ بجاء قرآن کے اپنی خواہشات کے پجاری بنے رہتے ہیں'' اب یہ بات خاص طور پر غور سے سمجھیں کہ صوم کی فرضیت کی غرض قرآن فھمی ہے۔ اب جن لوگوں کی تربیت کی مدت ٹریننگ کا پیریڈ مثال کے طور کل دس دن ہوگا تو ایسے آدمی کے صوم رکھنے کی مدت بھی ٹریننگ پیریڈ کے موافق وہی دس دن ایاما معدودات ہوگی'' جیسے ہی ایسا شخص ٹریننگ پوری کریگا تو **لتکملوا العدة** (۲۔۱۸۵) کے حوالہ سے اس کی صیام کی بھی چھٹی ہو جائیگی لیکن جس کا تربیتی کورس پورے ماہ کا ہوگا تو مہینہ پورا کرنے کے بعد وہ آدمی **لتکملوا العدة** (۲۔۱۸۵) والی چھٹی پر جا سکے گا'' جناب قارئین! لفظ صوم کا ذکر یہاں تک چھ عدد بار آ چکا ہے

ساتویں بار کا ذکر ہے کہ اگر حج کے دنوں تم پر راستہ میں کوئی بندش پڑ جاتی ہے جو تم اپنے جانور جاء ذبح تک نہیں پہنچا سکتے تو کوئی بھی آسان سے بھیجا جانیوالا تحفہ وہاں بھیجدو اور اتنے تک نہ سر منڈاؤ اور نہ شیو کرو جتنے تک تمہارے ھدیہ کے جانور وہاں تک نہ پہنچ جائیں" اور جو لوگ ھدیہ کے جانور بھیجنے کی استطاعت نہیں رکھ سکتے تو وہ صوم رکھیں تین عدد دن وہیں حج کے دوران اور سات دن صوم گھر واپس پہنچنے پر، لیکن اگر کسی کا گھر ہی حج کے پاس ہو تو وہ دس دن ایک ساتھ رکھے۔" آٹھویں بار صوم کا ذکر ہے کہ اگر کسی نے کسی مؤمن کو خطا سے قتل کیا ہے تو وہ ایک مؤمن غلام کو آزاد کرے (یہ تو شروع اسلام کے زمانہ کی بات ہے جو بھی سے اسلام نے سب کو آزاد کرا کے آئندہ کے لئے غلامی کو بند کرا دیا۔ (۶۷۔۸) بہر حال قتل خطا کے سارے قسم کے ہرجانے اگر کسی میں بھرنے کی طاقت نہ ہو تو وہ دو ماہ صوم لگا تار مسلسل رکھے (۹۲۔۴) جناب قارئین! صوم کا یہ قسم ہوا ہرجانہ اور جرمانہ کے قسم کا، اس کے بعد نواں قسم ہے صوم کا کہ اگر کسی شخص نے کوئی پختہ ارادہ کے قسم کا قسم اٹھایا ہے حلف اٹھایا ہے پھر اسے اس نے توڑ دیا ہے تو اس پر ہرجانہ ہے دس مسکینوں کو کھانا کھلائے یا کپڑے پہنائے یا کوئی غلام آزاد کرے اگر ان کی ااستطاعت نہ رکھتا ہو تو تین دن کے صوم رکھے" سو صوم کی یہ صورت بھی جرمانہ اور ہرجانے کی معنیٰ میں استعمال کی گئی ہے" اس کے بعد دسویں نمبر پر ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو غصہ وغیرہ میں اپنی ماں وغیرہ سے تشبیہ دے بیٹھتا ہے تو وہ اس کی ماں تو قرار نہیں دی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی بیوی کو اس پر حرام قرار دیا جائے گا لیکن اس کے اس سے روٹھ جانے کے عرصہ کے چار ماہ گذرنے سے کم از کم دو ماہ پہلے اس کے بیوقوفی کی یہ سزا دی جائے گی جو اگر یہ کوئی غلام آزاد کرے اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو گھر والی کو قریب جانے سے پہلے دو ماہ کے مسلسل صوم رکھے۔ محترم قارئین! ان ہرجانہ والے صیام کے لئے ان کو تو قرآن حکیم نے وبال کا نام دیا ہے (۹۵۔۵) جس کی معنیٰ اپنے غلط کام کی سزا ہے اور دوسری معنیٰ مصیبت ہے" میرے خیال میں قارئین حضرات صوم کے بارے میں قرآن کا مطمح نظر ان مثالوں سے سمجھ گئے ہونگے جس سے یہ یقین سے سمجھ میں آگیا ہوگا کہ یہ صوم صرف چند پابندیوں کا نام

ہے اور بعض صورتوں میں یہ پابندیاں بطور وبال کے جرمانہ کے مصیبت کے ہرجانہ کے گناہوں کی سزا کے طور پر اس کے ساتھ لاگو کی گئی ہیں سب حوالہ جات اوپر آگئے ہیں ان میں سے کسی بھی مقام پر صوم کی ایسی تشریح پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے کہ جو یہ صوم جن لوگوں کے لئے جہنم میں ڈالنے کے فیصلے کئے گئے ہیں انہیں وہاں سے معافی دلا کر یہ صوم ایسے آدمی کو جنت میں لے آئے۔ اور ایسی اونٹ پٹانگ کی تعریفیں جیسے کہ یہ صوم کوئی بت کی طرح پوجا جا رہا ہے۔

تتمہ

اخیر میں خلاصہ آیات صیام از (۱۸۳) تا (۱۸۸) سورۃ بقرہ۔ یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (۱۸۳۔۲) آیات کا خلاصہ پیش کرنے سے پہلے ایک ضروری گذارش قارئین کی خدمت میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ قرآن فہمی کے لئے لازم ہے کہ قرآن کو اور جناب رسول اللہ کو اور امت محمدیہ علیہ السلام کو حکمرانی کا منشوری کتاب سمجھا جائے اور جناب رسول اللہ اور مؤمنین کو حکمران تسلیم کیا جائے، جب آپ جا کر قرآنی اصطلاحات کا صحیح ترجمہ اور مفہوم کر پائینگے، جو لوگ قرآن کو حاکم کتاب اور جناب رسول علیہ السلام کو حکمران تسلیم نہیں کرینگے وہ قرآن حکیم کی معانی صحیح نہیں کر سکینگے۔ اب اس آیت (۱۸۳۔۲) میں صیام کا حکم ہے مؤمنین کو، صیام کیا ہیں اس کا تفصیل آگے آرہا ہے، یہاں مؤمنین سے مراد ایک تو انقلاب لانے والی پارٹی کے ممبر ہیں دوسرا حکومت چلانے والی بیوروکریسی کے وہ افسران جو قانون پر عمل کرانے والے ہیں، جس میں عدالتوں کے جج لا اینڈ آرڈر کے ذمہ دار افسران جو گزیٹڈ پوسٹوں پر فائز ہوں مطلب بات کا کہ غیر مؤمن، مسلم عوام پر روزہ فرض نہیں ہے یعنی جو لوگ یا ایھا الناس کے خطاب کے زمرہ میں آتے ہیں، ایسے لوگوں پر قوانین قرآن کی دوسری باتوں کے لاگو ہونے کے احکام تو صادر ہونگے جیسے یا ایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالا طیبا ولا تتبعوا خطوات الشیطان (۱۶۸۔۲) یعنی اے انسانو! زمین کی حلال اور طیب چیزیں کھاؤ اور شیطانی راہوں کی اتباع نہ کیا کرو وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

خلاصہ آیت نمبر (۲۔۱۸۴) ایاما معدودات یعنی یہ صیام گنے چنے مقرر دن ہیں۔ آیت
کے اس جملہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ گنے ہوئے دن ہیں اس میں گنتی مقرر کر کے دینے والوں کا
ذکر نہیں ہے اس لئے کہ یہ تربیتی کورس کی تجویزیں اور تربیت کے ضرور تمند افسران وممبران کا تعین
کرنے والا ادارہ ہر حکومت میں لازمی ہوتا ہے جس کا عمومی طور پر یہ نام مقرر کردہ ہے یعنی سروسز
اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن۔ اس ادارہ کے پاس انقلاب کے جملہ ممبروں اور جملہ اعلیٰ افسران کے
فائیل ہوتے ہیں ان کی تربیت سے متعلق ان کے پاس ساری معلومات ہوتی ہیں کہ انہیں کس کس
سبجیکٹ میں تربیت حاصل ہے کس کس میں انہیں ابھی تربیت دینی ہے اور ان کے تربیت والے
سبجیکٹ کی ٹریننگ تین دن کی ہے یا پانچ کی یا سات دن کی دو ہفتہ کی یا تین ہفتہ کی ایاما معدودات
یعنی دنوں کی تعداد کا تعین تربیتی کورس کے مقدار کے حوالہ سے سروسز اینڈ ایڈمنسٹریشن کے ماہر
افسران کرینگے، اور ہر محکمہ کی اپنی بھی ایڈمن ہوتی ہے اسے بھی اپنے افسروں کو ٹریننگ کرانے کا
اختیار ہوتا ہے۔ آیت کریمہ کے اس جملہ سے یہ بھی مسئلہ ثابت ہوا کہ جملہ ٹرینی لوگوں کے صیام کی
تعداد برابر والی نہیں ہوگی کسی کی کم اور کسی کی زیادہ ہوسکتی ہے۔ جناب قارئین! یہی سبب ہے جو
امام بخاری نے کچھ گھڑتو قسم کی حدیثوں کے بہانے سے اس آیت کریمہ کو منسوخ مشہور کیا ہے
خاص اس لئے کہ آیت کو منسوخ قرار دینے کے بعد ایاما معدودات کے مفہوم کی طرف کسی کا
ذہن نہ جائے، تاکہ ساری امت کے مؤمن اور غیر مؤمنوں کو بھی پورے مہینے کے تیس انتیس
روزوں میں پھنسائے رکھیں، ان حدیث سازوں کا اس آیت کو منسوخ قرار دینا یہ خود آیت کی ایاما
معدودات والی تشریح کو ثابت کر رہی ہے کہ مہینہ رمضان کے پورے تیس یا انتیس روزے رکھنے
نہیں ہیں بلکہ گنے چنے دن ہیں، جتنے کہ ایس اینڈ جی ڈی محکمہ والے بتائیں۔ مریض اور مسافر
لوگ اتنے دن اگر کورس میں شریک نہیں ہوسکتے تو وہ اتنے دن حالت حضر اور حالت صحت کے
وقت اپنا کورس پورا کریں تاکہ ایس اینڈ جی ڈی والی مقرر کردہ عدۃ والا کورس پورا کیا جاسکے۔ جو
لوگ کسی بھی طبعی عذر سے روزہ رکھنے میں بڑی طاقت اور زور لگانے سے بمشکل روزہ رکھ پاتے

ہیں تو ایسے لوگوں کے لئے رعایت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھیں اور بدلے میں، ایک مسکین کے طعام
برابر فدیہ ادا کریں اگر جو کوئی اس فدیہ سے بڑھکر دینا چاہے تو یہ اس کا عمل اور بھی اچھا ہوگا، لیکن
اس معاملہ میں پھر بھی سوچنا ہوگا کہ اگر ہلکی سی طاقت خرچ کرنے سے روزہ رکھ سکتا ہے تو فدیہ کے
بدلے سے روزہ ہی بہتر ہے۔

آیت نمبر (۲۔۱۸۵) ایک سوال کا جواب ہے، سوال ہے کہ آخر روزہ رکھنا مہینہ
رمضان میں کیوں؟ تو جواب دیا گیا کہ آپ کو جو تربیتی کورس سکھایا اور پڑھایا جا رہا ہے وہ تو قرآن
حکیم کی علمی روشنی میں تیار کردہ ہے اور نزول قرآن کا مہینہ بھی ماہ رمضان ہے اس لئے اسی مناسبت
سے تمہاری ٹریننگ بھی اسی مہینہ میں مقرر کی گئی ہے۔ اور تربیتی نصاب قرآن سے کیوں اخذ کیا گیا
ہے؟ اس کا جواب ہے کہ یہ کتاب قرآن لوگوں کو ہدایت دینے والی کتاب ہے۔ دوسرے نمبر پر
اس کی ہدایات والی دلائل نہایت ہی بین کھلی ہوئی اور واضح ہیں تیسرے نمبر پر اس کتاب کی آیات
حق وباطل اور سچ وجھوٹ میں فرق کرنیوالی ہیں اس لئے۔ اس آیت میں جو جملہ ہے کہ **فمن شھد
منکم الشھر فلیصمہ**، یعنی جو شخص تم میں سے اس مہینہ کو پالے، اس مہینہ میں زندہ اور تندرست ہو تو
اس میں اسے ملا ہوا معدودات والا کورس پورا کرے اس میں معدودات کے روزے رکھے۔ جو کہ
مسافر اور مریض سب کو عدۃ پوری کرنی لازمی ہے جو عدت اور معدودات ادارہ سروسز اینڈ جنرل
ایڈمنسٹریشن نے مقرر کی ہوئی ہے۔ اس ٹریننگ والے کورس سے اللہ کا مقصد اور ارادہ یہ ہے کہ تم
لوگ ٹرینڈ ہو کر دنیا والوں کے لئے آسانیاں مہیا کرو، تمہارے ان ٹرینڈ اور جاہل ہونے سے اللہ
دنیا والوں کو تنگی میں پھنسانا نہیں چاہتا اور بیماری اور سفر میں رعایت بھی تمہارے لئے ایک سہولت
ہے آپ کو تنگ کرنا اللہ کا مقصد نہیں ہے، سفر اور مرض کے بعد پھر کورس اور نصاب کو صیام کی
حالت مکمل کرنا یعنی **لتکملوا العدۃ** یہ لازم ہے کہ انتظامی محکمہ کی ٹریننگ والی میعاد کی تکمیل کرو جس
تکمیل سے پھر تم اتنے تو ٹرینڈ ہو جاؤ جو دنیا جہان کے سامنے قوانین الاہی کی برتری ثابت
کرسکو جس طرح کہ اس کی کتاب سے تم نے ہدایت پائی ہے اور اس سیکھے ہوئے کورس کے قوانین

کو ہر وقت مفاد عامہ کے لئے اوپن اور عام رکھا کرو جو اس سے ہر کوئی بہرہ مند ہو سکے (اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس نصاب اور کورس کے بک لیٹ شائع کروا کر لوگوں میں تقسیم کروتا کہ لوگوں کو قوانین اور بائلاز کی جانکاری ملے)۔

جناب قارئین! آگے والی آیت نمبر (۱۸۶۔۲) بھی ایک طرح سے ایک سوال کا جواب ہی سمجھیں۔لوگوں کا شوق ہے کہ وہ اللہ سے ملاقات کریں۔ڈائریکٹ اپنے راز و نیاز اللہ کو پیش کریں۔اپنے حوائج معاملات و مشکلات براہ راست اللہ سے حل کرائیں۔تو اے محمد! علیک السلام لوگ، میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کرتے ہیں کہ میں ان کو کس طرح مل سکتا ہوں؟ آپ انہیں کہیں کہ **انی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان** یعنی میں اللہ تو اپنے بندوں کو نہایت ہی قریب ہوں جب جب وہ مجھے پکارتے ہیں تو میں تو ان کی پکار کا جواب دیتا ہوں ان کا کوئی بھی ایسا سوال نہیں ہوتا جس کا جواب میری کتاب جو ھدی للناس ہے اس میں موجود نہ ہو۔ آپ لوگوں کو سوال کرنے والوں کو کہیں کہ وہ ضرور ضرور مجھ سے جواب طلبی کریں۔پوچھیں اور میری جوابوں والی کتاب قرآن پر اعتماد کریں بھروسہ کریں اسی کتاب کے جوابوں سے ہی انہیں رشد و ہدایت ملے گی۔اوروں کے دروازوں پر نہ جائیں"۔

آگے آیت نمبر (۱۸۷۔۲) صوم سے متعلق ہدایات ہیں کہ صیام کی راتوں آپ اپنی گھر والیوں سے مباشرت کر سکتے ہیں، آپ ایک دوسرے کے لئے لباس کی طرح ہیں قوانین سازی میں قرآن کا اتباع کریں اپنی من مانیاں نہ کریں اور پوری رات بھی تمہارے کھانے پینے کے لئے ہے فجر وقت تک یعنی لیل جو خیط اسودہ ہے اس سے خیط ابیض فجر والا وقت جب ممتاز ہوتا ہے اتنے تک تمہارے کھانے کا وقت ہے رات کے آنے تک (اور جب افطار کا وقت رات کا آنا کہا گیا ہے تو اس سے مراد وقت غروب نہیں ہے بلکہ وقت ڈنر ہے جو کہ عشاء کے کھانے کا وقت ہے یعنی عشاء کی شروعات سے لیل شروع ہوتی ہے یہی افطار کرنے کا وقت ہے اور فجر کے لحاظ سے غایہ مغیا میں داخل ہے۔مطلب کہ آجکل شیعہ اور سنی لوگ یا ساری مسلم امت والے لوگ قرآن

کے بتائے ہوئے سحر و افطار کے اوقات کے خلاف اوقات میں کھا پی رہے ہیں۔

اس کے بعد آیت (۱۸۸۔۲) میں جو حکم ہے کہ بیت المال کا مال جو کہ آپ سب کا مشترکہ مال ہے اس میں خیانت نہ کرو جو نیچے سے تم لوگ اوپر تک کلرکوں چوکیداروں چپراسیوں سے لیکر اوپر وزراء تک تم سب نے رشوت کے حصص مقرر کئے ہوئے ہیں اور جیسے کہ تم عوام کے حقوق پر ڈاکے ڈال رہے ہو اس طرح سے تو تم اپنی ریاست اور سلطنت کا تیا پانچہ ڈھیری کردو گے۔ جناب عالی! غور فرمائیں اس آیت (۱۸۸۔۲) کی ہدایت جو صیام کی تشریحات کی اخیر میں بات کی گئی ہے کیا یہ افسران و حکام بالا اور حکومت کے انقلابی ممبروں سے ہی تو تعلق رکھتی ہے کوئی بازار کا حمالی مزدور۔ کوئی چپراسی چوکیدار۔ کوئی محنت کش پیٹ گذر کے لئے ہمہ وقت مصروف ایسے آدمی کا اس آیت (۱۸۸۔۲) کے خطاب اور مقصدیت سے کیا سروکار۔ تو یہ صیام اور ٹریننگ کورس سارے کا سارا حکمران اور حکمرانی سے متعلق حکام بالا سے تعلق رکھتا ہے وہ بھی تربیت اور ٹریننگ کے عرصہ میں۔

صوم صیام علم حدیث کی نظر میں

جناب قارئین! میرے سامنے امام بخاری صاحب کی کتاب بخاری ہے اس کے اندر کتاب الصوم ہے جس میں ایک سو سینتالیس حدیثیں ہیں میں کوشش کرونگا کہ اتنی ضروری اور اہم حدیثوں کا ذکر کرسکوں جن سے صوم اور صیام علم حدیث کے نقطہ نظر میں واضح ہو جائے۔ جناب کتاب الصوم کی یہ تین عدد حدیثیں افطار جلدی کرنے کے زیادہ ثواب ملنے سے تعلق رکھتی ہیں ان میں سے دوسری حدیث میں ہے کہ ابن ابی اوفی رسول اللہ کے ہم سفر ہیں شام کے وقت رسول اللہ اسے فرماتے ہیں کہ سواری سے اترو اور (افطار کے لئے) ستو میرے لئے گھول، تو ساتھی نے عرض کیا کہ **لو انظرت حتی تمسی**، یعنی کاش جو آپ شام ہونے تک انتظار فرماتے۔ تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ جلدی کر میرے لئے ستو گھول **اذا رایت اللیل قد اقبل من ھھنا فقد افطر الصائم** یعنی جب دیکھے تو کہ اس طرف سے سامنے رات مقابلہ میں ہے تو صوم افطار

کرنا چاہیئے۔ عجیب بات ہے کہ ساتھی صحابی عرض کر رہا ہے کہ شام ہونے کا تو انتظار فرمائیں! جواب میں رسول اللہ کو فرماتے ہوئے یہ حدیث ساز دکھاتے ہیں کہ سامنے اس جگہ سے جب تو رات کو آتا دیکھے تو افطار کیا کریں، جناب عالی اس حدیث سے کسی بھی آیت کا تفسیر اس لئے ثابت نہیں ہو رہا جو یہ حدیث خود ہی اپنی عبارت کے تضاد سے فارغ نہیں تو قرآن کے کس مسئلہ کا تفسیر کرے گی'' تیسری حدیث میں ہے کہ ہم نے زمانہ رسالت میں بادل کے دن صوم کا افطار کیا تو بعد میں سورج نکل پڑا، سو اس بارے میں میں نے ہشام سے پوچھا کہ لوگوں کو قضا کرنے کا حکم دیا گیا؟ تو جواب میں اس نے کہا کہ اس کے سواء کیا چارہ کار ہے۔ معمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے سنا کہ اس نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ لوگوں نے وہ روزہ قضا کیا یا نہیں (حدیث نمبر ۱۸۲۷) غور فرمایا جائے محترم قارئین! کیا اس قسم کی حدیثیں جو پوری طرح راوی لوگوں کو ہی معلوم نہیں یاد نہیں، کیا یہ قرآن حکیم جیسے عظیم پایہ کے کتاب کا تفسیر کر سکتی ہیں اگر کر سکتی ہیں تو بتایا جائے کہ یہ حدیث کونسی آیت کا تفسیر کرتی ہے؟''

جناب قارئین! کتاب بخاری کے کتاب الصوم کا باب ہے جس کا نمبر ہے ۱۲۲۹، اس باب کی عبارت میں امام بخاری نے ایک حدیث لائی ہے کہ ''**وقال عمر لنشوان فی رمضان ویلک وصبیاننا صیام فضربہ**'' یعنی عمر نے ایک نشہ کرنے والے سے کہا کہ تیرے لئے ویل ہو ہمارے تو بچے بھی روزے رکھتے ہیں تو رمضان میں بھی نشہ کرتا ہے۔ پھر اس کی پٹائی کی۔ جناب قارئین! آپ ابھی ابھی قرآن حکیم کے حوالوں سے پڑھ کر آئے کہ صوم کن لوگوں پر فرض کیا گیا ہے اور کن کن حالت میں صوم مثبت مفہوم کے لحاظ سے نہایت بڑی لیول کے حکام کے لئے فرض تھا قرآن حکیم سے مسائل استنباط کرنے کے لئے، اور منفی مفہوم کے لحاظ سے تو صوم ایک جرمانہ ہے ہرجانہ ہے وبال ہے اور مصیبت تھا خطا کاروں اور مجرموں کے لئے روزہ ان کے غلط کاری کی سزا ہے، اب اس حدیث میں جو عمر فاروق کی زبانی بچوں کے روزوں سے ہونے کی حدیث قرآن کے کس آیت کا تفسیر کرتی ہے، کیا بچے بڑے افسر ہیں یا بڑے مجرم ہیں اور قاتل ہیں؟'' اس حدیث کے

ذریعے سے اصل میں امام بخاری پڑھنے والوں کو متوجہ کر رہا ہے کہ زمانہ رسالت میں جو قرآن نے اس بارے میں شراب کی حرمت سنادی تھی کہ **انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان یعنی شراب**، جوا، استھانوں کے چڑھاوے قرعہ اندازی یہ سب رجس ہیں جو شیطانی اعمال میں سے ہیں پھر سورت انعام میں فرمایا کہ ''**و یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون**'' (۱۲۵-۶) یعنی اللہ نے اعمال رجس کو کافروں کے حصہ کا قرار دے دیا ہے'' تو یہ شراب رسول اللہ کے زمانہ کے بعد صدیق اکبر کے زمانہ کے بعد عمر فاروق جیسے گڈ ایڈمنسٹریشن والے آدمی کے زمانہ میں بھی لوگ پی رہے ہیں یعنی ان خیر القرون میں بھی قرآن پر عمل نہیں ہوا ہے سو یہ قرآن شروع سے عمل کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ بقول کسی کے کہ یہ شروع سے ہی

طاقوں میں سجایا جاتا ہوں، آنکھوں سے لگایا جاتا ہوں۔

تعویذ بنایا جاتا ہوں، دھودھو کے پلایا جاتا ہوں۔

سو بخاری کی یہ ترجمۃ الباب والی حدیث قرآن کی کسی آیت صوم کی آیت سے کوئی تعلق نہیں رکھتی جو اس علم حدیث کی روایات کو تفسیر قرآن قرار دیا جائے''۔ بلکہ اس حدیث میں تو روزہ کے قرآنی مقصد کے مقابلہ میں اسے بچوں کا کھیل اور نشہ کرنے والوں کا عمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

محترم قارئین! کتاب الصوم کی پہلی حدیث کی طرف چلتے ہیں جو کہ امام بخاری نے شروع والے پہلے باب کے عنوان میں قرآن حکیم کی آیت جو فرضیت صوم سے متعلق ہے اس کے ذیل میں یہ حدیث لائی ہے، اس میں ہے کہ ایک اعرابی شخص، رسول اللہ کی خدمت میں آیا، جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس نے عرض کیا کہ ''**یا رسول اللہ اخبرنی ماذا فرض اللہ علی من الصلوۃ فقال الصلوۃ الخمس الا ان تطوع شیئا، فقال اخبرنی ما فرض اللہ علی من الصیام فقال شھر رمضان الا ان تطوع شیئا فقال اخبرنی بما فرض اللہ علی من الزکوۃ فقال فاخبرہ رسول ﷺ شرائع الاسلام فقال والذی اکرمک لا اتطوع شیئا ولا انقص مما فرض اللہ علی شیئا فقال رسول اللہ ﷺ افلح ان صدق او**

دخل الجنة ان صدق" یعنی ایک اعرابی بکھرے ہوئے بالوں والا رسول اللہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے خبر دیں کہ اللہ نے میرے اوپر صلوٰۃ میں سے کیا فرض کیا ہے؟ جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ پانچ نمازیں مگر جو آپ اگر نفلی نمازیں بڑھائیں تو بڑھا سکتے ہیں۔ پھر عرض کی کہ کیا فرض کیا اللہ نے میرے اوپر صیام میں سے، حواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ مہینہ رمضان کا اگر آپ اس سے بڑھا کر نفلی روزے رکھیں تو رکھ سکتے ہیں۔ پھر کہا کہ آپ خبر دیں مجھے اس چیز سے جو زکوٰۃ میں سے اللہ نے مجھ پر فرض کیا ہے، پھر جواب میں رسول اللہ نے اسلام کی شریعتوں کی خبر سنائی۔ تو اس اعرابی نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے عزت بخشی ہے، جہاں تک کہ سوال ہے نفلی مسئلوں کا سو ان میں سے تو میں کچھ بھی ادا نہ کرونگا، باقی جو فرائض ہیں وہ پورے ادا کرونگا ان میں کوئی کمی نہیں کرونگا، جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ کامیاب ہوا یہ شخص اگر اس نے سچ کہا ہے، یا فرمایا کہ جنت میں داخل ہوا یہ شخص اگر اس نے سچ کہا۔"

جناب قارئین! اب آئیں کہ امام بخاری نے اس حدیث کے عنوان اور ترجمۃ الباب میں جو قرآن حکیم کی آیت (۱۸۳۔۲) کو لایا ملاحظہ فرمائیں کہ اس کی ذیل والی حدیث آیت قرآن کی کیا تفسیر کرتی ہے۔ جناب آیت میں ہے کہ "**یاایھاالذین آمنوا کتب علیکم الصیام**" اے ایمان والو تم پر صیام کو فرض کیا جاتا ہے۔ اب آئیں اور حدیث کی عبارت پر غور فرمائیں جس کے اندر ہے کہ **ان اعرابیا جاء الی رسول اللہ ثائر الرأس** یعنی بکھرے بالوں والا ایک اعرابی رسول اللہ کی خدمت میں آیا پھر محترم قارئین آپ نے ابھی حدیث میں پڑھا کہ اس نے رسول اللہ سے صلوٰۃ، صوم اور زکوٰۃ کی فرضیت کے بارے میں سوال کیا کہ اللہ نے خاص اس اعرابی کے اوپر کیا فرض کیا ہے۔ جناب قارئین آپ پھر حدیث کی عبارت اور متن پر غور فرمائیں کہ سائل اعرابی پوچھ رہا ہے کہ اللہ نے **ماذا فرض اللہ علی من الصلوۃ** میرے اوپر کیا فرض کیا ہے، صلوٰۃ سے کیا فرض کیا ہے، صیام سے کیا فرض کیا ہے اور زکوٰۃ سے۔ جناب عالی ان سوالوں کا جواب جو حدیث بنانے

والوں نے جناب رسول اللہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ نہایت ہی غیر قرآنی اور صراحتاً خلاف قرآن ہے کیوں کہ صلوٰۃ، صوم اور زکوٰۃ کی فرضیت کا قرآنی اعلان اور خطاب تو **یاایھاالذین آمنوا**" یعنی مؤمنین سے تعلق رکھتا ہے جب کہ یہ بکھرے ہوئے بالوں والا تو خود حدیث بنانے والوں نے، اس کا تعارف کرایا ہے کہ ان اعرابیا جاء الی رسول اللہ یعنی ایک اعرابی رسول اللہ کی خدمت میں آیا، سو مہربان قارئین! قرآن سے معلوم کرو کہ وہ ان اعرابیوں کو مؤمن تسلیم کرتا ہے؟ سورت حجرات میں ہے کہ "**قالت الاعراب امنا قل لن تومنوا ولاکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وان تطیعو اللہ ورسولہ لایلتکم من اعمالکم شیئا ان اللہ غفور رحیم**" (۱۴۔۴۹) یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ اعراب نے دعویٰ بھی کی کہ ہم نے ایمان لایا ہے اس کے باوجود اللہ نے رسول اللہ سے فرمایا کہ ان کو کہو کہ تمہاری دعویٰ برائے ایمان کو ہم قبول نہیں کرتے ابھی تک ایمان تمہاری دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

جناب قارئین! علم حدیث کی یہ قرآنی افکار ونظریات میں اتنی ساری دخل اندازیاں یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے یہ دین کے منشور پر بڑا ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے ایک طرف صلوٰۃ کی معنی میں آتش پرستوں والی آگ کے سامنے کی جانے والی پوجا کو نماز بمعنی صلوٰۃ مشہور کرایا گیا ہے دوسرا صوم جو آپ نے ابھی قرآن کے حوالوں سے سمجھا کہ حکمران لوگ قرآن سے مسائل کے استخراج اور استنباط کے وقت جو تربیتی کورس کرتے ہیں وہ صوم کی حالت میں سیکھیں اور پڑھیں تا کہ حوائج سے یکسوئی میں محنت کی بہتر رزلٹ نکلے تو صلوٰۃ صوم جو حاکموں کی لیول کے کام ہیں یہ حدیث بنانے والے ان کو ڈی گریڈ کر کے کن بکھرے ہوئے بالوں والوں کے ماتھے پر مار رہے ہیں، اور خود افراد رعیت کو زکوٰۃ یعنی سامان پرورش پہنچانا یہ بھی حکمرانوں کی ذمہ داری میں سے قرآن نے بتایا ہے کہ **الذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکو.....** (۴۱۔۲۲) یعنی جن کو ہم اقتدار دلائیں دھرتی پر وہ لوگ اقامۃ صلوٰۃ کے ذریعے لوگوں کو سامان پرورش پہنچائیں"۔ محترم قارئین اس حدیث کے متن کو پھر سے پڑھیں اس میں ان حدیث سازوں نے جناب رسول

اللہ کی طرف ایک ایسی خلاف قرآن کفریہ بات منسوب کی ہے۔جس کی قرآن حکیم سے کوئی سند ان
کے پاس نہیں ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب جز تو حدیث میں دکھایا ہوا جز تو اعرابی کہہ رہا ہے کہ خبر دو کہ
اللہ نے مجھ پر کتنی زکوۃ دینی مقرر فرمائی ہے، جناب قارئین! آپ نے ابھی آیت (۴۱۔۲۲) میں
پڑھا کہ لوگوں کو زکوۃ دینا تو گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے خبر نہیں کہ حدیث ساز یہ امام لوگ کس طرح تو
مسلم امت کو بیوقوف بنا رہے ہیں، بہر حال اس پر جناب رسول اللہ کے نام سے منسوب جواب
پر غور فرمائیں جو یہ ہے کہ **فاخبرہ رسول ﷺ شرائع الاسلام** یعنی سوال کرنے والے نے اپنے اوپر
مقرر کردہ زکوۃ کا مقدار پوچھا تو رسول اللہ زکوۃ کا مقدار بتانے کو گول کر گئے اس کے عوض اسے
اسلام کی شریعتوں کی خبریں بتانے شروع ہو گئے۔محترم قارئین! سارے اماموں کو ان کے متبعین کو
چیلنج ہے کہ وہ پورے قرآن میں اسلام کے اندر کہیں ایک بھی جگہ پر ایک سے زائد شریعتوں کا کوئی
ذکر دکھائیں، پرمٹ دکھائیں، جواز دکھائیں، اس کے باوجود اگر کوئی ایک شریعت کے ٹکڑے
ٹکڑے کر کے اسے اماموں میں بانٹ کر بخاری کی اس حدیث کی فلاسفی کو درست کرنے کے لئے
شرائع اسلام قرار دیگا تو ان کے لئے قرآن حکیم نے اپنے رسول سے صاف کہدیا ہے کہ ان
الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شئی (6-159) یعنی اے محمد! جن لوگوں نے انہیں دیے
ہوئے دین میں تفریق ڈالی ایسے سب لوگ شیعے ہیں۔ البتہ آپ ان میں سے نہیں ہیں، **انما امرھم
الی اللہ ثم ینبئھم بما کانوا یفعلون**'' ان کا معاملہ اللہ کی عدالت میں ہے ان کو ان کے کرتوتوں کی
خبر پڑ جائے گی۔''

محترم قارئین! آپ نے ابھی پڑھا کہ قرآن حکیم نے صوم کی کل تین عدد قسمیں
سمجھائیں، ایک قسم کہ کوئی شخص اپنے آپ کو کسی خاص کام سے اپنے آپ کو روکے رکھنے کا صوم
رکھے جس طرح کہ بی بی مریم کا قول میں آج کے دن کسی کے ساتھ بات نہیں کرونگی بات کرنے
سے میں نے صوم رکھا ہے، دوسرا صوم ہے کہ قرآن حکیم سے مسائل حیات کے استخراج اور استنباط
کیلئے ایک مقرر نصاب اور کورس تیار کرنے کیلئے ایاما معدودات گنتی کے مقرر دن کا صیام رکھنا،

تیسرے قسم کا صوم قرآن نے جرمانہ کی معنوں میں جس کو قرآن نے وبال کا نام بھی دیا یعنی
مصیبت، سو اس کے بعد بتایا جائے کہ امام بخاری نے اندازاً گیارہ حدیثیں لائی ہیں کہ جب تک
رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے تو پہلے قریش کے لوگ بعد میں رسول اللہ اور اس کے
اصحاب بھی یوم عاشورا کا روزہ رکھتے تھے۔ جناب قارئین! ان گیارہ حدیثوں میں سے تو کوئی ایک
بھی حدیث میں نہیں کہ یہ عاشورا والے روزے قرآن کے بتائے ہوئی تین اقسام کے روزوں میں
سے کس قسم کے روزے تھے، اگر حدیث کی بتائی ہوئی کسی چیز میں قرآن سے مطابقت نہیں ہوگی تو
وہ کیوں کر قبول کی جائیگی، قرآن میں چودہ بار صوم صیام کا ذکر آیا ہے ایک ایک مقام پر اپنی اپنی
جگہ پر انکی بڑی مقصدیت ہے، جو کہ حدیث کے اندر بتائے ہوئے صوم وصیام کی قرآن سے تفسیر تو
کیا، قرآن کے مقاصد کا حدیث کے صوم رد کرتے ہیں وہ اس طرح کہ حدیث کے صوم صیام
رہبانیہ کی طرف لے جاتے ہیں، کتاب الصوم کی ایک حدیث ہے جس کا نمبر ہے ۱۸۲۱، اس کے
باب کا نمبر ہے ۱۲۲۴ جس کا عنوان ہے من مات علیہ صوم اس میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ کے
پاس آیا اور عرض کیا کہ میری ماں مرگئی ہے اس کے اوپر ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں اس کی
طرف سے قضا کروں تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ ہاں قضا کرو، **فدین اللہ احق ان
یقضی** یعنی اللہ کا قرض تو زیادہ مستحق ہے کہ اس کی قضا کی جائے'' قارئین کرام! اب بتائیں کہ
قرآن کی آیت **ولا تزر وازرۃ وزر اخری** (6-165) کو کہاں کیا جائے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں
اٹھائے گا'' یہ حدیث بھی خلاف قرآن ہوئی۔ اسی کتاب الصوم کی ایک حدیث ہے کہ **عن ابن عمر
قال نھی رسول اللہ ﷺ عن الوصال قالوا انک تواصل قال لست مثلکم انی اطعم واسقی**'' (حدیث نمبر
۱۸۳۰) اور باب کا نمبر ہے (۱۲۳۰) باب کا نام ہے **باب الوصال**'' حدیث میں ہے کہ ابن عمر نے
روایت کی کہ منع فرمائی رسول اللہ پے در پے روزے رکھنے سے تو لوگوں نے کہا کہ (ہمیں تو
آپ منع کرتے ہیں) آپ جو پے در پے روزے رکھ رہے ہیں تو جواب میں فرمایا کہ میں آپ کی
مثل نہیں ہوں میں کھلایا جاتا ہوں اور پلایا جاتا ہوں۔''

جناب قارئین! قرآن حکیم میں جناب رسول اللہ سلام علیہ کے بارے میں متعدد بار آیا ہے کہ ''انما انا بشر مثلکم''، یعنی میں بھی تو آپ کی طرح کا آپ کی مثل انسان ہوں'' تو یہ بخاری کی حدیث میں کیسے آ گیا کہ **انی لست مثلکم** میں آپ کی طرح کا آپ کی مثل کا نہیں ہوں۔ جناب قارئین نوٹ کرتے جائیں! آگے اسی حدیث میں ہے کہ میں پے در پے روزے اس لئے رکھتا ہوں کہ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے۔ یہ روزہ تو پھر جناب ڈاکٹر قمر الزمان صاحب لاہور والے والا ہو گیا جس میں کھانا پینا جائز ہے، محترم قارئین نبی کو اگر روزے میں کھلایا پلایا جاتا ہے ایک تو ایسا روزہ خلاف قرآن ہوا دوسرا یہ کہ ایسا روزہ ساری امت والے ساری عمر رکھ سکتے ہیں اگر وہ بھی جناب رسول کی طرح کھائیں اور پئیں، پھر انکو رسول کیوں روک رہے ہیں، اگر حدیث میں رسول کو کھلانے پلانے کی بات اگر رات کے وقت کی ہے تو وہ کوئی خاص بات نہیں ہوئی، رات کو تو ہر آدمی کھا پی لیتا ہے'' اگر کوئی کہے کہ رسول کو کھلانے پلانے کی بات غیب کی جانب سے ہے یہ دنیا سے تعلق رکھنے والی بات نہیں، تو اس کے باوجود ہمارا اعتراض ہے کہ دن کے وقت اللہ کے کھلانے پلانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائیگا، بات تو کھلانے پلانے کی ہے خواہ اللہ کھلائے خواہ کوئی آدمی خود اپنے گھر سے کھائے یا کسی دوست کے ہاں سے دن کو کھانے سے تو روزہ ٹوٹ جائے گا'' اور رات کو کھانا پینا اس میں نبی کی خصوصیت تو نہیں ہوئی، زیادہ میں زیادہ حدیث کے مطابق نبی کو اللہ کھلاتا پلاتا ہے اور دوسرے لوگ اپنے گھر سے کھاتے ہیں، لیکن اس کے بعد بھی یہ سوال باقی ہے کہ قرآن کے بتائے ہوئے تین اقسام روزوں میں سے رسول اللہ کا یہ والا صوم کس قسم کا تھا۔'' علم حدیث بنانے والوں کی قرآن سے دشمنی کتنی تو واضح ہے پھر بھی لوگ ان کو قرآن کا تفسیر کہتے ہیں۔

جناب قارئین! اس کتاب الصوم میں کچھ حدیثیں صوم الدھر۔ صوم یوم وافطار یوم اور صوم داؤد علیہ السلام کے عنوان کے تحت لائی گئی ہیں جن کے اندر ایک دن صوم ایک دن افطار کی بات کی گئی ہے۔ جناب قارئین! حدیثوں کے تضادات اور قرآن سے ٹکر کی کتنی کتنی مثال پیش کی

جائیں؟ سوال ہے کہ کچھ بھی ہو لیکن قرآن نے جب صیام کے تین اغراض ومقاصد متعین کئے ہیں تو علم حدیث کی بے شمار حدیثوں میں قرآن والے مقاصد تو نظر نہیں آتے سو حدیث سازوں نے اپنی ان روایات میں ایک طرف قرآن دشمنی کا بھر پور مظاہرہ کیا ہے، جیسے کہ آپ نے اب تک روایات سے اندازہ لگایا، دوسرا ان صوم والی حدیثوں سے یہ لوگ رہبانیہ کے مقاصد بھی ثابت کر رہے ہیں، اور تھوڑا سا جناب رسول کی کردار کشی یا ان پر تبرا کی تلمیحات اور فضول قسم کے الزامات لگا کر فن حدیث سازی سے صوم کی آڑ میں اپنی اندر کی نفرتوں کی تسکین بھی کر رہے ہیں۔'' لوگ قرآن کو اگر نہیں مانتے تو فیصلہ کس سے کرائیں؟

حدیث نمبر ۱۸۳۷ باب نمبر ۱۱۹۴، کتاب الصوم۔ باب کا نام ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو چاند دیکھ کر روزہ افطار کرو۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ عموماً باب کے آخر میں تیر اور نشتر والی کوئی حدیث مار دیتا ہے۔ حدیث ہے عن انس رضی اللہ عنہ **قال الی رسول صلی اللہ علیہ وسلم من نسائہ وکانت انفکت رجلہ فاقام فی مشربۃ تسعا وعشرین لیلۃ ثم نزل فقالوا یا رسول اللہ قد الیت شھرا فقال ان الشھر یکون تسعا وعشرین**۔ یعنی رسول اللہ نے قسم کھائی کہ ایک ماہ تک وہ اپنی بیویوں کے پاس نہیں جائینگے اور آپ کے پیر میں موچ آ گئی تھی، آپ انتیس راتوں تک اپنے (مشرب) پینے کی جگہ پر رہے پھر اترے تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپنے ایلاء تو مہینہ کے لئے کیا تھا؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے'' جناب قارئین حدیث کے الفاظوں پر غور فرمایا جائے ایک تو یہ حدیث مبینہ طور پر رسول اللہ کے گھریلو خادم انس سے روایت کی گئی ہے دوسرا یہ کہ رسول اللہ نے از روء ناراضگی ایک ماہ اپنی جملہ گھر والیوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی ہے تیسری بات کہ راوی انس کہتا ہے کہ رسول اللہ کے پاؤں میں موچ بھی آ گئی تھی۔ جناب عالی! اس سے تو صاف بات نظر آتی ہے کہ رسول اللہ کی اپنی جملہ گھر والیوں سے لڑائی ہوئی ہے اسی وجہ سے تو ان کے پاؤں میں موچ آئی ہے اور غصہ کا اظہار تو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک ماہ تک ان کے ہاں نہ جانے کی قسم کھائی ہے۔

تبصرہ

جناب قارئین! اب اس حدیث کے قصہ کا فیصلہ تو قرآن سے لینا ہوگا کیوں کہ وہ سب سے بڑا جج ہے سورۃ مائدہ میں گھر والیوں سے جھگڑوں کے معاملہ میں غصہ کے اندر آدمی جذبات میں آکر یا ٹھنڈے دل سے جو کوئی قسم اٹھاتا ہے قرآن نے اس کے دو قسم بتائے ہیں فرمایا ہے کہ ''لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولٰکن یؤاخذکم بما عقدتم الایمان فکفارتہ اطعام عشرۃ مساکین من اوسط ما تطعمون اھلیکم او کسوتھم او تحریر رقبۃ فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام ذالک کفارۃ ایمانکم اذا حلفتم واحفظوا ایمانکم کذالک یبین اللہ لکم ایاتہ لعلکم تشکرون'' (۸۹_۵) اس آیت میں بیویوں سے ناراضگی کے طیش میں جو کوئی قسم اٹھاتا ہے، اس کی دو قسم بتائے گئے ہیں ایک لغو قسم کا قسم یعنی فضول دوسرا پکی عقد والا، فضول پر تو کوئی احتساب نہیں البتہ پکے قسم کے لئے قرآن فرماتا ہے کہ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو درمیانے قسم کا کھانا کھلانا جیسا کہ آپ اپنے گھروں میں کھاتے ہو یا دس مسکینوں کو کپڑے پہنانا یا کسی غلام کو آزاد کرنا، اگر ان چیزوں کی کوئی استطاعت نہ رکھے تو وہ تین عدد روزے رکھے۔ جناب قارئین! آپ حدیث کی عبارت کو غور سے پڑھیں اس میں جو رسول اللہ کا قسم اور حلف دکھایا گیا ہے یہ فضول قسم کا حلف نہیں ہے کیوں کہ رسول اللہ نے حدیث کے مطابق قسم میں کہا ہوا مہینہ پورا اپنی گھر والیوں سے جدا رہنے کا ذکر ہے اس لئے یہ قسم فضول نہیں کہا جائیگا، پھر پکے قسم ہونے کی صورت میں قرآن حکیم نے جو اس پر ہرجانہ کا اعلان کیا ہوا ہے مسلم دنیا کے سارے شیخ الحدیثوں کو چیلنج ہے کہ وہ بخاری یا حدیث کے کسی بھی کتاب میں یہ دکھائیں کہ رسول اللہ نے قرآن حکیم کی روشنی میں اپنے قسم کا ہرجانہ فلاں طریق سے ادا کیا ہے''۔ جناب قارئین! سارے شیخ الحدیث اس سوال کا جواب نہیں دے سکینگے ایک تو جناب رسول اللہ کی طرف اس واقعے کی نسبت سو فیصد جھوٹ ہے یہ واقعہ خالصتاً خلاف قرآن اور دشمنان رسول اللہ کا جناب رسول اللہ کے گھریلو زندگی پر ایک قسم کا بہتان ہے، یہ مرحلہ آیا ہی نہیں ہے''۔

جناب قارئین! جلدی کی ضرورت نہیں میں دو تین حدیثیں مزید نقل کر کے پھر عرض

کرونگا کہ یہ حدیث ساز لوگ کیا جناب رسول اللہ کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں بخاری میں کتاب الصوم کے باب ۱۲۰۸ جس کا نام ہے اغتسال الصائم دو عدد حدیثوں کے نمبر ہیں ۱۸۰۰ دوسری کا نمبر ہے ۱۸۰۱ جناب عالی متن حدیث یہ ہے کہ قالت عائشۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدرکہ فی رمضان من غیر حلم فیغتسل ویصوم یعنی رسول رمضان مہینے میں سواء احتلام کے (یعنی جماع کرنے کی وجہ سے) غسل کر کے روزہ رکھتے تھے''۔ دوسری حدیث ہے کہ ''اشھد علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان لیصبح جنبا من جماع غیر احتلام ثم یصومہ ثم دخلنا علی ام سلمۃ فقالت مثل ذالک'' یعنی بی بی عائشہ فرماتی ہیں کہ میں گواہی دیتی ہوں رسول اللہ پر کہ انہیں صبح ہو جاتا تھا جماع کی وجہ سے جنبی حالت میں اور نہ وہ بھی کسی احتلام کی وجہ سے پھر صبح کو وہ روزہ رکھتے تھے''۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم عائشہ کے بعد داخل ہوئے امہ سلمہ (زوجۃ النبی علیہ السلام) کے پاس تو اس نے بھی ایسے ہی اس کی طرح کی بات سنائی۔ تیسری حدیث، جناب قارئین! یہ حدیث کتاب الاذان کی ہے اس کا نمبر ہے ۶۰۹ باب کا نمبر ۴۱۶۔ عن ابی ھریرۃ قال اقیمت الصلوۃ فسوی الناس صفوفھم فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتقدم وھو جنب ثم قال علی مکانکم فرجع فاغتسل ثم خرج ورأسہ یقطر ماء فصلی بھم'' یعنی ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نماز کی اقامت ہوگئی اور لوگوں نے صفیں سیدھی کرلی تھیں اس کے بعد نکلے رسول اللہ (اپنے گھر سے) اور آگے بڑھے اس حالت میں کہ جنبی حالت میں تھے تو اس کے بعد فرمایا کہ آپ اسی حال میں رہیں پھر واپس گئے اور جا کر غسل کیا پھر نکلے اس حال میں کہ اس کے سر سے پانی کے قطرے گر رہے تھے، پھر لوگوں کو نماز پڑھائی''۔ جناب قارئین! مناسب لگتا ہے کہ میں ان حدیثوں پر کوئی تبصرہ نہ کروں۔ چوتھی حدیث ہے کہ'' ان النبی ﷺ استیقظ لیلۃ فقال سبحان اللہ ماذا انزل اللیلۃ من الفتنۃ ماذا انزل من الخزائن من یوقظ صواحب الحجرات رب کاسیۃ فی الدنیا عاریۃ فی الاخرۃ'' حدیث نمبر ۱۰۵۴ باب نمبر ۷۱۸۔ ابواب تقصیر الصلوۃ (بخاری) یعنی ایک رات کو نبی علیہ السلام جاگے اور فرمایا کہ سبحان اللہ کیا کیا رات کو آزمائش کی چیزیں اور خزانے نازل کئے گئے ہیں کون شخص ان حجرے والیوں عورتوں کو

جگائیگا، بہت عورتیں دنیا میں تو کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن آخرت میں ننگی ہونگی''۔ جناب قارئین اس روایت کا راوی امام بخاری کا استاد الاستاد امام زہری ہے جس نے اماں عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف تہمت والی حدیث گھڑی وہ جھوٹی حدیث بھی بخاری نے اپنی کتاب میں لائی ہوئی ہے جس پر مکمل تبصرہ میری کتاب ''فتنہ انکار قرآن کب اور کیسے'' میں موجود ہے وہی امام زہری اس حدیث میں بھی ازواج مطہرات جنہیں اللہ نے امت کی مائیں قرار دیا ہے ان کے خلاف اس نام نہاد حدیث میں تبرا کر رہا ہے اور اسے بخاری اپنی کتاب میں حسب سابق لے آیا ہے۔ محترم قارئین! قرآن حکیم میں ایک سو پندرہ بار آخرۃ کا ذکر آیا ہے کہیں ایک بھی جگہ پر میدان آخرۃ میں کسی کو ننگا کر کے پیش کرنے کا ذکر نہیں ہے ایسی حدیثیں قرآن دشمن اور خاندان رسول کے دشمن لوگوں نے جنگ قادسیہ میں شکست کے غصہ میں تبرا کی نیت سے گھڑی ہیں۔ جناب قارئین! سورت احزاب کی آیت نمبر ۲۸ ''**یا ایھا النبی قل لازواجک** سے لیکر آیت نمبر ۳۴ تک جناب رسول اللہ کی گھر والیوں امہات المؤمنین کی تعلیم و تربیت کے لئے نازل کی ہوئی ہیں اور آیت نمبر ۳۳۔۳۴ میں اسی مقصد کو واضح کرتے ہوئے اللہ عز و جل نے فرمایا ہے کہ ''**وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی واقمن الصلوۃ واتین الزکوۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا**'' (۳۳۔۳۳) یعنی اپنے گھروں سے جڑی رہیں اور پہلے دور والی جاہلانہ شو بازی سے بچکے رہیں اور نظام صلوۃ کے قیام میں اتنی سرگرم رہیں جو ایتاء زکوۃ میں بھی تمہاری مساعی شامل ہوں، اللہ و رسول کی اطاعت کو بھی اپنے لئے لازم بنائے رکھیں حقیقت یہ ہے کہ اے اہل بیت، اللہ کا تمہارے لئے ارادہ ہے (فیصلہ ہے) کہ آپ سے گند و بلا ہٹائے رکھے اور تمہارے شان کو کردار کو پاکیزہ بنائے پاکدامنی کی حق ادائی کے برابر۔ اب بتایا جائے جن رسول اللہ کی ازواج مطہرات خاندان نبوت اور اہل بیت رسول کے لئے اللہ کا ان سات آیات والا فیصلہ ہے اور آیت مذکورہ میں ان کی تطہیر کا فیصلہ اللہ کا کیا ہوا ہے تو زھری اور بخاری کی یہ رجس سے بھری ہوئی میڈ ان سمرقند و بخارا کی من گھڑت حدیثیں اللہ کے ہاں فیصلہ کے دن

ولیسئلن عما کانوا یفترون (۱۳۔۳۹) ضرور ان لوگوں سے ان کی گھڑاوتوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا'' یہ حدیث ساز لوگ۔ کچھ حدیثیں ایسی بناتے ہیں کہ رسول اللہ جنابت کی حالت میں صبح تک سوئے ہوئے رہتے تھے اور فجر کے لئے اٹھتے وقت غسل کر کے نماز پڑھتے تھے، پھر دوسری حدیث بناتے ہیں کہ ''**ان کان النبی ﷺ لیقوم لیصلی حتی ترم قدماہ او ساقاہ فقال لہ فیقول افلا اکون عبدا شکورا**'' حدیث نمبر ۱۰۵۸ باب نمبر ۷۱۹۔ ابواب تقصیر۔ بخاری۔ یعنی رسول اللہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو دونوں پاؤں یا دونوں پنڈلیاں سوج جاتی تھیں، جب سوال کیا جائے تھا کہ آپ اتنی تکلیف کیوں فرما رہے ہیں تو جواب میں فرماتے تھے کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں''، علم حدیث کے ان متضاد چکروں پر شیخ الحدیث لوگ، مت کی ماری ہوئی مسلم امت کو تاویلی تطبیقوں سے آداب اور عقیدت کی رسیوں میں جکڑ سکتے ہیں، لیکن غیر مسلم دنیا والے ڈنمارک والے یا پوپ پال خبر نہیں کیوں چپ ہیں وہ اپنی ساری اسلام دشمنی کے حوالہ جات مسلم امہ کے علمی میراث علم حدیث سے دے سکتے ہیں، دنیا کی غیر مسلم ملکوں کی یونیورسٹیوں میں مسلم امہ کے علم حدیث پر علم حدیث سے تیار کردہ علم تفسیر پر علم حدیث سے تیار کرائے ہوئے جملہ امامی فقھی مسلکوں پر پڑھنے والوں کو ماسٹر ڈگری کے امتحان اور پی ایچ ڈی تک کے کورس پڑھا رہے ہیں، مسلم دینیات جو علوم حدیث سے تیار کرائی ہوئی خلاف قرآن ہے وہ دنیا میں درسگاہوں اور لائبریریوں کی زینت بنی ہوئی ہے، اس میں جھنگل کی حویلی کے فاضل لوگ مسلم امت کے شیخ الحدیثوں سے زیادہ ماہر ہیں، ڈنمارک کے خاکہ ساز اور پوپ پال کی گستاخیوں پر ہم نے جلوس تو ضرور نکالے لیکن اپنے بند قباؤں کو تو ہم نے کبھی چیک نہیں کیا کہ آستین کے سانپوں کو تو ہم وضوء کے ساتھ ہاتھ لگانے میں ثواب سمجھ رہے ہیں۔ جناب عالی! میری اس گذارش سے میرا مقصد کتاب بخاری ہے جس کی حدیث نمبر ۱۸۹۴ باب نمبر ۱۲۶۰ پر کتاب الصیام میں ہے کہ ''**عن عائشۃ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یباشرنی وانا حائض وکان یخرج رأسہ من المسجد وھو معتکف فاغسلہ وانا حائض**''، یعنی عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ مجھ سے مباشرت کرتے تھے اور میں ماہواری سے

ہوتی تھی۔اور وہ اپنا سر مسجد میں سے اعتکاف کے وقت گھر کی طرف نکالتے اور میں اسے دھوتی تھی جب کہ میں حیض سے ہوتی تھی۔محترم قارئین! قرآن حکیم میں آیت (2-187) میں اللہ عزوجل نے اس مباشرت کی اصطلاح کو دوبار جماع کی معنوں میں استعمال کیا ہے تو حدیث ساز امامی گروہ پر جو میرا یہ الزام ہے کہ انہوں نے خود یہ خلاف قرآن باتیں بنا کر رسول اللہ کی فرمائی ہوئی حدیثوں کے نام سے مشہور کر دیا ہے سو اگر یہ ان کی والی باتیں حدیثیں ہوتیں یعنی رسول اللہ کی یا اس کے اصحاب کی ہوتی تو وہ کیونکر خلاف اسلوب قرآن بے ادبی اور گستاخی جیسی باتیں بناتے جناب قارئین شیخ الحدیث لوگ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ مباشرت قرآن کی بتائی ہوئی اصطلاحی معنیٰ یا استعارے والی معنیٰ میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہ اپنی لغوی معنیٰ میں استعمال کیا گیا ہے، جس کی معنیٰ ہے کھال کا کھال سے رگڑنا اگر ڈنمارک والے اس حدیث پر ہی کوئی خاکہ بنائیں وہ بھی شیخ الحدیثوں کی بتائی ہوئی معنیٰ کی حدود میں، اس کے باوجود ہم مسلم امت والے ان کے خلاف ضرور احتجاج کرینگے یہ ہماری غیرت ایمانی کی تقاضا ہے، میں عزیز اللہ بھی ایسے احتجاج کو اپنی غیرت ایمانی کا حق سمجھتا ہوں، لیکن مجھ میں اور دیگر احتجاج کرنے والے مسلم بھائیوں میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ ایسے خاکے تیار کرنے کے لئے جو علوم ماخذ بن سکتے ہیں ان کو بھی ڈنمارک والوں کا بھائی بند اور استاد قرار دینا چاہیئے، یہ احتجاج آدھا ہے یعنی خاکہ ساز ٹیم کے ساتھ خاکہ ساز ٹیم کے لئے حدیثوں کے ناموں سے اسٹوریاں تیار کرنے والوں کے بھی خلاف ہونا چاہیئے، میرا یہ احتجاج میری یہ ایف آئی آر دنیا کی ہر انصاف دینے والی عدالت کی خدمت میں ایک ایک درخواست ہے، ایک اپیل ہے ایک فریاد ہے، کہ ہمارے رسول کو مسلم امت کے علماء اور ڈنمارک کے ان کے ہمنواؤں نے ایسا لاوارث کیوں سمجھا ہے؟ جناب قارئین! امام بخاری کی یہ عادت ہے کہ خنجر مارنے کے بعد وہ اپنے عقل کے مطابق اس کے جواز کی کوئی راہ نکالنے کی کوشش کرتا ہے، جس حیلہ بازی سے اس کی پیروکاروں عقیدتمند تبرا باز ٹیم اس کے حیلہ سے اس گستاخی اور تبرا کو عین دین قرار دے سکیں سو ملاحظہ فرمائیں امام صاحب کی زخم پر پٹی چڑھانے کی ہنرمندی کو۔

جناب عالی! اسی کتاب الصوم کا باب نمبر ۱۲۰۶ ہے حدیث نمبر ۱۷۹۷ ہے، باب کا نام ہے "المباشرۃ للصائم وقالت عائشۃ یحرم علیھا فرجھا" ترجمہ ہے کہ روزہ دار کا مباشرت کرنا۔ پھر اس عنوان میں امام بخاری نے حدیث لائی ہے بغیر سند کے کہ عائشہ نے فرمایا کہ روزہ دار پر عورت کی رج حرام ہے"۔ حدیث ہے کہ "عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقبل ویباشر وھو صائم وکان املککم لاربہ وقال قال ابن عباس مآرب حاجۃ قال طاؤس اولی الاربۃ الاحمق لا حاجۃ لہ فی النساء" حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام روزہ کی حالت میں مباشرۃ کرتے تھے اور بوسہ لیتے تھے اور وہ تم میں سب سے زیادہ اپنی خواہشوں پر قادر تھے اور ابن عباس نے فرمایا کہ مآرب کی معنیٰ حاجت ہے اور طاؤس نے کہا کہ اولی الاربہ سے وہ احمق مراد ہے جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو"۔ جناب قارئین! ایک تو وہی لفظ مباشرت قرآنی اصطلاح کی مقرر کردہ معنیٰ جماع والا لفظ ایسی معنیٰ اور مفہوم کے لئے لانا جس جگہ جماع کی معنویت مقصود ہی نہیں ہے جب اس معنیٰ کو حدیث بنانے والے اس حدیث میں مراد ہی نہیں لیتے تو پھر وہ ایسا لفظ کیوں استعمال کر رہے ہیں، جس کی معنیٰ خود قرآن نے عہد رسالت کے محاورہ اور استعارہ والی معنیٰ سے استعمال کیا ہے، کیوں کہ قرآن تو لوگوں کے محاوروں کی روشنی میں اپنی بات سمجھاتا ہے وانہ لحق کانکم تنطقون (۲۳_۵۱) یعنی قرآن کی حقانیت تمہارے ہی انداز تکلم سے ثابت ہوئی ہے۔ سو محترم قارئین! یہ لازمی طور پر سوچنے کی بات ہے کہ حدیث میں حدیث سازوں نے خلاف قرآن اور خلاف محاورہ عہد رسالت کے وقت، جماع نہ کرنے والے مفہوم کے لئے، جماع کرنے والی معنیٰ والا محاورہ "مباشرت کو کیوں لایا، کیوں استعمال کیا" ہم اس صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے دعوے کرتے ہیں کہ یہ لفظوں کی حرمت کی پائمالی، ایسی عبارت بنانے والوں کی طرف سے جناب رسول اللہ کے شان اور کردار پر دھبہ لگانے کی ایک کوشش ہے، اس کا ثبوت اسی حدیث میں جناب رسول اللہ پر امام بخاری اور اس کے استادوں کی دوسرے نمبر کی بھی تبرا پر قارئین غور فرمائیں، وہ یہ ہے کہ بی بی عائشہ کی زبانی سے رسول اللہ کی تعریف میں یہ جملہ لایا ہے کہ "وکان املککم لاربہ" یعنی وہ

اپنی خواہشات پر قادر تھے (یہ ذومعنین جملہ تبرائی لوگوں کی صنعت ہے) اس حدیث کے اخیر میں امام بخاری نے طاؤس کا ایک قول لایا ہے کہ "اولی الاربۃ" سے مراد وہ بیوقوف احمق شخص مراد ہے جسے عورتوں کی حاجت نہ ہو۔ اب قارئین حضرات بتائیں کہ اس سے بڑھ کر تبرا کو کوئی اور قسم کے سینگ ہوتے ہیں؟۔" اب کوئی شیخ الحدیث بتائے کہ اس حدیث میں رسول اللہ کو **املکم لاربہ** کہا گیا ہے پھر نعوذ باللہ طاؤس کی زبانی اولی الاربہ لوگوں کو احمق کہدیا کیا یہ علم حدیث جناب رسول پر تبرا نہیں کر رہا؟ یہ امام طاؤس وہ صاحب ہیں جس نے عورت کو سواء فرج کے دوسرے محل سے جماع کرنا جائز لکھا ہے (بخاری)۔

ہم آہ بھی کہتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا ہی نہیں ہوتا۔

قرآن والا حج اور عمرہ

محترم قارئین! جیسے کہ شروع کتاب سے میں یہ عرض کرتا آیا ہوں کہ اسلام کے استحکام اور بقا کے لئے مدار قسم کی جو چیزیں ہیں ان میں سے توحید، صلوۃ، زکوۃ، صیام اور حج وعمرہ نہایت ہی بنیادی قسم کے احکام ہیں جن سے آپ کی ریاست آپ کا ریاستی و معاشرتی نظام قائم ہوتا ہے۔

قرآن کو سمجھنے کی قرآنی آئیڈیالاجی،

فرمان ربی ہے کہ "**انظر کیف نصرف الآیات لعلھم یفقھون**" (6-65) اس آیت میں اللہ نے مخاطب قرآن کی توجہ مبذول کرائی کہ آپ قرآنی فہم تفقہ اور تدبر حاصل کرنا چاہتے ہو تو قرآنی اصطلاحات کو سمجھنے کے لئے تصریف آیات کے ہنر پر غور کریں یعنی ہر قرآنی لفظ کی معنیٰ ومفہوم سمجھنے کے لئے اس لفظ کے وہ جملہ مقامات جن جن آیتوں کے اندر اس کا استعمال ہوا ہے انہیں اکٹھا کریں پھر اس کے وہاں وہاں کے مفہوم پر غور کریں اس کے سیاق وسباق کے حوالوں سے تو قرآن کا ہر لفظ اپنی اصل مدعا کی صورت میں آپ کے سامنے آجائیگا"۔
جو قرآن کو سیاسی رہنمائی والا کتاب تسلیم نہیں کریگا وہ قرآن کو نہیں سمجھ سکیگا

اس دعوٰی کے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے قرآن حکیم کے اس اطلاع پر غور کیا جائے کہ **انا انزلنا الیک الکتاب لتحکم بین الناس بما اراک اللہ** (۴_۱۰۵) یعنی اے محمد! علیک السلام ہم نے آپ کی طرف جو یہ الکتاب نازل کی ہے یہ اس لئے ہے کہ تو اس سے دنیا جہان کے فیصلے کرے اور لوگوں کو، اوپر قرآنی بصیرت سے حکمرانی کرے، یہ حقیقت یاد رکھی جائے کہ جو آدمی فیصلے کرتا ہے اور اس میں فیصلوں کے نافذ کرانے کی طاقت نہ ہو تو اس کے لئے عربی کا لفظ تحکم کا استعمال نہیں کیا جاتا جو کوئی اگر فیصلہ سنائے اور اسے نافذ نہ کراسکے تو وہ مفتی تو ہوسکتا ہے حاکم نہیں ہوا، اللہ نے جملہ انبیاء کے شان میں فرمایا ہے کہ **کلا اتینا حکما وعلما** (۲۱_۳۹) یعنی ہم نے سب نبیوں کو حکومت اور علم الکتاب دیا تھا۔ جو شخص ابراہیم اور محمد سلام علیھا کو حکمران تسلیم نہیں کریگا وہ حج کی معنیٰ نہیں سمجھ سکیگا

ابھی آپ نے جناب محمد علیہ السلام کی حاکمیت کا دلیل آیت (۴_۱۰۵) میں پڑھا اور جناب ابراہیم علیہ السلام کی حاکمیت اور قیادت کا دلیل کہ **وقال انی جاعلک للناس اماما** (۲_۱۲۴) یعنی اے ابراہیم میں اللہ آپ کو ذات انسان کا قائد اور لیڈر بنا رہا ہوں"۔
حج کے لئے پاورفل حکمران کی عدالت میں جایا جائے

اب جناب ابراہیم اور جناب محمد علیھما السلام کے حکمران ہونے کے دلائل آپ نے ملاحظہ فرمائے تو حکم کیا گیا ہے کہ **واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا**.... (۲۲_۲۷) یعنی اے ابراہیم لوگوں میں عدالت عالیہ کے فیصلوں کا نوٹیفکیشن جاری کردے تاکہ وہ آئیں تیرے پاس..... محترم قارئین! آیت کریمہ میں صیغہ "یا توک" پر غور فرمایا جائے "تیرے پاس" کی معنیٰ ہے تیرے اور تیرے، ہم منصب کلیگ کے پاس آئیں۔

لفظ حج کی معنیٰ

"**الم ترالی الذی حاج ابراہیم فی ربہ**" (۲_۲۵۸) یعنی آپ نے اس شخص مخالف بادشاہ کی طرف نہیں غور کیا جو ابراہیم سے نظریہ ربوبیت پر جھگڑا کر رہا تھا" تو اس آیت میں لفظ حاج کی

معنی جھگڑا کرنا آئی۔ پھر آیت (۶۵۔۳) میں فرمایا کہ **یااھل الکتاب لم تحاجون فی ابراھیم**" یعنی
اے اہل کتاب تم کیوں ابراہیم کے بارے میں جھگڑا کر رہے ہو"۔ یہاں بھی حاج یحاج کے صیغے
کی معنی جھگڑا کرنا ہوئی۔ پھر آیت (۶۶۔۳) میں آیا ہے کہ **ھاانتم ھٰؤلاء حاججتم فیما لکم بہ علم فلم تحا
جون فیما لیس لکم بہ علم**" یعنی جن باتوں کی تمہیں تھوڑی بہت سوجھ بوجھ تھی تو تم نے جھگڑے کئے
لیکن جن باتوں کا تمہیں کچھ بھی علم نہیں ہے ان میں کیوں جھگڑتے ہو۔" اس آیت میں حاج حاججتم
لم تحاجون ان صیغوں کی معنی جھگڑے کرنے کی آئی، آگے پھر (۶۱۔۳) میں ہے کہ **فمن حاجک فیہ
من بعد ما جائک من العلم** یعنی جن لوگوں نے آپ کے ساتھ آپ کے پاس علم آنے کے بعد جھگڑا
کیا" جناب قارئین دیکھا آپ نے اس مقام پر بھی حاج کی معنی جھگڑا کرنے کی آئی پھر اس کے
بعد آیت (6-80) میں آیا کہ **وحاجہ قومہ، قال اتحاجونی فی اللہ** یعنی جھگڑا کیا ابراہیم کے ساتھ اس
کی قوم نے تو ابراہیم نے انہیں کہا کہ تم میرے ساتھ جھگڑتے ہو کہ میں اللہ کا بتایا ہوا ہدایت والا
قانون چھوڑ دوں..... جناب قارئین! اس آیت میں بھی صیغہ حاج اور اتحاجون جھگڑے کرنے
کی معنی میں آیا" مطلب کہ مصدری صیغہ حج سے جو بھی اشتقاق کردہ صیغے آئے ہیں سب کی معنی
ایک ہی جھگڑوں والی ہے سو حج کی معنی جھگڑے نمٹانا، جھگڑوں کے فیصلے کرنا ہے اگر لفظ حج میں
"حا" کو زیر کے ساتھ پڑھا جائیگا تو معنیٰ ہوگی "سال کا عرصہ" اور اگر حرف "حا" کو پیش کے
ساتھ پڑھا جائیگا تو معنیٰ ہوگی دلیل اور حجت۔"

آج کے مروج حج کے سلسلہ میں سوال

جناب قارئین! جس وقت کہ حج سے متعلق قرآن میں آئی ہوئی جملہ آیات کے اندر حج
لفظ کی معنیٰ خصومات اور جھگڑوں کے فیصلے کرنا، فیصلے کرانا، جو اس بیت اللہ کی یوم الحج الاکبر
عدالت عالیہ سے (۳۔۹) سارے جہان کو امن ملے، یعنی یہ بیت اللہ جو **مثابۃ للناس وامنا** ہے
(۲۔۱۲۵) یعنی یہ عدالت عالیہ (۳۔۹) عالمی امن (۲۔۲۵) کی ذمہ داری ہے، اور عام قسم کے
بے بس بے پہچ لوگوں کو انصاف دلانے کے لئے ہے۔

مسئلہ حیض میں علم حدیث کی گستاخانہ روایات

کتاب الصیام میں باب غسل المعتکف باب نمبر ۱۲۶۰ حدیث نمبر ۱۸۹۴ میں حدیث
لائی گئی ہے کہ اسود کالے شیدی سے عائشہ نے کہا کہ "**کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یباشری وانا
حائض**" یعنی رسول اللہ میرے ساتھ مباشرۃ کرتے تھے جب کہ میں حیض سے ہوتی تھی، محترم
قارئین! قرآن نے جیسے کہ بتایا ہے کہ "**فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون**"
(۵۱۔۲۳) پھر قسم ہے آسمان اور زمین کے مخلوق کی پرورش کرنے والے کی کہ یہ قرآن ایسا تو حقانی
علم ہے جس کی عبارات اور متن خالص تمہاری آپس کی گفتگو اور محاوروں والا ہے، اب کوئی بتائے
کہ امام بخاری اور اس کے استاد اماموں نے اگر اپنی حدیث سازی کے عمل میں عبارت کے اندر
قرآن کے اسلوب اور عربی محاورہ کا اتباع کیا ہے تو جناب رسول اللہ پر الزام آئیگا کہ اسنے یہ عمل
خلاف قرآن کیا ہے، اگر ان اماموں نے حدیث میں قرآن اور عربی محاورہ والے مقصد کا اتباع
نہیں کیا تو حدیث کے اندر یہ فوٹ نوٹ کیوں نہیں لکھا کہ یہاں محاورہ والی قرآنی معنیٰ نہ سمجھی
جائے اور ان کا مقصد لغوی معنیٰ کھال سے کھال کا رگڑنے والا ہے سو ایسا نوٹ نہ لکھنا ان اماموں
کی بدباطنی پر دلالت کرتا ہے کہ ان کا اندر جناب رسول اللہ اور ان کی ازواج مطہرات کی طرف
سے صاف نہیں ہے۔ آگے باب نمبر ۱۲۷۵ میں حدیث ۱۹۰۹ کے اندر لکھا ہے کہ عائشہ فرماتی ہیں
کہ "**انھا کانت ترجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھی حائض وھو معتکف فی المسجد وھی فی حجرتھا یناولھا
راسہ**" یعنی وہ جناب رسول کے بالوں کو کنگھی کرتی تھیں حیض کی حالت میں اور رسول اللہ مسجد نبوی
میں اعتکاف کی حالت میں ہوتے تھے اور گھر کی کھڑکی سے اپنا سر میری طرف کرتے تھے تو پھر میں
انہیں کنگھی کرتی تھی،۔ جناب قارئین! آپ نے ابھی آیت (۲۔۲۲۲) میں پڑھا کہ قرآن نے
حیض والی عورتوں سے صرف محل حیض میں قربت سے ایذاء کہکر منع فرمادی ہے تو اس حوالہ سے
پیچھے باقی کیا رہ جاتا ہے، جس کی وضاحت اور تفسیر یہ حدیث ساز لوگ اپنی نام نہاد حدیثوں کو قرآن
کا تفسیر بتا کر اس فن کی ضرورت جتلاتے ہیں۔ جناب قارئین یہ والی حدیث قرآن کا تو کچھ بھی

تفسیر پیش نہیں کرتی البتہ اس حدیث سے یہ لوگ بتانا چاہتے ہیں کہ رسول اللہ مسجد میں اعتکاف کے دوران اپنے بالوں کو خود کنگھی نہیں کرتے تھے مسجد کے ساتھ اپنے گھر کی کھڑکی سے اپنا سر گھر کی طرف اندر کر کے اپنی اہلیہ عائشہ کو کہتے تھے کہ مجھے کنگھی کرو، رسول اللہ کے اس عمل پر کتاب رنگیلا رسول لکھنے والا یا شیطانی آیتوں جیسا ناول لکھنے والا سلمان رشدی اگر کچھ تبصرہ کریں تو وہ واجب القتل اور اگر امام بخاری اور امام زھری یہ والی حدیث لکھیں تو وہ واجب الاحترام!! دشمنوں کو اپنی حدیثوں سے خود طعنے دینے کے موقعے دے رہے ہو پھر گھروں میں مدرسوں میں رکھی ہوئی تبرا والی کتابوں کو وضو کر کے چوم کر کے شاگردوں کو پڑھاتے ہو۔ محترم قارئین! ان حدیث سازوں نے جو اپنی گھڑی ہوئی باتوں کو رسول اللہ کے اقوال اور احادیث کے نام سے مشہور کیا ہے اور آثار صحابہ کے نام سے مشہور کیا ہے اور دعویٰ کی ہے کہ یہ علم حدیث قرآن کے تفسیر کے لئے ہے، اس دعویٰ سے تو انہوں نے اللہ کی دعویٰ کو جھٹلا دیا جو انہوں نے فرمایا ہے کہ "**افغیر اللہ ابتغی حکما وھو الذی انزل الیکم کتاب مفصلا**" (۶-۱۱۴) یعنی مسائل حیات میں، میں غیر اللہ کو، غیر اللہ کے علوم کو، حکم تسلیم نہیں کرونگا، حاکم تسلیم نہیں کرونگا، اسلئے اللہ نے تو اپنی کتاب کو مفصل یعنی خود کھول کھول کر تفسیر کیا ہوا نازل کیا ہے۔ نہ صرف اتنا بلکہ وہ تفسیر اور قرآن کی تفسیر بھی "**الر کتاب احکمت آیاتہ ثم فصلت من لدن حکیم خبیر**" (۱۱-۱) اللہ علیم ورحیم کی جانب سے ایسا تو کتاب نازل کیا ہوا ہے جو اس نے خود اس کی جملہ آیات کو محکم بنا کے نازل کیا ہے پھر اسے فصل فصل کے انداز سے کھولا ہے اور یہ عمل بھی کسی ایرے غیرے کا نہیں ہے یہ تفسیر خود حکمت والے باخبر اللہ کی جانب سے کیا ہوا ہے"۔

اگر ان روایت پرستوں کی یہ دعویٰ ہے کہ ان کی والی بخاری والی صحاح ستہ والی حدیثیں قرآن کو سمجھاتی ہیں، کھولتی ہیں، تفسیر کرتی ہیں، تو کوئی بتائے کہ کتاب بخاری کے کتاب الغسل کے باب الغسل بالصاع ونحوہ باب نمبر ۱۷۶ میں حدیث نمبر ۲۴۶ لائی ہے کہ سلمہ کا باپ کہتا ہے کہ میں اور عائشہ کا بھائی عائشہ کے پاس آئے پھر اس کے بھائی نے بہن سے کہا کہ ہمیں بتائیں کہ رسول اللہ کس طرح غسل کرتے تھے، تو انہوں نے ایک صاع کے برابر کا پانی کا برتن منگایا اور اس

سے غسل کر کے دکھایا ہمارے اور اس کے درمیان حجاب تھا" یہ حجاب کیسا تھا کس حد تک تھا حدیث میں ہے کہ "**وافاضت علی راسھا**" یعنی عائشہ نے اپنے سر پر پانی ڈالا"۔ محترم قارئین! حدیث کے اس جملہ سے یہ بھی ثابت ہوا پردہ سر کے حصہ سے نہاتے وقت نیچے تھا اس لئے راوی نے سر پر پانی ڈالنے کا تفصیلی مشاہدہ سے ذکر کیا ہے باقی حصہ کا غسل پردے میں۔

محترم قارئین! ڈوب مرنے کا مقام ہے نہایت ہی شرم کی بات ہے جو اس گھڑی ہوئی جھوٹ کو علم حدیث کے نام سے دنیا کو ہم سنائیں کہ دیکھو ام المؤمنین زوجہ رسول کی حالت یہ ہے کہ کسی نے اس سے نبی کے غسل کا طریقہ پوچھا تو جھٹ سے وہیں کے وہیں اغیار کے سامنے غسل کر کے دکھایا۔ جب کہ کسی بھی عورت کو تو اپنے بیٹے اور باپ کے سامنے بھی غسل کرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا یا سنا۔ جناب قارئین یہ سوال کا جواب نہیں بنا، یہ تو امامی تحریک کے حدیث سازوں نے پوری امت کو اور رسول کو امت کی ماں کو گالی دیدی، کہ دیکھو تمہاری ماں دیکھو کس قسم کی ہے۔ جناب قارئین اسی کتاب الغسل میں امام بخاری نے ۲۷۳ نمبر والی حدیث میں لکھا ہے کہ بی بی ام ھانی بنت ابیطالب گئی رسول اللہ کے گھر میں فتح مکہ والے سال میں کہا کہ میں نے دیکھا کہ آپ غسل فرما رہے ہیں اور فاطمہ آپ کے اوپر پردہ کئے ہوئے ہے اسی دوران رسول اللہ نے پوچھا کہ کون آئی ہے تو میں نے جواب میں کہا کہ میں ام ھانی ہوں"۔ جناب قارئین! بتایا جائے کہ رسول اللہ اگر اپنے گھر میں غسل فرما رہے ہیں تو لازماً ازار پہن کر غسل کرتے ہونگے، ویسے یہ حدیث میں نہیں ہے میں اپنی طرف سے بڑھا رہا ہوں، پھر جب کوئی اپنے گھر میں ازار باندھ کر غسل کرتا ہے تو پھر بیٹی کی ڈیوٹی پردہ کرنے کے لئے کیوں لگائی ہر آدمی اپنے گھر میں چادر کی ازار پہن کر بچوں کے سامنے قمیص اتارتا ہے چاہے غسل کرے یا نہ کرے حدیث سازوں کی اس جھوٹی حدیث پر بہت کچھ موقعہ ہے قیل قال کا لیکن مجھے اس حدیث سے آپ کی توجہ مبذول کرانی ہے کہ رسول اللہ جب غسل کرتے ہیں تو پردہ کرنے کے لئے بیٹی یا کسی دوسرے سے مدد لیتے ہیں پھر اسی گھر میں وفات رسول کے بعد تک اتنا بند غسل خانہ نہیں بنا جو لوگوں کو رسول

کی بیوی رسول کا غسل کرنا سکھانے کے لئے غسل کر کے دکھاتی ہے تو دیکھنے والے دیکھ رہے ہیں
کہ ایک صاع پانی سے غسل بھی کیا یہ بھی ایک بہت بڑا جھوٹ ہے کیوں کہ ایک صاع میں پانی
کے تین چار لٹر بھی مشکل سے آتے ہیں اور سر پر پانی ڈالتے ہوئے بھی دیکھا کہ اب سر پر پانی ڈالا
جارہا ہے، اس حدیث غسل عائشہ میں، غسل رسول والی حدیث کی طرح پردہ کرنے میں بیٹی سے
مدد لینے کی طرح کی بات راوی کھا گیا ہے، وہ اس لئے کہ ایسی حدیث بنانے سے ان کا مقصد ہی
ہم پوری امت مسلمہ کو گالی دینی ہے، آج امت مسلمہ اتنی تو اپنی حمیت اسلامی میں کمزور ہے جو اتنی
بڑی گستاخی پر یہ علم حدیث پڑھنے پڑھانے والوں پر کوئی احتجاج نہیں کر رہی، اور یہ علم حدیث کے
پیروکار، جشن ختم بخاری، اور جشن شروعات بخاری کی تقریبیں مناتے ہیں۔ جناب قارئین! کتاب
بخاری کے کتاب الصوم میں ایک باب ہے القبلة للصائم کے نام سے جس کی معنی ہے روزہ دار
کے لئے بوسہ دینا، باب کا نمبر ہے ۱۳۰۷، اس کے اندر دو عدد حدیثیں ہیں ۱۷۹۸ اور ۱۷۹۹، ان
دونوں حدیثوں میں رسول اللہ کی گھر والیوں عائشہ اور ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ان کو
روزہ کے حالت میں بوسہ دیتے تھے"۔

امام بخاری کے کتاب میں ایک کتاب الحیض کے نام سے کتاب ہے اس کے اندر ایک
باب ہے مباشرۃ الحائض کے نام سے جس کا نمبر ہے ۲۰۷، اس کا خلاصہ ہے حیض والی عورت سے
مباشرۃ کرنا، اس باب میں تین حدیثیں ہیں ۲۹۲ سے ۲۹۴ تک ان میں کی دو عدد روایتیں بی بی
عائشہ سے روایت کردہ ہیں اور ایک بی بی میمونہ کے نام سے، ان سے ایک روایت ہے کہ "**یامرنی
فاتزر فیباشرنی وانا حائض**" یعنی رسول مجھے حیض کی حالت میں ازار پہننے کا حکم دیتے تھے پھر میرے
ساتھ مباشرت کرتے تھے۔ دوسری حدیث ہے کہ "**قالت اذا کانت احدانا حائضا فاراد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان یباشرھا امرھا ان تتزر فی فور حیضتھا ثم یباشرھا**" عائشہ کہتی ہیں کہ ہم سے جب
کوئی حیض کی حالت میں ہوتی اور رسول اللہ ارادہ فرماتے اس کے ساتھ مباشرۃ کرنے کا تو اسے
حیض کے جوش کی حالت میں حکم دیتے ازار باندھنے کا پھر اس کے ساتھ مباشرت کرتے تھے۔

تیسری حدیث میمونہ سے ہے کہ "**اذا اراد ان یباشر امراۃ من نسائہ امرھا فاتزرت وھی حائض**"
یعنی رسول اللہ جب چاہتے کہ اپنی گھر والیوں میں سے کسی کے ساتھ مباشرت کریں تو حیض کی
حالت میں بھی انہیں ازار پہننے کا حکم دیتے تھے۔ جناب قارئین! ان حدیثوں کے اندر مباشرت
لفظ کے متعلق میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ عربوں کا محاورہ اور قرآن اس کی معنی ہمبستری اور جماع
کرتے ہیں، لیکن ہمارے دور کے شیخ الحدیث لوگ مباشرت کی اصلی اور لغوی معنی خلاف قرآن
کھال سے کھال گھسانا قرار دیتے ہیں لیکن حدیث سازوں نے اکثر ایسی حدیثوں میں قرآن والی
معنی نہ کرنے کا کوئی متن حدیث کے ساتھ وضاحتی جملہ صفائی کا کوئی جملہ نہیں ملایا میں جرح کے
لحاظ سے اپنے جملہ اعتراجات کا حق محفوظ رکھتے ہوئے یہاں صرف ایک بات کرونگا کہ اس مسئلہ
میں قرآن کی آیت (۲۔۱۸۷) نہایت ہی وضاحت کے لحاظ کامل اور اکمل ہے مکمل ہے تفصیل چند
صفحے پہلے آپ پڑھکر آئے۔ سو یہ بخاری والی حدیثیں اس مسئلے میں قرآن کی تفسیر کی نیت سے نہیں
گھڑی گئی ہیں بلکہ یہ جناب رسول علیہ السلام کی رسوائی کے لئے بنائی گئی ہیں، ان کے عمل کو خلاف
قرآن ثابت کرنے کے لئے بنائی ہیں۔ جناب امہات المؤمنین کے شان کے خلاف ان کی ہتک
عزت کے لئے یہ حدیثیں بنائی گئی ہیں میرے پاس اس دعویٰ اور الزام کا دلیل یہ ہے کہ اس قسم
کے شوہر اور بیوی کے مخصوص وظیفہ زوجیت سے متعلق جملہ باتوں کو قرآن نے **ھن لباس لکم وانتم
لباس لھن** (۲۔۱۸۷) سے تعبیر فرمایا ہے یعنی تمہاری گھر والیاں تمہارا لباس ہیں اور تم مرد لوگ ان
کے لئے لباس ہو۔ جناب قارئین! یہ جملہ یا لفظ لباس بھی اللہ نے قرآن نے محاورہ کی معنی والا
استعمال فرمایا ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کے مخصوص تعلقات کی باتوں کے لئے انہیں لباس
کی طرح اپنے تک محدود چھپائے رکھیں، اب جب قرآن حکیم نے ایسا واضح حکم دیا ہدایت فرمائی
کہ میاں بیوی اپنی مخصوص تعلقات کو لباس کے ذریعے جو جسم کو چھپاتا ہے تو زوجیت کے مخصوص
تعلقات کو چھپائے رکھیں۔ اب کوئی بتائے کہ قرآن کی اس ہدایت کے مدنظر ان حدیثوں کو کیا کہا
جائیگا، لوگو! یقین کرو کہ یہ خلاف قرآن حدیثیں خالص رسول اللہ کو خوار اور رسوا کرنے کے لئے تبرا

کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور اب تک جو لوگ ان کے پڑھنے پڑھانے اور بچی ہونے پر بضد
ہیں میں صرف ان کو اتنا عرض کرونگا کہ اللہ کے واسطے ہر شی کو غلط یا صحیح قرار دینے کے لئے راوی
لوگوں کی جھوٹی سوانح عمری کے بجاء قرآن حکیم کو کسوٹی قرار دیں جو فی الواقع بھی حق اور باطل کے
درمیان اللہ نے فرقان (کسوٹی) بنا کر نازل کیا ہے، بصورت دیگر یہاں تو ڈالروں اور ریالوں
درہموں کی بارش کی وجہ سے قرآن سے دور رہتے ہو، ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ اللہ کے ہاں
ہوگا جو مالک یوم الدین ہے۔ اس مسئلہ میں قرآن کی ہدایت **فاعتزلوا النساء فی المحیض** کے بعد کسی
بھی حدیث کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔

قرآن والا حج مسلم غیر مسلم دونوں کے لئے ہے

جناب قارئین! حج کے لئے باقاعدہ اور باضابطہ جو حکم نامہ اور آرڈر جناب ابراہیم علیہ
السلام سے کرایا گیا ہے قرآن حکیم میں اس کی عبارت متن اور ورڈنگ یہ ہے کہ **"واذن فی الناس
بالحج یأتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق"** (۲۲_۲۷) یعنی لوگوں کو سناؤ لوگوں میں
اذن کا اعلان کرو کہ وہ آپ کے پاس جھگڑوں کے فیصلے کرنے آئیں" لفظ اذن میں اطاعت کی
معنیٰ بھی موجود ہے یعنی فیصلہ کرانے والے آئیں اور فیصلہ کی اطاعت بھی کریں جس طرح کہ
واذنت لربها وحقت (۸۴_۲) میں سمائے ہوئے امور ربوبیت کے کفیل اللہ کے قوانین کی روشنی
میں انہیں واقع ہونا ہے، اس کی فرمانبرداری کے ساتھ، اور لفظ اذن میں قانون اور اصولوں کی
معنویت پنہاں ہے جیسے کہ فرمایا کہ **"ویمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنه"** (۲۲_۶۵) یعنی اللہ
بادلوں پر کنٹرول کئے ہوئے ہے تاکہ اس کے قوانین کی حدود میں بارش کو برسائیں، اگر ان آیتوں
پر مزید غور کرینگے تو لفظ اذن میں اذن دینے والی اتھارٹی کے پاس پاور، اقتدار، قوت اور اختیارات
کی معنیٰ بھی ملیگی جب کہ اس کے معنیٰ سے ملتے جلتے لفظ ندا میں مطلق آواز دینے اور آواز پہنچانے

کی معنیٰ ہے، اختیار اور پاور کی بات نہیں ہے آج کل ندا کا کام میراثیوں سے بھی لیا جاتا ہے۔
محترم قارئین! آپ غور فرمائینگے تو اسلام کے احکام صلوٰۃ اور صیام کے ساتھ **یاایھا الذین آمنوا** کا
خطاب تو آپ کو ملے گا لیکن حج کے بلاوے کے لئے آمنوا کے خطاب سے کہیں نہیں بلایا گیا، حج
یعنی جھگڑوں کے فیصلہ کرنے والی کعبہ کی بلڈنگ کو بھی اللہ نے **ان اول بیت وضع للناس**
(۳_۹۶) سے تعبیر فرمایا ہے یعنی یہ پہلا مرکز عمومی انسانی برادری کے لئے بنایا گیا ہے۔ مسلم غیر
مسلم عام لوگوں کے لئے صرف ایک بار آنے کے لئے نہیں بلکہ یہ مرکز تو **مثابة للناس وامنا**
(۲_۱۲۵) یعنی جب جب کسی بھی انسان کو کوئی چور ڈاکو لٹیرا ظالم ستائے تو بار بار لوٹ کر آؤ
اس عدالت عظمیٰ (۹_۳) کی کنڈی کھڑکاؤ" اور امن کا مطالبہ کرو قیام امن کے ذمہ دار جو مسلم
مؤمن انقلاب کے پیشوا ہیں اور مسند ابراہیم کے اور مسند محمدؐ کے جانشین ہیں انہیں اللہ کا آرڈر
ہے، حکم ہے کہ جب تلک تم اقتدار کے انچارج ہو تو **کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط** عدالت میں
آنیوالے شاہدوں کا تحفظ کرو لٹیرے ڈاکو اپنے مخالف کو ڈراتے ہیں، قتل کرتے ہیں، سو کوئی بھی
شاہد چوروں، بدمعاشوں کے خلاف شاہدی دینے کی ہمت نہیں کر رہا، **یاایھا الذین آمنوا**، اے
انقلابیو! **کونوا قوامین شھداء للہ بالقسط** نظام شہادت کو مستحکم اور محفوظ بناؤ گے تو تمہاری عدالتوں کے
فیصلے کامیاب ہوسکیں گے، اگر تمہارے نظام عدالت میں شاہد لوگوں کو تحفظ نہیں ملا تو انقلاب دشمن
لوگ عادی مجرم لوگ اتنے بے مہار ہو جائینگے جو شاہدوں سے بھی بڑھ کر پھر ججوں کو بھی قتل کرینگے،
انہیں عدالتوں سے بھی بے دخل کرینگے، اس سے پھر جج لوگ کرسی عدالت پر بیٹھے بیٹھے سہمے
ہوئے رہینگے کہ کہیں نوکری نہ چلی جائے زندگی نہ چلی جائے، اس لئے اپنے نظام عدل سے وابستہ
شاہدوں ججوں، فریادیوں سب کو تحفظ دینا ہوگا اور وہ آپ کے بے لاگ فیصلوں سے ہی ہوسکے گا
(۴_۱۳۵) وہ اس طرح کہ **لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا** (۵_۸) خبردار تمہیں انصاف

کرتے وقت کسی قوم سے تمہارا تعصب رکاوٹ نہ بنے یا ایسا تعصب تمہیں اس بات پر نہ بھڑکائے کہ فریادی مخالف اپنی قوم والا ہے، ہندو ہے، عیسائی ہے، یہودی ہے اور جوابدار میرا اپنا ہے، اگر تم نے عدالت کی کرسی پر اپنی ذہنیت کو درست نہیں رکھا تو **ان اللہ خبیر بما تعملون** (۸_۵) (اللہ تمہارا پتہ ہی کاٹ دیگا) اس لئے کہ وہ تمہارے جملہ اعمال کی خبر رکھنے والا جاننے والا ہے۔

اجتماع حج کی لازمی اور دائمی ایجنڈا سازی کی ہدایت" **واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق o لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر**" (۲۷_۲۸_۲۲) جناب قارئین! ایجنڈا والی آیت تو اٹھائیس نمبر ہے لیکن میں نے آیت ستائیس کو بھی یہاں لایا ہے وہ اس لئے کہ اقوام متحدہ کے ادارے میں عدالت میں عالم ناسوت کے مسائل حل کرنے کی جو کانفرنس بلا رہے ہیں تو یاد رکھنا **اذن فی الناس بالحج** عام انسانوں جملہ انسانوں کو اس کی دعوت اور بلاوا دینا ہے، کہیں اس دعوت اور بلاوے میں ہی تعصب اور اجارہ داری کو سوچوں سے فرقہ بازی کا شکار نہ ہوجانا جو صرف مسلم امت کی اجارہ داری کی خاطر باقی سب کو بھلا بیٹھیں۔ محترم قارئین! قرآن کے اس نقطہء نظر سے کہ سب انسانوں کو ان کے مفادات کے حوالوں سے ساتھ لے کر چلو، اس آیت ۲۷ کے ساتھ تو پچیس نمبر آیت لائی تھی کہ **ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواء العاکف فیہ والباد ومن یرد فیہ بالحاد بظلم نذقہ من عذاب الیم** (یعنی جو لوگ کفر کے مرتکب ہیں یعنی یہ کفریہ سوچ ہے جو سبیل اللہ اور مسجد حرام یعنی محترم عدالت عالیہ کے اجتماعات میں مقامی خواہ بیرونی عام لوگوں کو غیر مسلموں کو شریک ہونے اور آنے سے روکتے ہیں اور اس عدالت میں فیصلوں کے لئے قانونی ماخذات کے لحاظ سے الحاد کرتے ہیں، پہلو تہی کرتے ہیں، کنارہ کشی کرتے ہیں، جملہ انسانوں کے لئے مفاد کلی والے قانون سے ہٹ کر فرقہ وارانہ مفادوں کے من

گھڑت قوانین سے تنگ نظری سے فیصلے کرتے ہیں ان کو ہم ایسی سزا چکھائینگے جو نہایت دردناک ہوگی"۔ جناب قارئین چونکہ اس مضمون میں اجتماع حج کی بین الاقوامی عدالت عظمیٰ کی سالانہ کانفرنس کی ایجنڈا کی فلاسفی عرض کرنی ہے اس لئے میں اس کانفرنس کے اجتماع کی اہمیت مقام و مرتبہ سے آپ کو آشنا کر رہا ہوں، تو اس حوالہ سے آیت نمبر پچیس کے بعد آیت نمبر چھبیس پر بھی ایک نظر سے غور کرنے کی زحمت کریں فرمان ہے کہ "**واذ بوانا لابراھیم مکان البیت ان لاتشرک بی شیئا وطھر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود**" یعنی جب ہم نے ابراہیم کو بیت اللہ والی عدالت جو کہ اپنے تعمیری جوہر میں **وضع للناس** (۹۶_۳) ہے یعنی ذات انسان کے لئے بنائی ہوئی ہے، اس عدالت عظمیٰ میں جو قوانین بنیاد بنائے جائینگے فیصلوں کے لئے وہ قوانین صرف اللہ کے ہونگے، اے ابراہیم! جب تجھے اس عدالت عظمیٰ کے پاس صاحب اقتدار اور صاحب تمکن بنایا گیا ہے تو آپ عالمی عدالت کے جج اور منصف ہیں، تو خیال رکھنا **لاتشرک بی شیئا**، میرے ساتھ عدالت کے قوانین میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ جناب قارئین! یہ حکم جو ابراھیم علیہ السلام کو کیا جارہا ہے اور اب قرآن حکیم میں بتایا ہوا ہے یہ حکم جناب محمد علیہ السلام کو بھی ہوا، اور اس کے بعد آج تک جو محمد علیہ السلام کے جانشین ہیں اور مدعی اسلام ہیں، ان کو بھی حکم ہے کہ **لاتشرک بی شیئا** اللہ کے قانون کے ساتھ کسی مسلک کسی امامی فقہ حنفیت، حنبلیت، شافعیت، جعفریت، مالکیت، امامی روایاتی علم کو اللہ کے علم کے ساتھ شریک نہ کرنا، یہودیت، مجوسیت، نصرانیت کو شریک نہ کرنا۔ میرے اس عنوان سے مطلب یہ سمجھیں کہ جب بھی جس دور اور زمانے میں بھی حج کانفرنس کی ایجنڈا بنائی جائے، ترتیب دی جائے، اور اس کے جتنے بھی مسائل ہوں وہ سب کے سب صرف ان دو عدد ہدایتوں کے ذیل میں ہونے چاہئیں وہ یہ ہے کہ **لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر**" ۲۸_۲۲) یعنی ایجنڈا

کے ائٹم ایسے تجویز کئے جانے چاہئیں جو ان کے پاس کرنے اور انہیں پایہ تکمیل تک پہنچانے میں لوگوں کو فائدے حاصل ہوں، ایسے کاموں سے عامۃ الناس کو سہولتیں اور منافع حاصل ہوں، یعنی ایسی اسکیمیں نہ ہوں جن سے انفرادی شخصی گروہی مفادات ہوتے ہوں کچھ لوگوں کو تو فائدے ہوں اور ان سے بڑی اکثریت کو نقصان پہنچتے ہوں۔ ایجنڈا کی ایسی جزئیات نہ ہونی چاہئیں۔

ایجنڈا سازی کی دوسری ہدایت یہ فرمائی ویذکروا اسم اللہ یعنی ایجنڈا کے ہر اسم کو، عنوان کو، تجویز کو، تفصیل کو، اسماء اللہ کی تشریح کے ذیل میں پاس کیا جانا چاہیئے، اب یہ حقیقت سمجھنی چاہیئے کہ اسماء اللہ کیا ہیں، اللہ کے نام کیا ہیں۔ جناب قارئین! اللہ کے نام اللہ کی صفات وہ اوصاف ہیں جن کے معنوں کی روشنی میں اللہ اس کائنات کے کارخانہ کو چلا رہا ہے، لوگوں نے تو اللہ کے لئے ننانوے نام مشہور کئے ہوئے ہیں جب کہ یہ سراسر زیادتی ہے اللہ کے ناموں کی تعداد ہزاروں میں ہے، جو کام اپنی جس تشریح میں ہو رہا ہے وہ اللہ کی اس صفت کے نام کی ایک ادنیٰ سی تشریح ہے، شہر لاہور میں قرآن کے بہت اچھے عالم میرے ایک زندہ شہید دوست ہیں جس نے قرآن حکیم سے تقریباً چار ہزار اللہ کے نام اخذ کئے ہیں، ان کا خیال ہے کہ مزید جستجو کرنے سے اور نام بھی اخذ کئے جا سکتے ہیں، بہت افسوس کی بات ہے کہ قرآن پر ریسرچ کا کام نہیں ہو رہا ، میرے اس لاہوری دوست پر امریکا نے بہت زور ڈالا کہ آپ کو ہم گھر بیٹھے ویزا، گرین کارڈ دے رہے ہیں آپ امریکا چل کر رہیں، ہمارے اس عالم قرآن دوست نے تو جانے سے انکار کیا، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ عالمی سامراج مسلم امت کے مراکز مکہ مکرمہ اور مدینۃ المنورہ میں تو علم حدیث کے ماہرین اور اسکالروں کو فٹ کر رہا ہے، جب کہ امریکا کو اپنے پاس قرآن کے عالموں کو جمع کرنے کا شوق ہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو خبر ہے کہ علم حدیث کیا چیز ہے اور قرآن کیا چیز ہے، حج کی ایجنڈا تیار کرتے وقت اللہ نے سمجھایا کہ **ویذکروا اسم اللہ فی ایام معدودات علی مارزقھم من بھیمۃ**

الانعام ایک تو لوگوں کے منافع سے متعلق امور حج کے موقعہ پر فیصلوں میں نمٹنا چاہیں، دوسرا یہ کہ جو رزق چوپایہ جانوروں میں سے انہیں عطا کیا گیا ہے ان کے اوپر ذبح کرتے وقت اللہ کے اسم کا ذکر کریں، میں پہلے یہاں ذکر سے متعلق عرض کرونگا کہ ذکر کیا چیز ہے۔ جناب عالی! ذکر کی ایک معنیٰ ہے یاد کرنا، پھر اسی معنیٰ سے دوسری معنیٰ نکلتی ہے حفاظت کرنا، شہرت، مشہوری، ایڈوٹائزیہ بھی ذکر کے معنوں میں آتے ہیں، کسی کی تعظیم کو بھی ذکر کی معنیٰ میں لایا جاتا ہے، قانون کے معنوں میں بھی ذکر کا لفظ قرآن میں آیا ہے (۴۴_۱۶) اور غور فکر کرنے کے معنوں میں بھی ذکر کا استعمال ہوا ہے سو یہاں اس آیت (۲۸_۲۲) میں **ویذکروا اسم اللہ فی ایام معدودات علی مارزقھم من بھیمۃ الانعام** کی معنیٰ ہوگی کہ ان چوپایوں کو بھائم کو حلال کرنے کے قوانین کی روشنی میں کھائیں اللہ کے قانون سے حلال کئے ہوئے (یعنی چوری اور لٹ مار کے جانور نہ ہوں) اور اللہ کے نام سے ذبح کریں پھر خود بھی کھائیں اور محتاجوں کو بھی کھلائیں۔

محترم قارئین! اس مقام پر آیت (۲۸_۲۲) میں جو قانون کی پاسداری اور حفاظت کا ذکر کیا گیا ہے تو حج کی ایجنڈا کے اس اہم اسم کو اللہ پاک نے حج سے متعلق جو بائیس عدد آیات میں سورۃ بقرہ کے اندر حج کے تفاصیل سمجھائے ہیں، وہاں بتایا ہے کہ "**فاذا افضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھداکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین ثم افیضوا من حیث افاض الناس واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم ہ فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا** ہ (۱۹۹_۲۰۰_۲) جناب قارئین! قرآن حکیم نے حج کی کانفرنس میں یعنی عدالت عالیہ (۳_۹) کے اجلاس میں وفود حج کے ممبران کو فرمایا ہے کہ جب تم لوگ **افضتم من عرفات** حج کی ریسپشن کیمپ عرفات کے اجلاس میں یعنی وہاں کے تعارفی اجلاس میں اپنے مقدمات کو رجسٹر کرانے کے بعد، مشعر الحرام (آج کا نام مزدلفہ) میں پہنچے ہو تو یہاں آنے کے بعد **واذکروہ کما ھداکم** یعنی اللہ کے

قوانین کو یاد کرو جس طرح ان کی تمھیں ہدایت کی گئی ہے اگرچہ تعلیم قرآن سے پہلے تم ان قوانین سے بے خبر تھے اس کے بعد جیسے کہ سب لوگ اپنی اپنی کیمپوں میں جائیں تو تم بھی اپنے ٹھکانوں پر چلے جاؤ اور یاد رکھو کہ ہر وقت جھگڑوں فسادوں سے اللہ کی پناہ طلب کیا کرو بلاشک وہ پناہ دینے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ جب مناسک حج، کانفرنس کے پورے ہو جائیں اس کے بعد بھی اللہ کے قوانین کو یاد رکھیں جس طرح کہ اس سے پہلے تم اپنے باپ دادوں کے قوانین یاد کئے بیٹھے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ جناب قارئین! اب یہ دو عدد ہدایتیں عام لوگوں کے مفادات اور اللہ کے قوانین کو ایجنڈا کے ہر اسم سے منسلک جاننا ہوئیں، یہ مقاصد حج سے متعلق فیصلے کرنے والوں کے لئے، فیصلے لینے والوں کے لئے، حج اسٹاف کے جملہ افسروں اور کارکنوں کے لئے ہدایت ہوئی۔ محترم قارئین! آیت ۱۹۹ پر آپ نے کچھ غور فرمایا کہ اس عدالت عظمیٰ اور لوئی جرگہ کو قرآن نے کس نام سے متعارف فرمایا ہے؟ قرآن نے اس عدالت کا نام اور تعارف مشعر الحرام سے کرایا ہے یعنی ایسی محترم جگہ ایسی قابل احترام عدالت جہاں دانش، عقل و شعور کے ساتھ فیصلے کئے جائیں، اگر آپ مشعر کے اسم ظرف کو شعور کے بجا شعر بمعنیٰ بال کے لینگے جب بھی معنیٰ ہوگی جس فیصلے کرنے کی جگہ پر اتنی تو باریک بینیوں سے مقدمات کو نمٹایا جاتا ہے جو جیسے کہ بال کی کھال اتاری جاتی ہو لیکن کتنا ماتم کیا جائے دشمنوں کی ستم ظریفیوں پر جو انہوں نے عدالت مشعر حرام کا نام بدل کر مزدلفہ کر دیا، صرف اور صرف اس مقصد سے کہ کہیں مسلم امت والے حج کو قرآن والی معناؤں میں پھر سے کہیں مشعر الحرام کی دانش گاہ والی قابل احترام کورٹ اور بین الاقوامی عدالت ریسرچ نہ بنا ڈالیں، (جملہ معترضہ)۔ جناب قارئین! حج سے متعلق مضمون اپنی دو تین کتابوں ایک سندھی زبان میں ایک اردو زبان میں بنام 'امامی مذاہب اور قرآن' میں لکھ چکا ہوں، اس لئے اس مضمون کا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حج کا کل خلاصہ بین

الاقوامی لیول کے مسائل کی بین الاقوامی عدالت ہے، اس مفہوم کے ثبوت تک مضمون محدود رکھونگا، اس کے علاوہ بقیہ تفصیلات کا تعلق ایام حج کے مزید طریقہ کار اور آداب کے قسم سے کچھ ہدایات افکار و نظریات سے متعلق ہیں جن کے اوپر تفہیمی نوٹس میں لکھ چکا ہوں جو اس مضمون میں نہیں لاؤنگا، جملہ معترضہ ختم۔

مکۃ المکرمۃ انٹرنیشنل سٹی ہے

جناب قارئین! آپ نے پڑہا کہ جناب ابراھیم علیہ السلام کو قرآن نے حکم دیا کہ اس اجتماع حج کو جملہ انسانوں کا بلاتفریق نسل، مذہب اور علائقہ کے اجتماع قرار دیا جائے (۲۷-۲۲) اور یہی حکم اور پالیسی جناب محمد الرسول اللہ کے لئے بھی ہوئی (۹-۳) یعنی ایک تو یہ حج صرف اکیلے مسلم امت والوں کے لئے نہیں ہے بلکہ جمیع انسان ذات کے لئے ہے، دوسری بات کہ حج لوگوں کے قوموں کے آپس کے جھگڑوں، لڑائیوں کے قسم کے اختلافات فیصلے کرنے کے لئے ہے، سو اس قرآنی مؤقف کے لئے مزید دلیل حاضر خدمت ہے فرمان ربی ہے کہ "**ولکل امۃ جعلنا منسکا لیذکروا اسم اللہ علی ما رزقھم من بھیمۃ الانعام فالھکم الہ واحد فلہ اسلموا وبشر المخبتین**" (۳۴-۲۲) اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ ہر امت کے لئے ہم نے منسک بنائے ہیں، یعنی وہ اعمال جن کی ادائگی سے لوگوں کے خصومات، اختلافات اور الجھانے والی دلوں میں تغایر پیدا کرنے والی نفرتیں ختم ہو جائیں، صاف ہو جائیں، تو مختلف امتوں کو متحد رکھنے کے لئے اس مقام حج پر جملہ امتوں کے اختلافات نمٹانے کی ایک ہی عدالت ہے جیسے کہ یہ انسانوں کو یکجا کرنے کی ایک بہتر کوشش ہے، بہتر مرکز ہے، اسی طرح تمہاری آپس میں وحدت فکری اور عملی یہ بھی ہے کہ تم اپنے رزق کے چوپایہ جانوروں کو اللہ کے نام سے ذبح کر کے کھاتے ہو، علاوہ ازیں اس حقیقت پر بھی غور کرو کہ تم مختلف امتوں کے لوگوں کا معبود ایک ہی اللہ ہے، سو اس نظریاتی اتحاد کے بعد تم پر لازم ہوتا ہے

کہ اس کے احکامات کو تسلیم کرو اس کے قوانین کی بجا آوری کرو! پھر اے مخاطب قرآن! ایسے فرمانبرداروں کو خوشخبری سناؤ جو لوگ امتوں کے اتحاد میں فیصلوں کو مانتے ہیں، تعاون کر رہے ہیں، اس فکری وحدت کا تمہارے اندر جب اشتراک بھی ہے، جس کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ **'وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم'** (۵_۵) اہل کتاب کا کھانا طعام تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا طعام ان کے لئے حلال ہے' سو اس آیت (۳۴_۲۲) سے یہ ثابت ہوا کہ حج بیت اللہ صرف مسلم امت کے لئے نہیں ہے قرآن کا حکم ہے کہ مکۃ المکرمہ انٹرنیشنل سٹی ہے (۲۵_۲۲) اس انٹرنیشنل سٹی کی ویزا کے لئے یہی حکم ربی ہے کہ **'والمسجد الحرام الذی جعلناہ للناس سواء ن العاکف فیہ والباد'** (۲۵_۲۲) یعنی مسجد حرام کو ہم نے انسانوں کے لئے اس کے اندر رہنے والوں اور باہر رہنے والوں کے لئے حقوق رہائش و آمد و رفت میں برابر بنایا ہے۔ مطلب کہ صدیوں سے مکۃ المکرمۃ میں قرآن کے نقطہ نظر والا حج نہیں ہو رہا ہے اور نہ ہی یہ شہر قرآن کے حکم کے مطابق **سواء ن العاکف فیہ والباد** ہی رہا ہے۔ اور نہ ہی اس شہر کے حکمران یا ملک کے حکمران زمانوں سے لے کر ابراہیم اور محمد علیہما السلام کی طرح کے بین الاقوامی ذات انسان کے حکمران تھے۔ نہ ہی اس وقت بھی ہیں۔

حج سیکولر تعلیم کا سب سے اعلیٰ نمونہ ہے

''لکل امۃ جعلنا منسکا ھم ناسکوہ فلا ینازعنک فی الامر وادع الی ربک انک لعلیٰ ھدی مستقیم'' (۶۷_۲۲) محترم قارئین! آپ نے ابھی آیت (۳۴_۲۲) میں پڑھا کہ مسلم امت اور اہل کتاب امت کے درمیان دو کامن اور مشترک چیزیں ہیں ایک یہ کہ یہ دونوں امتیں کھانے کے لئے چوپایہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیتے ہیں اس لئے یہ ایک دوسرے کا تیار کیا ہوا طعام کھا سکتے ہیں (۵_۵) دوسرا یہ کہ ان دونوں کا معبود الٰہ ایک ہے (۳۴_۲۲) اب ان دو آیتوں

کے بعد جناب محمد الرسول اللہ کو فرمایا جا رہا ہے کہ ہر امت کے منسک یعنی وہ امور جن کے احکام و اعمال سے کوئی اپنی ذات کو گناہوں سے رذائل سے خود کو صاف ستھرا بنائے وہ اپنے اپنے ہیں، جنہیں وہ اپنے اپنے طریقوں سے سرانجام دیتے ہیں، یہ کوئی لڑنے جھگڑنے کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، ایسی باتوں کے لئے ایک دوسرے کے واسطے برداشت ہونی چاہیئے، لیکن جو تعلیم اور قانون قرآن میں سمجھائے ہوئے ہیں ان قوانین کے معاملہ پر کسی کو تنازع اٹھانا نہیں چاہیئے، اگر کوئی ان قوانین کے معاملہ میں لڑتا ہے تو پھر ایسے لوگوں کو صاف صاف کہو کہ ہماری دعوت تو سارے جہانوں کے لئے نظام ربوبیت والی ہے جو ہدایت والا سیدھا راستہ ہے، اگر تم لوگ اس پر بھی ہمارے ساتھ لڑو گے تو اللہ تو جانتا ہے کہ تم اپنے اعمال سے غریبوں کے ساتھی ہو یا لٹیروں کے' (۶۸_۲۲) اگر تم خواہ مخواہ اپنی پارسائی کے دعویدار ہو تو ٹھیک ہے اس قیامت کے دن کو آنے دو، ہمارے تمہارے درمیان اختلافی نظریات کا فیصلہ اللہ کریگا، (۶۹_۲۲)

جناب قارئین! ایجنڈا کی ان قرآنی ہدایات پر غور فرمائیں، دلوں کو یقین آجاتا ہے کہ اس طرح کے رویوں سے بین الاقوامی عدالت اور اس کے جج دنیا کے اندر عالمی امن کو عالمی بھائیچارہ کو نہایت اعلیٰ درجہ پر قائم کر سکتے ہیں، رائج کر سکتے ہیں، اور امت واحدہ کے ہدف کو بھی انسانی برادری پا سکتی ہے۔

اخیر میں ججوں کی تربیت کے لئے دو آیتیں

''ومن الناس من یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا ویشھد اللہ علی ما فی قلبہ وھو الد الخصام'' (۲۰۴_۲)۔ جناب قارئین! پیچھے آیت نمبر ۱۸۹ سے لیکر امور حج سے متعلق ہدایات شروع ہیں یہ آیت اور اس کے بعد کی دونوں آیتیں (۲۰۴_۲۰۵_۲) ان پر ہدایات حج ختم ہوئیں، لیکن یہ دونوں آخری آیتیں عالمی عدالت (۳_۹) کے جج کی تربیت اور تعلیم کے واسطے ہیں اور پھر ساتھ

ساتھ سب ججوں کے لئے بھی۔ یعنی اے رسول! مقدمات میں پیش ہونے والے کئی سارے لوگ
ایسے چرب زبان قسم کے آتے ہیں جو اپنی لفاظیوں سے آپ کو تعجب میں ڈال دینگے اور اپنے
فریق مخالف کے بارے میں جو ان کے خلاف فریادی ہونگے ان کے حق میں آپ کو کہینگے کہ یور
آنر مائی لارڈ یہ فریادی لوگ ہمارے بھائی ہیں، ہم ان میں سے ہیں، یہ ہم میں سے ہیں، ان کے
ہمارے بال بچے اکٹھے کھیلتے ہیں، ہمارے گھر بھی ایک ہیں، اچھا ہوا آپ نے ہمارے اوران کے
درمیان صلح کرالی، غلط فہمیاں دور کرادیں، اب یہ لوگ اور ہم ایک برتن میں اکٹھے کھائینگے، ایک
ساتھ زندگی گذارینگے وغیرہ وغیرہ) اے محمد! کئی ایسے لوگ تیرے سامنے تو خوب باتیں بنا کرآپ
کو حیرت میں ڈال دینگے کہ جیسے یہ بڑے امن اور محبتیں بانٹنے والے ہیں، لیکن ایسے لوگ اتنے تو
بدمعاش ہیں جو **اذا تولی سعی فی الارض لیفسد فیھا ویھلک الحرث والنسل واللہ لایحب الفساد،**
(۲-۲۰۵) ایسے لوگ آپ کے پاس باتوں کے بتنگڑ بنانے کے بعد جب واپس جائینگے تو فساد
انگیزیوں سے وہاں پوری دھرتی کو لہولہان کردینگے، کھیتوں اور نسلوں کو ہلاک کردینگے، چٹ
کردینگے، جب کہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا'' اس لئے فیصلوں کے دوران مقدمات میں پیش ہونے
والوں کی نفسیات اور ان کے تاریخی پس منظر کو بھی کھنگالا جائے ان کی چاپلوسیوں پر اعتماد نہ کیا
جائے۔

حج کی معنیٰ جھگڑے فیصل کرانے کے مزید شواہد

جناب قارئین! سورۃ بقرہ میں آیت نمبر ۱۸۹ سے قرآن حکیم نے مسائل حج شروع کئے
ہیں، اس آیت میں پہلا سوال ہے کہ چاند مہینے کے اندر ہر روز اپنی سائیزیں عروج و زوال والی
کیوں کر بدلتا ہے جو مہینے کے دنوں کے برابر اس کی مختلف شکلیں بن جاتی ہیں؟ چونکہ عرب سماج
میں قمری کیلنڈر پر دنوں مہینوں کی گنتی ہوتی تھی اس لئے قرآن نے جواب میں فرمایا کہ '' **قل ھی**

مواقیت للناس والحج'' (۲-۱۵۹) یعنی چاند کی روز روز کی تبدیلی یہ لوگوں کے لئے دہاڑیاں اور
اوقات طئے کرنے کی سہولت کے لئے ہے اور فیصلوں اور کورٹوں کی پیشیاں دینے کی سہولت کے
لئے چاند کی سائیزوں کو مہینے کی تاریخوں کے حساب سے مختلف بنایا گیا ہے۔ جناب قارئین! لفظ
ھلال، اھلال اھل، استھل، ھلل کی اپنی اصلی معنیٰ آواز دینا، پکارنا، چیخ کرنا وغیرہ ہے، ھلال
اصل کے لحاظ سے چاند کی معنیٰ میں نہیں ہے یہ ھلال کا لفظ چاند کی معنیٰ میں ادھار کے طور پر استعارہ
ہے، اس لئے کہ پہلی اور دوسری تاریخ کو اس کی باریکی کی وجہ سے لوگ پکار پکار کر ایک دوسرے کو
آوازوں سے اطلاع کرتے اور بتاتے ہیں کہ وہ دیکھو، وہ دیکھو، اس رواج سے پکارنا چیخنے کا
ھلال والا لفظ خود چاند پر پڑ گیا ہے، اللہ نے بھی بتایا ہوا ہے کہ قرآن بھی آپ کے محاوروں اور
استعاروں کے مطابق نازل کیا گیا ہے، اچھا چلیں اصل مسئلہ کی طرف، سو اس آیت میں پہلی بات
یہ بتائی گئی کہ چاند کی مختلف شکلیں حج کے فیصلوں کی پیشیں دینے کے لئے ہیں۔ جناب قارئین!
اس جگہ حج سے مراد مقامی کورٹیں ہیں، سالانہ عدالت عظمیٰ کی پیشی از نسواء ہے۔ اس آیت میں
دوسری یہ بات بتائی گئی ہے کہ **لیس البر بان تاتوا البیوت من ظھورھا ولکن البر من اتقی واتوا البیوت
من ابوابھا**'' لوگو! آپ کو پتہ ہوگا کہ دشمن ہمیشہ پیچھے سے حملہ کرتا ہے اس لئے قرآن نے سمجھایا
گھروں کے پیچھے سے آنا کوئی اچھی بات نہیں ہے سامنے دروازے کی طرف سے آؤ تو پتہ تو لگے
کہ دوست آیا ہے یا دشمن نے کوئی وار کیا ہے، آپس میں عداوتیں جنم دینے سے اللہ سے ڈرا کرو۔
اس آیت کے بعد والی اگلی آیت میں فرمایا کہ'' **قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولاتعتدوا**''
(۲-۱۹۰) یعنی اللہ کا قانون تمہیں جنگ کرنے کی اجازت جب دیتا ہے جب کوئی لوگ آپ کے
ساتھ لڑے ہوں، اس کے بغیر کسی سے لڑنے کی اجازت نہیں اور جن کے ساتھ لڑنے کی اجازت
دی گئی ہے تو ان کے ساتھ بھی اتنی جنگ کریں جتنی انہوں نے کی ہے اس سے زیادہ ان سے نہ

لڑیں۔ جناب قارئین! یہاں قوانین جنگ قرآن حکیم بیان فرما رہا ہے اگلی آیت (۱۹۱۔۲) میں فرمایا کہ جب دشمن نے پہل کر کے آپ کے اوپر حملا کیا ہے تو اب جس جگہ بھی ان کو پاؤ تو ان سے لڑو، اگر انہوں نے تمہیں گھروں سے نکالا ہے تو تم بھی اسی طرح ان کو گھروں سے نکالو جنگ کرنا اسلئے جائز کیا گیا ہے فتنے پھیلانا فساد کرنا یہ جنگ سے بھی بدتر ہے اس لئے فتنوں کے سدباب کے لئے جنگ کرنا ضروری ہے، اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے، خیال کرنا کہ عدالت عالیہ مسجد الحرام میں ان کے ساتھ قتال نہ کرنا ہاں اگر وہ ایسی حرکت کریں اور عدالت کی بے حرمتی کرتے ہوئے وہاں آپ کے ساتھ لڑیں تو پھر آپ کو بھی اجازت ہے کفار کا بدلہ کرنا پھر ایسے ہی ہو سکتا ہے، پھر اگلی آیت ۱۹۳ میں فرمایا کہ یہ جنگ اس وقت جاری رکھیں جب تک وہ اس فتنہ کی آبیاری کر رہے ہوں کہ نئے انقلاب کی دعوت کو قبول نہ کرو اور ان کی مرضی کے سوا کوئی نظریہ قبول نہ کرو۔ تو اے مخاطبین قرآن ان کے ساتھ اتنے تک جنگ جاری رکھو جتنے تک دین کو پسند کرنے اور قبول کرنے کا معاملہ خالص آزادانہ ہر ایک کی مرضی کے مطابق خالص اللہ کی رضا کے خاطر نہ بن جائے، اس پسند ناپسند میں کسی خان اور سردار کی دخل اندازی نہ چلے۔ محترم قارئین! اس کے بعد اگلی آیت ۱۹۴ میں فرمان ہے کہ حرمت کے مہینوں کا احترام کرنا بھی واجب ہے لیکن اگر دشمن ان مہینوں کی بھی تعظیم نہ کرے اور حملہ کرنے میں پہل کرے تو پھر تمہیں بھی اجازت ہے کہ **'فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدیٰ'** یعنی اس کی زیادتی کے برابر کا بدلہ کرو تم بھی اتنی زیادتی ان پر کرو۔ جناب قارئین! پھر اگلی آیت ۱۹۵ میں فرمایا کہ انقلاب کی کامیابی کے لئے جب کہ تم جانیں دے رہے ہو تو مالی عطیات سے بھی اس مشن کو آگے بڑھاؤ، کنجوسی کر کے خود کو تباہ نہ کرو انقلاب کی کامیابی کے لئے جان مال دونوں کی قربانی دیں۔ محترم قارئین! ان تلقینوں، تربیتوں کے بعد آیت نمبر ۱۹۶ سے شروع کیا ہے کہ **'واتموا الحج والعمرۃ للہ'** یعنی مکمل کرو حج اور عمرہ کے اجتماعات کو عوامی الجھنوں

کے خاتمے کے لئے۔ جناب قارئین! آیت کے اس پہلے جملہ کے بعد پھر فوراً دوسرا جملہ فرمایا کہ **'فان احصرتم فما استیسر من الهدی'** جناب عالی بہت ہی غور کرنے کی بات ہے کہ **اتموا الحج والعمرۃ للہ** کہتے ہی فوراً کہا کہ اگر تم کو دشمن لوگ حصار میں لے لیں گھیراؤ کریں کہ تم میں سے حج اور عمرہ کے اجتماع میں کوئی نہیں جائے، جملہ تمہیں محصور بنائے رکھیں، لوگو غور کرو کہ حج و عمرہ کیسی تو خوفناک سچویشن میں کیا جا رہا ہے۔ جناب عالی! یہ گھیراء میں محصور ہو جانا کوئی راستہ کے ڈاکوؤں کی وجہ سے نہیں ہے یہ گھیراؤ تو قبیلائی جنگ قوموں کی آپس میں جنگ اور انقلاب دشمنوں کا ہے جو راستہ تو کیا خود مسجد الحرام میں آپ کے ساتھ لڑنے کی تاک میں ہیں۔ محترم قارئین! قرآن کے الفاظ تو اپنے مؤقف سمجھانے میں نہایت ہی واضح ہیں لیکن میں اسی صورتحال کو ڈیڑھ ہزار سال بعد نزول قرآن بین الاقوامی عدالت کی آپ کو یاد دلاؤں امریکہ، برطانیہ نے اپنے ہمنواؤں کی اتحاد کے نام سے فوجیں اکٹھی کیں پھر کہا کہ عراق نے اپنی زمین میں اٹمی مواد چھپا کر رکھا ہے اس لئے حملہ کر رہا ہوں، دنیا والوں کا خیال رکھتے ہوئے بارود کی موجودگی کا پتہ لگانے کے لئے انسپیکٹروں کو انویسٹیگیشن کے لئے بھیجا، انہوں نے جا کر تفتیش کی پتہ لگا کہ بارود کی خبریں جھوٹی تھیں، لیکن دنیا نے دیکھا کہ پھر بھی اتحادی فوجوں نے حملہ کیا اور بین الاقوامی عدالت نیویارک میں عراقی تیل کے لوٹ کھسوٹ کا کوئی جا کر مقدمہ وہاں رجسٹر نہیں کرا سکتا، سب مظلوم **وان احصرتم** کے قید میں ہیں، کبھی کبھار بھولے سے فلسطینی اگر اسرائیل کے خلاف عالمی راء عامہ کے ووٹ بین الاقوامی ادارہ اقوام متحدہ میں حاصل کر لیتے ہیں تو پھر بڑی طاقتوں کو وہاں اسے ناکام بنانے کے لئے ویٹو پاور دیے ہوئے ہیں وہ جیتی ہوئی پوزیشن ڈاؤن ہو جاتی ہے، تو قرآن نے حج و عمرہ کے اجتماع میں شرکت کے لئے جانے کے ساتھ ہی راستہ روکنے والوں کی بات کر دی جو کہ آج بھی وہی پہلی والی پوزیشن کی طرح چل رہی ہے مگر پہلے کے سفراونٹوں پر ہوتے تھے آج ہوائی جہازوں میں

ہوتے ہیں۔ محترم قارئین! اپنے گھروں میں رکھے ہوئے قرآن حکیم میں یہ آیات پڑھ کر دیکھیں پھر سوچیں کہ حج کے احکام کا ذکر کرنے سے پہلے آیت ۱۸۹ سے کس طرح تو لڑائی کے مسائل بیان کر کے پھر میز بانی حج کے مسائل سمجھائے ہیں، اس ساری صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے بتائیں کہ علم حدیث کی طرف سے ملے ہوئے آج کے دور کا حج اور اس سے متعلق تصورات کیا قرآن میں بتائے ہوئے اجتماع حج سے ملتے ہیں؟ پورے قرآن میں مسائل حج پہلے سورۃ بقرہ میں بتائے گئے ہیں دوسرے نمبر پر سورۃ حج میں۔ میں نے ابھی یہ آیات سورۃ بقرہ سے حج کے مسائل کی شروعات والی آیات سے پیش کی ہیں کہ جنگ قتال دشمنوں سے مسجد حرام میں جنگ، حرمت والے مہینوں میں جنگ، پھر جنگ کے قوانین یہ سب حج کے موضوع سے متعلق عرض کیے، یہی بات سورت حج جس جگہ حج کے مسائل پورے ہوتے ہیں تو آیت نمبر ۲۵۔۲۲ سے پھر ان لوگوں کے ذکر سے بات شروع کی جوان **الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام** وہی مسائل جنگ جو سورت بقرہ میں بتائے گئے تھے بیان کیے ہیں۔ حج کے مسائل کی تفہیم حج کے اغراض و مقاصد عالمی عدالت کے حج کے بین الاقوامی تنازعات پر فیصلے، اس کے لئے قرآنی تفہیم کو قارئین ذہن میں رکھیں پھر آگے انتہائی مختصر نوٹ علم حدیث میں حج کے تعارف و تفہیم سے متعلق بھی پڑھیں پھر بتائیں کہ کیا علم حدیث کا تفسیر مسائل قرآن کے لئے ایسے ہوتا ہے اور کیا حدیثوں کے علم سے حج سے متعلق تاثرات کے بعد کوئی بتائے کہ قرآن اور حدیث کا آپس میں تعلق کس قسم کا ہے۔

شعائراللہ

قرآن حکیم میں شعائراللہ تین چیزوں کے لئے استعمال ہوا ہے ایک صفا دوسرا مروہ تیسرا اجتماع حج میں ذبح کئے جانے والے جانور بالخصوص جن کا زمانہ نزول قرآن میں رواج تھا یعنی اونٹوں کو شعائر کہا گیا ہے، شعائر جمع ہے شعار کا، شعار کی معنیٰ ہے نشانی اور علامت، ویسے زمین و آسمان اللہ

کی آیتوں نشانیوں سے بھرے ہوئے ہیں قرآن کا فرمان ہے کہ اللہ تمہیں جا بجا اپنی آیات دکھا رہا ہے پھر تم کن کن آیات کا انکار کرو گے (۸۱۔۴۰) اور فرمایا کہ **وکاین من ایۃ فی السماوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون** (۱۰۵۔۱۲) کتنی ہی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جو لوگ ان پر گذر جاتے ہیں لیکن (دیکھنے کے باجود) ان سے منہ موڑے ہوئے جاتے ہیں۔ آیت کی معنیٰ ایسی علامت اور نشانی جس کے ذریعے پس پردہ چیز کا علم حاصل ہو جائے، شعار بھی علامت اور نشانی کی معنیٰ میں آتا ہے، لیکن شعار والی معنیٰ اور علامت میں عمل کا مظہر اضافی ہوتا ہے، جس میں شعور سے لیکر مناسک تک اس کا مفہوم وسیع ہوتا ہے، بمقابلہ آیت کی معنیٰ کے"۔ یہ چیز نہایت قابل غور ہے کہ اللہ نے شعار کا لفظ یعنی اپنی الوہیت اپنے مقام و مرتبہ کی شناخت کی نشانی اور شعار کو حج کے موضوع میں لا کر سمجھانے کا جو عندیہ دیا ہے وہ نہایت قابل توجہ اور قابل غور ہے۔ اس سے پہلے جو آپ حج کو سمجھیں جو کہ مختصر لفظوں میں انسانوں کی آپس کی دوئیاں اور خصومات ختم کر کے انہیں ایک بنانے، امۃ واحدہ بنانے کا ایک عمل ہے، اس ایک بنانے کی تعلیم وحی والی آپ کو دی ہوئی جو تعلیم ہے وہ "**لعلکم تتقون۔ لعلکم تشکرون۔ لعلکم ترحمون، لعلکم تفکرون۔ لعلکم تفلحون**" کے سکنلس میں سمائی ہوئی ہے، اللہ کے شعائر قرآن نے دو قسم کے بتائے ایک اندر کی صفائی، من کی صفائی، جملہ انسانوں کے لئے آپ کا دل اور دماغ شیشے کی طرح صاف ہو کسی کے لئے بھی دوئی، نفرت اور عداوت نہ ہو چونکہ آپ جج آفیسر ہیں، چونکہ آپ جج اکبر کی عدالت عالیہ کے طائف اور عاکف ہیں، شھداء علی الناس کی ڈیوٹی پر فائز ہیں، اس لئے **ان الصفا والمروۃ من شعائراللہ** (۵۸۔۲) دل و دماغ کی صفائی اور علم وحی کی ہدایات سے آپ کو سب لوگوں کو سب فرقوں کو سب قوموں اور علائقہ جات والوں کو ایک ہی جذبہ عدل و انسانیت سے آپ کو ڈیل کرنا ہے (جملہ معترضہ)۔ محترم قارئین! فارس کی شکست خوردہ مجوسی تحریک کے دانشوروں نے اسلامی

تعلیم کی فکری معراج ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ میں سمجھ رکھی تھی کہ یہ ایک قسم کی پارس قسم کی تعلیم ہے اس تعلیم سے مسلم امت والے واقعی امت واحدہ کے ہدف کو پہنچ جائینگے، سوان مجوس یہود ونصاریٰ کے ذہنوں میں جو تفریق وتشتت کا گند بھرا ہوا تھا اس لئے ان کو نفرت ہوئی حسد ہوا کہ یہ ہیرے جواہر جیسی تعلیم مسلم امت کے پاس کیوں ہو، اس لئے انہوں نے اپنی امامی تحریک کا جو حدیث ساز شعبہ تھا ان کے ذریعے حدیثیں بناڈالیں کہ صفا اور مروہ کعبے کے قریب دو پہاڑ ہیں ان میں سے ایک کا نام صفا ہے اور دوسرے کا نام مروہ ہے، سوان دونوں پہاڑوں کے لئے اللہ نے فرمایا ہے یہ میرے شعار ہیں، نشان ہیں، اس لئے ان کی تعظیم کرو۔ محترم قارئین! آپ کو معلوم ہوگا کہ حدیثوں کے نام سے یہ پٹی امت والوں کو یاد کرائی ہوئی ہے کہ جناب ابراھیم علیہ السلام اپنے بیٹے اسمٰعیل کو اور اس کی والدہ مبینہ ہاجرہ نامی کو اسمٰعیل کے پیدا ہوتے ہی اپنے گاؤں ''اُر'' سے مکے لاکر چھوڑ گیا تھا، پھر اسی وادیءِ غیر ذی زرع میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے اس کی ماں ہاجرہ بچے اسمٰعیل کو زمین پر سلا کر صفا اور مروہ پہاڑوں کے درمیان پانی کی تلاش میں سات دفعہ دوڑی ہے اس لئے اللہ نے ہاجرہ کی سات بار بھاگ دوڑ کو امت مسلمہ پر حج کرتے وقت اسی جگہ دوڑنا لازم قرار دیدیا۔ جناب قارئین یہ حدیثیں وہاں کے جبل ابوقبیس سے بھی قد کے لحاظ سے بڑی جھوٹی ہیں، اس لئے کہ قرآن نے فرمایا ہے کہ اسمٰعیل جوانی کی کمانے والی عمر کو پہنچنے تک اپنے والد ابراھیم کے ساتھ اصلی گاؤں میں رہا ہے (۱۰۲-۳۷) یعنی پیدا ہوتے ہی اسے اور اس کی ماں کو مکہ لانا والا قصہ ہی خلاف قرآن ہے اور جھوٹا ہے (جملہ معترضہ ختم)۔ جناب قارئین! اللہ نے مسائل حج کے دوران شعار والی علامت قرآن میں **والبدن جعلنا ھالکم من شعائر اللہ لکم فیھا من خیر** (۲۲-۳۶) یعنی اجتماع حج میں ذبح کئے جانے والے اونٹوں کو بھی شعائر میں سے قرار دیا جاتا ہے اس میں آپ کی بھلائی ہے، اب اس آیت میں جانور جو ذبح ہونگے اجتماع میں انہیں شعائر اللہ قرار دینے میں ظاہر بینی سے کوئی بڑی بات نظر نہیں آتی لیکن اس سے اللہ کی چاہت اور مشیت پر

غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جب دولڑے ہوئے فریق ٹکرے ہوئے دھڑے، کل کے دشمن آج کے دوست، جس وقت ایک دسترخوان پر بیٹھ کر، ایک ساتھ آمنے سامنے بھائی بھائی بن کر کھانا کھائینگے تو یہ بات اللہ کو بڑی اچھی لگتی ہے، اس دعوت طعام میں کام آنے ذبح ہونے والے جانوروں کو بھی اللہ نے تحفظ اور سلامتی دینے کے لئے شعائر میں سے ہونے کا شرف بخش دیا۔

اللہ کے اس فیصلہ اور اعلان کہ میری پہچان یا میری پسند کیا ہے اس کا شعار اور اس کی علامت اللہ نے سمجھا دی کہ جو چیز جو علم جو پالیسی دولڑے بھڑے ہوئے لوگوں کو ملا کر ایک کرے وہ علم وہ حج وہ دعوت طعام میں ذبح ہونے والا جانور ایسی سب چیزیں میرے شعائر میں سے ہیں۔ جیسے کسی نے اپنے محبوب کی گذرگاہوں کے لئے کہا ہے کہ ''انہاں راہواں نوں چمن میریاں اکھاں''

علم الحدیث کا حج

کتاب بخاری میں کتاب الحج کی پہلی حدیث ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول اللہ کے ساتھ سواری پر فضل ایک ساتھ سوار تھا رسول کے پاس خثعم قبیلے کی ایک عورت آئی فضل اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ عورت فضل کو تک رہی تھی، اور رسول، اللہ فضل کے منہ کو اپنے ہاتھ سے دوسری طرف پھیر رہے تھے۔ تو عورت نے سوال پوچھا یا رسول اللہ نے جو حج کا فریضہ اپنے بندوں پر لاگو کیا ہے میرے ابا کا یہ حال ہے کہ وہ سواری پر ثابت نمونہ سے بیٹھ نہیں سکتا، کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ رسول اللہ نے فرمایا کہ ہاں تو باپ کے بدلے حج کر سکتی ہے۔

تبصرہ

جناب قارئین! آپ نے قرآنی تفاصیل میں پڑھا کہ حج کے لئے وہ لوگ آتے ہیں جن کو اپنے جھگڑوں کے فیصلے کرانے ہوتے ہیں؛ اس حدیث میں تو حج کا تصور قرآن والا لگتا ہی نہیں ہے اور جو عورت رسول سے باپ کی طرف سے حج بدل کرنے کی اجازت لے رہی ہے وہ بھی ایسی عورت جو سوا کے ساتھ سوار فضل کو تک رہی ہے اور رسول بھی اپنے ساتھ ایسے آدمی کو

سوار کرتا ہے جو رسول کے پاس آنے والی عورت کو جھانکتا ہے۔ جناب قارئین! اس حدیث میں آپ نے غور کیا کہ کتنی تبرائیں ہیں، پہلے تو حدیث میں حج کا مفہوم قرآن والے حج کے خلاف ہے دوسرا یہ کہ رسول کے پاس آنیوالی عورت غیر آدمی کو تکتی ہے، اور رسول کا ایسا مقرب ساتھی جسے رسول نے اپنی سواری پر ساتھ اٹھایا ہوا ہے اس کا کردار یہ ہے کہ اسے رسول کی معیت کا بھی بھرم نہیں ہے اس کے سامنے رسول کے پاس آنیوالی عورت کو اتنا تو گھور گھور کر تک رہا ہے جو خود رسول کو بھی اس کا منہ اپنے ہاتھ سے پھیر کر دوسری طرف کرنا پڑا''۔ کیا کہنا امام زھری اور امام بخاری کی علم حدیث کے قرآنی احکامات کے تفسیر کا۔

اس کے بعد دو حدیثیں ہیں کہ مدینہ سے آنیوالے مکہ کے باہر ذی الحلیفہ سے احرام باندھیں

جناب قارئین! ان حدیث سازوں نے شہر مکہ کو چاروں طرف سے حدود متعین کر کے دی ہیں جنھیں وہ حدود حرم کہتے ہیں، آج کل یہ عقیدہ ہے کہ ان مقامات کے اندر غیر مسلم نہیں جاسکتے یہ حرم محترم کی حدیں ہیں۔

جناب قارئین! پھر اس کتاب الحج کی چوتھی حدیث ہے کہ بی بی عائشہ رسول اللہ سے کہتی ہے کہ آپ نے تو عمرہ کر لیا میں تو رہ گئی، رسول اللہ نے (عائشہ کے بھائی) عبدالرحمان سے فرمایا کہ جاؤ اپنی بہن کو عمرہ کراؤ وہ اسے مسجد تنعیم لے جا کر عمرہ کراتا ہے اور اپنی اونٹنی پر پیچھے بٹھا کر لے جاتا ہے پھر وہ عمرہ کرتی ہے، آگے کتاب الحج کی پانچویں حدیث ہے کہ رسول اللہ سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں سے کون سا عمل بہتر ہے رسول نے جواب میں فرمایا کہ اللہ پر ایمان، پوچھا گیا کہ اس کے بعد جواب میں فرمایا کہ جھاد فی سبیل اللہ، پھر سوال کیا گیا کہ اس کے بعد جواب دیا کہ حج مبرور، یعنی مقبول، جناب اس کے بعد چھٹی نمبر حدیث میں ہے کہ عائشہ ام المومنین نے سوال کیا کہ **یا رسول اللہ نری الجھاد افضل العمل افلا نجاھد** ہم جہاد کو افضل سمجھتی ہیں کیا پھر جھاد نہ کریں؟ تو جواب میں رسول اللہ نے فرمایا کہ افضل الجھاد حج مبرور یعنی افضل عمل جھاد نہیں بلکہ حج مبرور افضل ہے اور یہی جھاد بھی ہے۔ اب قارئین! لوگ بتائیں کہ پہلی حدیث میں نمبر تگ

فضیلت کی کیا بتائی گئی اور دوسری حدیث میں کیا؟........ اس کے بعد ساتویں حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ جس نے حج کیا اس میں نہ فحش کیا نہ ہی فسق کیا تو حج سے واپسی پر ایسا صاف ستھرا ہو گا گناہوں سے جیسے بچہ ماں سے پیدا ہوتے وقت بیگناہ ہوتا ہے، آگے باب ۹۶۵ کی حدیث ہے کہ اہل نجد کے لوگ قرن سے احرام باندھیں، اہل مدینہ کے لوگ ذوالحلیفہ سے اور اہل شام کے جحفہ سے۔ جناب قارئین! حجاج کے لئے پورے قرآن میں احرام کے نام سے دو چادروں والے لباس پہننے کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے، نہ ہی مکہ المکرمہ کے چاروں طرف میقاتون کے نام سے بیرونی علائقہ جات اور ممالک سے آنیوالوں کے لئے ایسی پوائنٹ مقرر ہیں جہاں سے داخل ہونے کے وقت کپڑے تبدیل کرنے اور نفل نماز پڑھنے کی باتیں ہوں، اس طرح کی باتیں کئی ساری حدیثوں میں آرہی ہیں یہ قرآن کی کسی بھی سورت یا آیت کا تفسیر نہیں ہیں اور ان کا قرآن حکیم کے حج سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس کے بعد باب ۹۶۶ کی ایک حدیث نمبر ۱۴۲۶ ہے کہ اہل یمن کے لوگ حج کو جاتے وقت کوئی زاد سفر ساتھ نہیں لے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم تو کل کرنے والوں میں سے ہیں پھر مکہ میں پہنچ کر لوگوں سے بھیک مانگتے تھے ان کے اس عمل کی وجہ سے اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ **وتزودوا فان خیر الزاد التقوی** یعنی سامان سفر لے کر نکلا کرو اور اچھا سامان سفر تو تقوی ہے۔ محترم قارئین! علم الاحادیث کو پڑھ کر دیکھیں کہ لوگ نبی کے پاس اگر کوئی مسئلہ آکر پوچھتے ہیں جس کا جواب جناب رسول کو معلوم نہیں ہوتا تو ٹھک سے نبی کے پاس اس وقت وحی جبریل آجاتا ہے جو اس کو اس سوال کا جواب بتاتا ہے۔ جناب قارئین یہ حدیث باز اور حدیث ساز لوگ دنیا والوں کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ گویا اللہ کے پروگرام میں پہلے سے اپنی جانب سے کائنات کے لئے خلق خدا کے لئے کوئی طے شدہ پروگرام اور منشور نہیں تھا بس لوگ رسول اللہ سے سوالات پوچھتے گئے اور جواب میں اللہ ایک ایک آیت وحی کیساتھ نازل کرتا گیا، بس اس طرح سے یہ قرآن تیار ہو گیا۔ جناب قارئین! یہ حدیثیں بنانے والے بہت ہی بڑے پیمانے کے جھوٹے ہیں پورا قرآن کھول کر پڑھا جائے کہیں بھی ان کے کہے مطابق ایک آیت کے

نزول کا قرآن میں ذکر نہیں بلکہ نزول قرآن مکمل سورتوں کی شکل میں ہوا ہے، پڑھ کر دیکھیں **یحذر المنافقون ان تنزل علیھم سورۃ تنبئھم بمافی قلوبھم**' (۶۴-۹) یعنی منافق لوگ ڈرتے تھے کہ کہیں ان کے خلاف کوئی سورۃ نہ نازل ہو جائے جو ان کے دلوں کے بھید کھول کر ان سے آپ کو باخبر نہ کردے، اس موضوع پر دوسرا دلیل ملاحظہ فرمایا جاوے **سورۃ انزلنا ھا وفرضنا ھا وانزلنا فیھا آیات بینات لعلکم تذکرون**' (۱-۲۴) یعنی ہم کامل مکمل سورت کو نازل کر کے اس کے اندر کے احکامات کو فرض کی حیثیت سے نازل کرتے ہیں اس سورت میں کھلی ہوئی آیات ہوا کرتی ہیں اس لئے کہ تم لوگ انہیں سمجھ سکو'۔ دیکھا جناب قارئین نزول قرآن کے طریقہ کار کو اللہ نے کس طرح تو کھول کر سمجھایا ہے جس سے ان جھوٹے حدیث سازوں کا پول کھل گیا کہ ان کا کاروبار ہی جناب رسول اللہ اور قرآن کی مذاق اڑانا ہے۔ محترم قارئین! میں اپنی اس دعویٰ کا ثبوت آپ کی خدمت میں ابھی پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں کتاب بخاری میں کتاب المناسک کے باب نمبر ۹۷۷ میں حدیث نمبر ۱۴۳۸ ہے کہ یعلی نے عمر سے کہا مجھے کبھی رسول کی نزول وحی کے وقت کی کیفیت تو دکھاؤ! روایت میں ہے کہ اس دوران ہم جعرانہ کے مقام پر تھے صحابہ کے ساتھ تو ایک شخص آیا اور جناب رسول سے سوال کیا کہ کیا حکم ہے ایسے شخص کے متعلق جو عمرہ کے لئے احرام کے کپڑے پہنتا ہے اور وہ خوشبو سے بھرے ہوئے ہیں۔ تو جواب میں کچھ دیر جناب رسول اللہ نے سکوت فرمایا اتنے میں وحی آ گیا تو عمر نے یعلی کو کہا پھر یعلی آیا تو رسول اللہ پر کپڑا تان کر سایہ کیا ہوا تھا، اس سایہ میں یعلی نے اپنا سر اندر کر کے دیکھا کہ رسول اللہ کا چہرہ سرخ ہو گیا ہوا ہے اور خراٹے لے رہے ہیں۔ پھر جب وہ کیفیت ختم ہو گئی تو فرمایا کہ وہ شخص سوال پوچھنے والا کدھر گیا جو عمرہ کے بارے میں سوال کر رہا تھا پھر اس شخص کو لایا گیا، **فقال اغسل الطیب الذی بک ثلاث مرات وانزع عنک الجبۃ واصنع فی عمرتک کما تصنع فی حجک**' یعنی خوشبو کو تین بار دھو ڈال اور اپنا جبہ اتار دے اور عمرہ میں بھی وہی کر جو تو حج میں کرتا ہے۔ محترم قارئین! اب کوئی بتائے کہ یہ وحی کردہ مسئلہ قرآن کے کس پارے کس سورت میں ہے آخر یہ حکم اور سوال کا جواب بذریعہ وحی آیا ہے یہ قرآن میں کہاں

واقع ہے، اگر نہیں ہے تو یہ وحی کے ذریعے ملا ہوا سوال کا جواب کیوں ضائع ہو گیا پورے قرآن میں اٹھارہ سوال جو لوگوں نے جناب رسول اللہ سے پوچھے ہیں ان جملہ سوالوں میں یہ امام بخاری کا اپنی کتاب میں لایا ہوا ہے جو ان میں نہیں ہے پھر جب اللہ نے لوگوں کے اٹھارہ سوالوں اور جوابوں کا ذکر اپنی کتاب میں لایا ہے تو یہ انیسواں سوال جواب کیوں گم ہو گیا کس نے گم کیا؟ جناب قارئین! یہ حدیث ساز امام مافیا کا گروہ ایسی حدیثیں بناتا ہے جس سے ایک طرف لوگوں کو قرآن سے بہکا کر ان کو اپنے مذہب کے پیچھے چلانا مقصود ہے اور ایسی حدیثوں سے رسول اللہ اور قرآن کی توہین کرنا چاہتے ہیں آپ نے دیکھا کہ اس حدیث میں وحی کی کیفیت کتنی تو بھیانک دکھائی گئی ہے جو جناب رسول اللہ کا چہرہ سرخ ہو گیا ہے اور خراٹے مار رہے ہیں، اللہ نے ان جملہ اماموں کی ایسی جھوٹی حدیثوں کا پول کھولنے کے لئے فرمایا ہے کہ '**ما انزلنا علیک القرآن لتشقی**' (۲-۲۰) یعنی ہم نے آپ کے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں فرمایا کہ آپ کو ہم مشقت میں ڈال دیں۔ دیکھا جناب اللہ نے ان کی ایسی جھوٹی حدیث کی قرآن میں تردید فرما کر ان کے منہ پر مار دی، اگر یہ لوگ اس سوال کہ یہ حدیث والا وحی پورے قرآن میں کہیں بھی موجود نہیں کیوں؟ اگر یہ لوگ یہ جواب دیں کہ یہ وحی خفی ہے اس لئے قرآن میں نہیں ہے تو اس کا بھی قرآن میں حوالہ دکھائیں کہ اللہ نے اپنے رسول کو کہیں کہا ہو کہ میں آپ کو ایک دین وحی خفی کے ذریعے دونگا، جو وحی جلی والے دین کے رد میں ہوگا، کیوں کہ وحی جلی میں تو فرمایا کہ ہم نزول قرآن سے آپ کو مشقت میں نہیں ڈالینگے اور وحی خفی میں تو رسول کا چہرہ مشقت کی وجہ سے سرخ دکھایا جاتا ہے خراٹے مار رہے تھے اور دوسری حدیث میں بتایا گیا ہے کہ اتنی مشقت جو سردیوں میں بھی پسینہ آ جاتا تھا، اور یہ اس حدیث میں بیان کیا ہوا وحی تو وحی خفی بھی نہیں ہے یہ وحی تو وہاں موجود سب صحابہ نے دیکھا اور یعلی نامی صحابی نے بھی اس دن پہلی بار دیکھ لیا اب تو یہ بھی جلی ہو گیا خفی ہوتا تو اسے کوئی بھی نہ دیکھتا، اس لئے اس کو قرآن میں ہونا چاہیئے جب کہ کہیں بھی نہیں ہے۔ جناب قارئین! کتاب بخاری کے کتاب المناسک میں **باب عمرۃ التنعیم نمبر ۱۱۱۸** سے حدیث نمبر

۱۶۶۱ میں جو بی بی عائشہ کے جدا عمرہ کرنے کی بات ہے اس کا سبب بھی اسے حیض آنا بتایا ہے۔ اسی چیز کو اگلی حدیث نمبر ۱۶۶۲ میں کھول کر بتایا ہے 'وان عائشہ **حاضت فنسک المناسک کلھا غیر انھا لم تطف بالبیت**' یعنی عائشہ کو حیض آ گیا سو اور تو سارے احکام پورے کئے لیکن طواف بیت نہیں کر سکی اس نے پاکائی کے بعد کیا، جناب قارئین پھر اگلی حدیث ۱۶۶۳ میں بھی جنابہ عائشہ ام المؤمنین کے حیض کا ذکر ہے **پھر** اس کے بعد ۱۶۶۴ نمبر کی حدیث بھی عائشہ کے حیض کے حوالہ سے ہے اس کے بعد حدیث نمبر ۱۶۶۵ بھی بی بی عائشہ کے حیض آنے کے حوالہ سے ہے۔

امام مسلم و امام بخاری کی جناب رسول اللہ کو گالیں

ان کی حدیثوں میں گالیوں کی تعداد تو بہت ہے لیکن یہا بخاری کی دو گالیوں کو قارئین کے توجہ کے لئے لکھتے ہیں۔ مام بخاری کے کتاب المناسک میں دو باب ہیں **الدخول بالعشی** اور **لا یطرق اھلہ اذا بلغ المدینہ** کے نام سے پہلے باب کی حدیث ہے رسول اللہ کا معمول ہوتا تھا کہ وہ رات کو اپنے اہل والوں کے پاس نہیں آیا کرتے تھے اور صبح کو یا شام کو گھر میں آتے تھے"۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جابر نے کہا کہ منع کی ہے رسول اللہ نے اپنے اہل والوں کے پاس رات کے وقت جانے کی"۔

جناب قارئین! امام بخاری نے یہ دو حدیثیں تو کتاب الحج میں لکھیں ہے لیکن کتاب النکاح کے باب نمبر ۱۵۰ میں باب کا عنوان لکھا ہے **لا یطرق اھلہ لیلا اذا طال الغیبۃ مخافۃ ان یخونھم او یلتمس عثراتھم** یعنی کوئی شخص اگر لمبے سفر کے بعد رات کے وقت گھر پہنچے تو وہ اپنے گھر میں نہ جائے (یعنی باہر گذارے) اس خوف سے کہ کہیں کوئی ان کے ساتھ خیانت کرنے میں مصروف نہ ہو یا ان کی پردے والیوں کو لمس نہ کر رہا ہو، پھر اس کے نیچے دو عدد حدیثیں لایا ہے جو کتاب الحج والی دو حدیثوں سے ملتی جلتی ہیں، ایک میں ہے کہ **کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ ان یاتی الرجل اھلہ طروقا**، پھر دوسری حدیث لائی ہے کہ **قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا طال احدکم الغیبۃ فلا یطرق اھلہ لیلا**۔ محترم قارئین! کوئی بتائے کہ یہ حدیثیں قرآن میں بتائے ہوئے حج کا تفسیر

کرتی ہیں کیا رسول اللہ کے نام یہ حدیثیں بنانا کہ وہ رات کو دیر سے آتے وقت گھر میں نہیں جاتے تھے اور رات باہر گذار کر صبح کو اپنے گھر میں جایا کرتے تھے۔ تو ان حدیثوں کی روشنی میں غور کیا جائے کہ بخاری اور اس کے استادوں کی جناب رسول اللہ پر کتنی تو غلیظ تبرا کی ہوئی ہے۔ کس کے ہاں فریاد کیلئے جایا جائے!! شاید اسی وجہ سے امام بخاری نے بھی ایسی احادیث کے کتاب کا نام الحج کے بجاء کتاب المناسک رکھا تاکہ قرآن کے سامنے ان کا جھوٹ نہ کھل جائے، امام بخاری نے کتاب المناسک میں ایک حدیث لائی ہے اس کا باب ہے **تقلید النعل** نمبر ۱۰۷۳ حدیث کا نمبر ہے ۱۵۹۰، ابوھریرہ کہتا ہے کہ ایک شخص قربانی کا جانور ہانک کر لے جا رہا تھا تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ۔ تو اس شخص نے کہا کہ یہ قربانی کا جانور ہے تو رسول اللہ نے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جاؤ، راوی نے کہا کہ پھر میں نے دیکھا کہ سوار ہو کر جناب رسول اللہ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہے اور اس قربانی کے جانور کی گردن میں جوتا بطور قلادہ لٹکا ہوا تھا۔ دیکھا جناب قارئین! لوگوں میں قربانی کے جانوروں کے لئے تو بڑی عقیدت ہوتی ہے حدیثیں بنانے والوں نے قربانی کے جانوروں کی بے حرمتی کی نیت سے اس کے گردن میں جوتا باندھنے کی حدیث بنا ڈالی، یہ ہے قرآن کا تفسیر کرنے والی حدیثوں کا انداز تفسیر۔ محترم قارئین! ان جانوروں کے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ **والبدن جعلنا لکم من شعائر اللہ لکم فیھا خیر** (۲۲۔۳۶) یعنی ان جانوروں کو جو اجتماعی حج میں ذبح کرنے کے لئے مخصوص کئے جاتے ہیں ان کو ہم نے شعائر اللہ قرار دیا ہے یعنی جو شخص ان اللہ کے شعائر، علامات اور نشانیوں کی تعظیم کریگا تو اس کی تعظیم کرنا یہ ان کے دلوں کی تقویٰ میں سے شمار ہوگا۔ جناب قارئین! اب کوئی بتائے کہ امام بخاری کی باب **تقلید النعل** کی اس حدیث میں قربانی کے جانوروں کے گلے میں حدیث ساز جوتا بندھا ہوا دکھاتے ہیں، اس جانور کو رسول اللہ دیکھ بھی رہا ہے نہ صرف اتنا بلکہ حدیث بنانے والوں نے اتنا بھی لکھا ہے کہ **فلقد رأیتہ راکبا یسایر النبی صلی اللہ علیہ وسلم والنعل فی عنقھا** یعنی جانور کا مالک سواری پر سوار ہوتا ہے اللہ کی شعار اور نشانی کے گلے میں جوتا لٹکا ہوا ہے اور اس جوتے لٹکے ہوئے جانور کے ساتھ ساتھ رسول اللہ کو سیر کرتے

ہوئے دکھاتے ہیں، تو کیا حدیث ساز نے اللہ کی نشانی کی جوتا باندھکر عزت کی ہے؟ اور کیا تو جناب رسول اللہ کی انہوں نے یہ عزت کی ہے جو اس جوتے بندھے ہوئے جانور کے برابر یعنی جوتے کے ساتھ ساتھ رسول کو بھی سیر کرا رہے ہیں دیکھو لوگو! کہ کس طرح یہ حدیث ساز امام ایک تیر سے تبرا کے کئی شکار کئے جاتے ہیں یہ ہے بخاری میں تبرا کا وہ فن جو کسی ماہر تبرائی ذاکر کو بھی نہیں آتا۔ اس قسم کی حدیثیں بخاری مسلم ترمذی وغیرہ میں پڑھ کر امت مسلمہ کے بہی خواہ اور دانشور بتائیں کہ ڈنمارک کے خرافاتی فلم ساز پوپ پالوں کی گستاخیوں اور سلمان رشدی اور بدنام زمانہ کتاب (رنگیلا رسول) کے مصنف کو یعنی ان سب کو اس امامی کتب احادیث سے ہی تو تبرائی مواد ملا ہے تو پھر ان خرافات کے ماخذ علم کو قرآن کے تفسیر کے نام سے عربی مدرسوں میں امت کے اولاد کو کیونکر پڑہایا جاتا ہے۔

ام المساجد کعبۃ اللہ کی تحقیر

قرآن حکیم کا فرمان ہے کہ خذ وازینتکم عندکل مسجد ہ یعنی جملہ مساجد میں جاتے وقت زیب و زینت کے ساتھ بن ٹھن کر جایا کرو، لیکن اس کے برعکس سیکڑون حدیثیں بنائی گئی ہیں کہ حج و عمرہ کے وقت کعبۃ اللہ کی مسجد میں شلوار قمیص یا سلائی کئے ہوئے کپڑوں کے عوض دو غیر سلی ہوئی چادریں پہن کر جایا کرو سو اسطرح کی جملہ حدیثیں خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے جھوٹی ہوئیں۔

رائج زمانہ اسلامی نام کے مدرسوں میں قرآن دشمن نصاب پڑھایا جاتاھے

اس مضمون کے عنوان میں میں نے امت مسلمہ کے مدارس پر انکے ہاں پڑہائی جانے والی دین اسلام کے نام سے تعلیمات پر ایک بہت بڑا الزام لگایا ہے، اور انکے خلاف بہت بڑی دعوی کی ہے، وہ یہ کہ عالم اسلام کی جامعہ ازہر مصر جامعہ ام القرئ مکہ المکرمہ جامعہ مدینۃ المنورہ یونیورسٹی، ایران، پاکستان ہندستان بنگلہ دیش، انڈونیشیا، ملائیشیا مطلب کہ پورے عالم اسلام کے مدارس دینیہ میں دین اسلام کے نام سے، جو بھی موضاعات و مضامین پڑہائے جاتے ہیں، وہ ٹوٹل دو قسم ہی، ایک قسم ہے فقھی مسلکوں کے جدا جدا اماموں کے انکے مخصوص تقطئہ نظر سے انکے مذاہب کی تعبیریں دوسری قسم ہے علوم روایات جو روایات ہر امامی فرقہ کی اپنی اپنی جدا جدا ہیں کوئی ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی حدیثوں کو نہیں مانتا، یہ دونوں قسم، روایات اور یہ امامی ناموں کی جملہ فقھیں، قرآن حکیم نے جو مسائل حیات سمجھائے ہیں انکار دکرتے ہیں، قرآن نے الاتزوار وزر اخری ٥ وان لیس لِلانسان الاماسعی ٥ و قدر فیھا اقواتھا فی اربعہ ایام سواء للسائلین ٥ یا ایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ ٥ وابتلوا الیتامی حتی اذا بلغو النکاح ٥ یسئلونک ماذا ینفقون قل العفو ٥ ماکان لنبی ان یکون لہ اسریٰ ٥ معیشیت اور معاشرت میں برابری، نابالغ بچوں کے نکاح پر بندش، عورت اور مرد میں برابری، ذخیرہ اندوزی، ارتکاز دولت، استحصال اور غلام سازی پر بندش کے جتنے بھی قوانین نافذ کرنے کے احکام دیے ہیں، امت مسلمہ کے جملہ امامی فرقوں نے قرآن حکیم کے ان جملہ احکامات کو ٹھکرایا ہوا ہے، اس چوری اور سینہ زوری کو چھپانے کیلئے ان فرقوں والوں نے قرآن حکیم کے اندر معنوں میں تحریفات کی ہوئی ہیں، اور بعض احکامات کو منسوخ قرار دیا ہوا ہے، میں دنیا بھر کے انسانوں کو انسانیت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ یہ الکتاب قرآن حکیم جملہ ذات انسان کیلئے ھدی للناس ھدایت کی راہ بتانے والی کتاب ہے، اسلئے سارے انسان دوست لوگوں کو استدعا کرتا ہوں کہ آئیں ہم اس مشترکہ میراث کو عالمی سرمایہ دار شاہی اور جاگیر دار شاہی کی دام ہم رنگ والی سازشوں سے چھڑا کر قرآن کو روایات اور امامی سازشوں سے آزاد کرا کر خود اسکے بتائے ہوئے تصریف آیات والے ہنر سے قرآنی فقہ اور تفقہ حاصل کریں! انظر کیف نصرف الآیات لعلھم یفقھون ٥ اوپر لگائے ہوئے میرے الزام اور دعوی کا

ثبوت یہ ہے کہ وہ اپنے مدارس میں سب کچھ پڑہاتے ہیں لیکن قرآن کو قرآنی اسلوب سے نہیں پڑہاتے"
خدا کرے کوئی موسی ادہر بھی آنکلے _ ذرا سا طور جلا و بڑا اندھیرا ہے

فہم قرآن کن کے حصہ میں آتا ہے؟

امام انقلاب عبیداللہ سندھی نے کہا

جولوگ حوائج حیات کے فکر سے بے نیاز زندگی کی مستیوں میں مگن نہ حاجت امروز نہ فکر فردا، ایسے لوگ قرآن حکیم کے فکری پرواز کو چھو بھی نہ سکیں گے، قیادت کائنات کیلئے قرآنی اھداف کی فھم ان لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جنھوں نے اس امام اور مہدی کتاب کو دنیاء کائنات میں نافذ کرنے کیلئے دشمنوں کے مقابلہ میں اپنا جسم لہولہاں کرایا ہو، اپنے پیاروں اور قرآن کے لئے جان نثار کرنے والے پروانوں کے لاش اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوں، وطن سے بے وطن کر کے جلاوطن کئے گئے ہوں، جنکا جسم دشمنوں کے تیروں نے چھلنی کیا ہوا ہو، اوران سے ساری متاع حیات لوٹی گئی ہو، ایسے لوگ جب قرآن پڑھینگے توانکا فکری پرواز یوم یقوم الناس لرب العالمین کے سلوگن سے ربوبیت عالم کیلئے، انقلاب لانے کیلئے یقوم الناس کی معنی چڑیوں کو، مولوں کو بازوں سے لڑانے والے قرآنی مفھوم کو سمجھ پائینگے، ان ہی متوالوں کیلئے قرآن نے کہا ہے کہ فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوا فی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لاکفرن عنھم سیاٰتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھا الانھار (۳-۱۹۵) یعنی جولوگ (قرآن سے تعلق کی وجہ سے) بے وطن کرائے گئے اور انہیں ملک نیکالی دی گئی اور اللہ کی راہ قرآن (۲۹-۴۰) پر چلنے کی پاداش میں ایذائیں دئے گئے، پھر وہ لڑنے بھی اور قتل بھی کئے گئے، سوہم ضرور انکی برایوں کو مٹا کر انہیں باغات جنت میں داخل کرینگے"

کفر کی راہ میں کیوں کھوئے ہو لوگو! _ اپنے اللہ کے فرمان کو ڈھونڈ و یارو!

فہم قرآن کن کے حصہ میں آتا ھے؟

امام انقلا ب عبیداللہ سندھی نے کہا

جولوگ حوائج حیات کے فکر سے بے نیاز زندگی کی مستیوں میں مگن نہ حاجت امروز نہ فکر فردا، ایسے لوگ قرآن حکیم کے فکری پرواز کو چھو بھی نہ سکیں گے، قیادت کائنات کیلیئے قرآنی اھداف کی فھم ان لوگوں کے حصہ میں آتی ہے جنہوں نے اس امام اور مہدی کتاب کو دنیاء کائنات میں نافذ کرنے کیلیئے دشمنوں کے مقابلہ میں اپنا جسم لہولہاں کرایا ہو، اپنے پیاروں اور قرآن کے لئے جان نثار کرنے والے پروانوں کے لاش اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوں، وطن سے بے وطن کر کے جلاوطن کئے گئے ہوں، جنکا جسم دشمنوں کے تیروں نے چھلنی کیا ہوا ہو، اوران سے ساری متاع حیات لوٹی گئی ہو، ایسے لوگ جب قرآن پڑھینگے تو انکا فکری پرواز یوم یقوم الناس لرب العالمین کے سلوگن سے ربوبیت عالم کیلیئے، انقلاب لانے کیلیئے یقوم الناس کی معنی چڑیوں کو، مولوں کو بازوں سے لڑانے والے قرآنی مفھوم کو سمجھ پائینگے، ان ہی متوالوں کیلیئے قرآن نے کہاہے کہ فالذین ھاجروا واخرجوا من دیارھم واوذوافی سبیلی و قاتلوا و قتلوا لاکفرن عنھم سیاتھم ولادخلنھم جنات تجری من تحتھاالانھار (۱۹۵-۳) یعنی جولوگ (قرآن سے تعلق کی وجہ سے) بے وطن کرائے گئے اور انہیں ملک نیکالی دی گئی اور اللہ کی راہ قرآن (۲۹-۴۰) پر چلنے کی پاداش میں ایذائیں دیۓ گئے، پھر وہ لڑنے بھی اور قتل بھی کئے گئے، سوہم ضرور انکی برایوں کو مٹا کر انہیں باغات جنت میں داخل کرینگے''

کفر کی راہ میں کیوں کھوئے ہو لوگو!_ اپنے اللہ کے فرمان کو ڈھونڈو یارو!

قرآن کسے کہا جاتا ہے؟

اس سوال کا ایک مختصر جواب طویل عرصے سے علمی دنیا میں گردش کر رہا ہے۔ کہ جو چیز ما بین دفتی المصاحف ہے وہی قرآن ہے۔ یہ قرآن کی مختصر تعریف ہے۔
اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو مصاحف (یعنی قرآن کی جلدوں) کے دونوں طرف گتّوں کے درمیان جو کچھ بھی ہے وہ قرآن ہے!

ممکن ہے اسکے علاوہ بھی قرآن کی کوئی اور تعریف کسی اور نے کی ہو لیکن وہ علمی دنیا میں اتنی معروف نہ ہو جتنی کہ ما بین دفتی المصاحف والی تعریف مشہور ہے۔ اس سلسلے میں مزید عرض ہے کہ یہ الفاظ یقیناً کسی بد باطن کے ہیں۔ جو دشمن قرآن، دشمن اسلام اور دشمن رسول ہے اس لئے کہ اس تعریف میں ہر قسم کی تحریف لفظی کو شامل کرنے کی گنجائش موجود ہے اب تک تو دشمنان قرآن قرات سبعہ وغیرہ کے حیلوں سے قرآن میں تبدیلی وتحریف کے لئے کوشاں رہے ہیں مگر چونکہ ان کا مقابلہ براہ راست اللہ سے ہے (۹-۱۵) اس لئے انہیں کامیابی نہ ہو سکی اور ہر بار انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

قرآن کیا ہے

اور کسے کہا جاتا ہے میں نے اس سوال کا جواب خود قرآن حکیم کی آیات ہی سے مرتب کیا ہے، جو پیش خدمت ہے

اَلقُراٰنُ کِتابُ الَّذِی صُرِّفَ وَضُرِّبَ فِیهِ مِن کُلِّ مَثَلٍ فِی اَحسَنِ تَفسِیر وتِبیَانًالِکُلِّ شَیٔ وَمَا فُرِّطَ مِن رَطبٍ وَلایَا بِسٍ اِلّافِیهِ اَنزَلَهُ اللّٰهُ عَلٰی رَسُولِه

ترجمہ: قرآن وہ کتاب ہے جس میں تصریف آیات کی گئی ہے اور ہر قسم کی مثالیں احسن طریقے سے بیان کی گئی ہیں، یہ ہر شئے کو واضح کرنے والا ہے، اور اس کتاب میں کوئی بھی رطب ویابس نہیں چھوڑی گئی۔ مگر وہ اس کے اندر موجود ہے جو اللہ نے اپنے رسول پر نازل فرمایا۔